ALAHAZRAT NETWORK
اعلیٰحضرت نیٹ ورک
www.alahazratnetwork.org

پانی کی رقت وسیلان کا واضح بیان

الدقة والتبيان لعلم الرقة والسيلان

۱۳۳۴ھ

تصنیف لطیف:۔

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا علیہ الرحمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسالہ ضمنیہ

www.alahazratnetwork.org

الدقۃ والتبیان لعلم الرقۃ والسیلان

(پانی کی) رقّت وسیلان کا واضح بیان (ت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

اب فقیر بتوفیق الملک القدیر عزجلالہ اسباب ثلثہ پر کلام اور ہر ایک کے متعلق ابحاث مہمہ ذکر کرے۔

زوال طبع اس میں چند ابحاث ہیں،

بحث اول معنی طبیعت۔

اقول طبع آب سے مراد اس کا وہ وصف ہے کہ لازم ذات ومقتضائے ماہیت ہو جس کا ذات سے

تخلف ممتنع ہو وقال السید ان ط و ش طبعہ ای وصفہ الذی خلق اللہ تعالٰی علیہ[1] (سید طحطاوی)
اور سید شامی نے فرمایا پانی کی طبیعت یعنی اس کا وہ وصف جس پر اللہ تعالٰی نے پانی کو پیدا کیا ہے۔ ت)

اقول ھذا یشمل اللون والطعم والریح ولم یعدھا احد من الطبع[2] ویلزمہ ان لایجوز الوضوء بما انتن اوتغیر لونہ اوطعمہ بطول المکث مثلا لخروجہ اذن عن طبع الماء وھو خلاف اجماع من یعتد بہ[3] وکذا یردہ اجماع اصحابنا المذکور فی ۱۱۶ الی غیر ذلک[عہ] من الاستحالات۔

میں کہتا ہوں کہ یہ تعریف رنگ، ذائقہ اور بُو پر مشتمل ہے حالانکہ کسی نے ان چیزوں کو پانی کی طبیعت میں شمار نہیں کیا اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ ایسے پانی سے وضوء جائز نہ ہو جو بدبودار ہو چکا ہو یا زیادہ دیر پڑے رہنے کی وجہ سے اس کا رنگ اور ذائقہ تبدیل ہو چکا ہو کیونکہ اس وجہ سے وہ پانی اپنی طبیعت سے خارج ہو چکا ہے حالانکہ یہ بات معتبر اجماع کے خلاف ہے اور یوں ہی یہ بات ہمارے اصحاب (احناف) کے اجماع جس کا ذکر بحث ۱۱۶ میں ہو چکا ہے، سے مردود ہے، اس قسم کے بہت سے استحالات لازم آئیں گے۔ (ت)

بحث دوم طبع آب کی تعیین، عامہ علماء نے اسے رقّت[1] وسیلان سے تفسیر کیا اور یہی صحیح ہے ایضاح و

www.alahazratnetwork.org

[عہ] منھا ان لایجوز الوضوء بماء حار و لابارد ولوبالشمس والریح لانہ لم یبق علی وصفہ الذی خلق علیہ ونقول لایخلوان الماء بدء خلقہ حارا اوباردا اومعتدلا وایاما کان لم یجز الوضوء بالباقین الا ان یقال ان المراد بالوصف الثلثۃ لاغیر فانھا ھی المتعارف فیما بینھم عند لاطلاق اوصاف الماء ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

ان محالات میں سے ایک یہ کہ لازم آئے گا کہ گرم یا ٹھنڈا پانی، خواہ ہوا سے سرد ہو، سے وضوء جائز نہ ہو کیونکہ ایسی صورت میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ پانی اپنی اصلی طبیعت سے خارج ہو چکا ہے کیونکہ اس وصف پر باقی نہ رہا جس پر اس کو پیدا کیا گیا تھا یا ہم یُوں کہہ سکتے ہیں کہ پانی کی پیدائش گرم تھی یا سرد تھی یا معتدل تھی جو بھی قرار دی جائے تو دوسری دو صورتوں میں وضوء جائز نہ ہو الّا یہ کہ یُوں کہا جائے کہ پانی کی طبیعت صرف تین وصف رنگ، بُو اور ذائقہ ہیں اور کوئی وصف گرم، سرد وغیرہ معتبر نہیں ہے کیونکہ پانی کے یہی تین وصف متعارف ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ پانی کے اوصاف کا جب ذکر ہوتا ہے تو یہی تینوں اوصاف متعارف ہوتے ہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱۴۵/۱

بحر و صدر الشریعۃ و شلبیہ و مجمع الانہر و امداد الفتاح وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے ھو الرقۃ والسیلان[1] (طبع آب رقت وسیلان ہے۔ت) اسی طرح فتح وغیرہ سے مستفاد یہی فروع میں بہت کلمات کا مفاد،

كما يظهر بمراجعة ما تقدم واقتصر القهستاني وعبد الحليم على الرقة وعليه مشى في الغنية عند ذكر الضابطة كما مر في ٢٨٧ و تر ١٨ مفاد كلام الاكثرين في الفروع اذا تذكرت ماسلف **اقول** وهو حسن وجيه لما قدمنا ان الرقة تستلزم السيلان ومنهم من اقتصر على السيلان كالزيلعي والحلية والدرر في ذكر الضابطة۔

جیسا کہ گزشتہ بحثوں کے پیش نظر ظاہر ہوتا ہے قہستانی اور عبدالحلیم نے صرف رقت کو پانی کی طبیعت قرار دیا ہے، غنیہ نے بھی ضابطہ کو ذکر کرتے ہوئے اسی کو اپنایا ہے جیسا کہ بحث ۲۸۷ میں گزرا، اور جب گزشتہ ابحاث کو تو یاد کرے تو تجھے معلوم ہوگا کہ اکثر حضرات کے کلام کا ماحصل یہی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہی خوبصورت وجیہ ہے کیونکہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ رقت سیلان کو مستلزم ہے، اور بعض حضرات نے صرف سیلان کو پانی کی طبیعت قرار دیا ہے جیسا کہ زیلعی اور حلیہ نے کہا ہے اور درر نے اس کو ضابطہ میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

اقول يحمل على السيلان المعهود من الماء فيستلزم الرقة يدل عليه قول الغنية طبعه سرعة السيلان[2] اھ فهذه مسالك تؤل الى شيئ واحد لكن ثمه ما يخالفها ففي الدر والدرر طبعه السيلان والارواء والانبات[3] اھ ومثله في چلپي على صدر الشريعة واقتصر عليه الواني في حاشية الدرر من الاخيرين على الانبات قال نوح افندي ثم السيد الازهري ثم ط ثم ش اقتصر عليه لاستلزامه الارواء دون العكس فان

میں کہتا ہوں کہ اس قول کو پانی کے معہود سیلان پر محمول کیا جاسکتا ہے کیونکہ یہ سیلان رقت کو مستلزم ہے اس پر غنیہ کا یہ قول دلالت کرتا ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ پانی کی طبیعت جلد بہنا ہے اھ یہ تمام مسالک ایک ہی چیز کی طرف راجع ہیں مگر یہاں ان کے مخالف بھی قول ہے جیسا کہ دُر اور دُرر میں ہے کہ پانی کی طبیعت سیلان، سیرابی اور اگانا ہے اور صدر الشریعۃ کے حاشیہ پر چلپی میں بھی اسی طرح ہے اور دُرر کے حاشیہ میں الوانی نے صرف انبات (اگانے) کو ہی لیا ہے، نوح آفندی پھر سید ازہری اور پھر طحطاوی

www.alahazratnetwork.org

---

[1] شلبیہ علی التبیین — کتاب الطہارۃ — الامیریہ ببولاق مصر — ۱/ ۱۹

[2] غنیۃ المستملی — احکام المیاہ — سہیل اکیڈمی لاہور — ص ۹۰

[3] درمختار — باب المیاہ — مجتبائی دہلی — ۱/ ۳۷

الاشربة تروی ولا تنبت[1] اھ وفی الجوھرة طبعہ الرقة والسیلان وتسکین العطش[2] اھ وفی خزانة المفتین عن الاختیار شرح المختار طبع الماء کونہ سیالا مرطبا مسکنا للعطش[3] اھ وفی مراقی الفلاح طبعہ ھو الرقة والسیلان والارواء والانبات[4] اھ قال السید ط فی حاشیتہ الرقة والسیلان اقتصر علیھما فی الشرح[عہ] وھو الظاھر لان الاخیرین لایکونان

اور شامی نے کہا ہے کہ الوافی نے اس لیے صرف انبات کو لیا ہے اور سیرابی کا اعتبار نہیں کیا کیونکہ انبات کو سیرابی لازم ہے اور سیرابی کو انبات لازم نہیں ہے کیونکہ شربت سیراب تو کرتے ہیں لیکن انبات نہیں کرتے اھ اور جوہرہ میں ہے کہ پانی کی طبیعت رقت، سیلان اور پیاس بجھانا ہے اھ اور خزانۃ المفتین میں الاختیار شرح المختار سے منقول ہے کہ پانی کی طبیعت سیال تر کرنا اور پیاس بجھانا ہے اھ اور مراقی الفلاح میں ہے

عہ **اقول** ومن العجب اقتصار البنایة علی الارواء اذ قال طبع الماء کونہ مرویا لانہ یقطع العطش قال وقیل قوة نفوذہ[5] اھ

اقول تعجب ہے کہ بنایہ نے صرف سیرابی پر اکتفاء کیا ہے جہاں انھوں نے کہا ہے کہ پانی کی طبیعت سیراب کرنا ہے کیونکہ اس سے پیاس بجھتی ہے اور انھوں نے کہا کہ بعض نے پانی کی قوتِ سرایت کو کہا ہے اھ

www.alahazratnetwork.org

اقول ھذا ھو قضیة رقتہ وسیلانہ فالعجب تزییف ھذا واختیار طبع لا تعلق لہ بما ھنا قال وقیل کونہ غیر متلون[6] اھ

میں کہتا ہوں کہ یہ تو پانی کی رقت اور سیلان کا معاملہ ہے، اس کو کمزور بتانا اور ایسی چیز کو طبیعت بتانا جس کا یہاں کوئی تعلق نہیں ہے تعجب انگیز بات ہے انھوں نے یہ بھی کہا ہے کہ بعض نے پانی کی طبیعت غیر متلون (بے رنگ) ہونا بتایا ہے اھ

اقول ھذا خلاف المشھود والمشھور ودوار فی الکتب ذکر لون الماء وقد جاء

میں کہتا ہوں کہ یہ بات مشاہدہ اور شہرت دونوں کے خلاف ہے اور کتب میں پانی کے رنگ کا بار بار ذکر ہے

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] رد المحتار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۱۴۵

[2] الجوہرة النیرة کتاب الطہارة امدادیہ ملتان ۱/۱۴

[3] اختیار شرح مختار یجوز الطہارة فی الماء مصطفی البابی مصر ۱/۱۴

[4] مراقی الفلاح کتاب الطہارة الامیریہ مصر ص ۱۵

[5] و [6] البنایة باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء المکتبة الامدادیة مکة المکرمة ۱/۱۸۸

فی ماء البحر الملح اھ[1] ویہ تعقب علی الدرر فاجاب الوانی ثم السادۃ ابو سعود و ط و ش ان فی طبعہ انباتا الا ان عدم انباتہ لعارض کالماء الحار اھ[2] وردہ الخادمی بان ماء البحر لم یزل عن طبعہ بعارض کالماء الحار بل عند تخلیتہ علی

کہ پانی کی طبیعت رقت، سیلان، سیراب کرنا اور اگانا ہے اھ سید طحطاوی نے اس کے حاشیہ میں فرمایا کہ انہوں نے شرح میں صرف رقت اور سیلان کو ہی ذکر کیا ہے کیونکہ ظاہر یہی ہے اس لیے کہ آخری دونوں یعنی سیراب کرنا اور انبات (اگانا) سمندر کے نمکین پانی میں نہیں پائے جاتے اھ کیونکہ آخری دو وصف

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فی مرسل صحیح رواہ الامام الطحاوی عن راشد ابن سعد عن سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم الماء لا ینجسہ شیئ[3] الا ما غلب علی ریحہ او طعمہ او لونہ[4] وھو فی ابن ماجۃ موصولا من حدیث راشد بن سعد عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان الماء طھور ولا ینجسہ الا ما غلب علی ریحہ وطعمہ ولونہ قال[5] وقیل ما یبقی لہ اثر الغلیان والاخراج عن طبعہ ان لا یبقی لہ اثر الغلیان اھ کذا وھو فی نسخۃ سقیمۃ جدا ولعلہ ما یقبل ای طبعہ ان یرتفع وینخفض عند الاغلاء **اقول** وھو ایضا من اثر الرقۃ والسیلان واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (م)

امام طحاوی نے صحیح مرسل کے طور پر راشد بن سعد سے روایت کیا کہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا کہ پانی کو ناپاک کرنے والی کوئی چیز نہیں ماسوائے اس کے جو اس کے ذائقہ، بُو اور رنگ پر غالب ہوجائے اور یہ حدیث ابن ماجہ میں موصولاً راشد بن سعد نے ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا کہ پانی پاک کرتا ہے اس کو ناپاک کرنے والی صرف یہی صورت ہے کہ جب کوئی چیز اس کی بُو، ذائقہ اور رنگ پر غلبہ پالے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ بعض نے کہا کہ پانی کی طبیعت یہ ہے کہ اس میں اُبلنے کی صلاحیت باقی ہو اور اس کو طبیعت سے خارج کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس میں ابلنے کا اثر باقی نہ رہے اھ کذا وزیرین نسخے میں ایسے ہی ہے، ہوسکتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہو کہ پانی کی طبیعت یہ ہے کہ اُبالنے میں وہ بلند و پست ہوسکے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بھی رقت و سیلان کا اثر ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

www.alahazratnetwork.org

[1] طحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الطہارت نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ص ۱۵
[2] رد المحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۳۵
[3] شرح معانی الآثار، کتاب الطہارۃ ۱/۱۹ [4] سنن ابن ماجہ ابواب الطہارۃ ص ۴۰ [5] البنایۃ ۱/۱۸۶

طبعہ شأنہ عدم الانبات[1] اھ
سمندری پانی میں نہیں ہوتے اھ اور اس سے قرار پر تعقیب کی گئی ہے، تو اس کا جواب الواقی، ابوالسعود، ط اور رش نے یہ دیا کہ اس کی طبیعت میں انبات ہے مگر اس کا عدمِ انبات کسی عارض کی وجہ سے ہے، جیسے گرم پانی میں ہوتا ہے اھ اور اس کو خادمی نے رد کیا کہ گرم پانی کی طرح سمندری پانی اپنی طبیعت سے زائل نہیں ہوا ہے کسی عارض کی وجہ سے، بلکہ اگر اس کو اس کی طبیعت پر چھوڑ دیا جائے تب بھی اس میں عدمِ انبات ہے اھ (ت)

اقول وھذا وجیہ فان الاصل عدم العارض وان کان لایتم الاستدلال علیہ بقولہ عزوجل وھو الذی مرج البحرین ھذا عذب فرات وھذا ملح اجاج وجعل بینھما برزخا وحجرا محجورا[2] فان المرج ھو الخلط والارسال ولا یلزم ان یکون فی بدء خلقھما بل بعد تغیر احدھما بعارض واللہ تعالٰی اعلم فلو اکتفی الخادمی بھذا کان ردا علی دعوی ان الثلثۃ من طبع الماء لکنہ اراد قبل النقض علی قاعدۃ المتن فی منع الوضوء فانعکس علیہ الامر اذ ردد فبدد فقال ان ارید المجموع من حیث ھو مجموع فیرد بماء البحر اذ لیس فیہ ارواء وانبات وان ارید واحد منھا فبنحو ماء البطیخ اذ فیہ ارواء ولم یجز بہ الوضوء[3] اھ

میں کہتا ہوں یہ بات مدلّل ہے کہ اصل عارض کا نہ ہونا ہے اگرچہ اس پر استدلال اللہ تعالٰی کے قول وھو الذی مرج البحرین ھذا عذب فرات و ھذا ملح اجاج وجعل بینھما برزخا و حجرا محجورا سے تام نہیں ہوتا، کیونکہ مرج کے معنی ملانے اور چھوڑنے کے ہیں، اور یہ لازم نہیں کہ یہ صورت ان کی ابتدائے تخلیق میں ہو، بلکہ ان میں سے کسی ایک کو عارض کی وجہ سے متغیر ہونے کے باعث ہو واللہ تعالٰی اعلم، تو اگر خادمی اسی پر اکتفا کر لیتے تو یہ اس دعوٰی کا رد ہو جاتا کہ یہ تینوں چیزیں پانی کی طبیعت ہیں، لیکن انہوں نے اس سے قبل نقض کا ارادہ کیا وضو کے ناجائز ہونے کے بارہ میں متن کے قاعدہ پر، لیکن معاملہ اُلٹ ہو گیا، اس لیے کہ انہوں نے تردید کی اور تفریق کی، پس فرمایا اگر تینوں کا من حیث المجموع کا ارادہ کیا جائے تو اس کا رد سمندر کے پانی سے کیا جائیگا، کہ اس میں نہ اگانا ہے اور نہ زرخیزی،

---

[1] درر شرح غرر للخادمی کتاب الطہارت مکتبہ عثمانیہ مصر ۱/۲۱
[2] القرآن ۲۵/۵۳
[3] درر شرح غرر للخادمی کتاب الطہارۃ مکتبہ عثمانیہ مصر ۱/۲۱

www.alahazratnetwork.org

كان المعنى يجوز بما لم يزل عنه الكل فلا يرد ماء البحر لبقاء السيلان فيه واذا اريد واحد كان المعنى يجوز بما لم يزل عنه شیئ اصلا فلا يرد ماء البطيخ لزوال الانبات بخلاف قولك يجوز بما بقی علی طبعه فانه لو اريد الكل كان الجواز منوطا ببقاء الكل فيرد ماء البحر او البعض فماء البطيخ هذا وقال العلامة البرجندی المراد طبع جنس الماء وهو الرقة والسيلان كذا قيل وفی الخزانة طبع الماء كونه سيالا مرطبا مسكنا للعطش ولا يخفی ان ماء بعض من الفواكه كذلك فلو اختلط بالماء وغلبه ينبغی ان يجوز التوضی منه وليس كذلك[1]

طبیعت سے مجموعہ کا ارادہ کیا جائے تو اس کے معنی ہوں گے "وضو جائز ہے اس پانی سے جس سے کل زائل نہ ہوں" تو سمندری پانی سے اس پر اعتراض وارد نہ ہوگا کیونکہ اس میں سیلان کا وصف باقی ہے اور جب ایک کا ارادہ کیا جائے تو معنی یہ ہوں گے وضو جائز ہے اُس پانی سے جس سے کچھ زائل نہ ہوا ہو، تو بطیخ کے پانی سے اعتراض وارد نہ ہوگا کہ اس سے ایک انبات کا وصف زائل ہے بخلاف آپ کے اس قول کے "وضو جائز ہے اس پانی سے جو اپنی طبیعت پر باقی ہو" کیونکہ اگر کل کا ارادہ کیا جائے تو جواز کا دارو مدار کل کے باقی رہنے پر ہوگا تو سمندری پانی پر اعتراض وارد ہوگا اگر بعض کا ارادہ کیا جائے تو بطیخ کے پانی سے اعتراض ہوگا۔ اس کو یاد رکھو۔ علامہ برجندی نے فرمایا مراد جنس پانی کی طبیعت ہے اور وہ رقت وسیلان ہے، اسی طرح کہا گیا ہے، اور خزانہ میں ہے پانی کی طبیعت اس کا سیال ہونا، تر کرنے والا ہونا، پیاس کے لیے تسکین بخش ہونا ہے اور مخفی نہ رہے کہ بعض پھلوں کا پانی ایسا ہی ہوتا ہے تو اگر وہ پانی میں مل جائے اور غالب ہوجائے تو چاہیے کہ اُس سے وضو جائز ہو، حالانکہ ایسا نہیں ہے اھ (ت)

اقول ف ان خص الايراد بعبارة الخزانة كما هو ظاهر سياقه فلا وجه له لوروده علی الاول ايضا سواء بسواء فان ماء بعض الفواكه لا يسلبه الرقة ايضا كما لا يسلبه الارواء وان عمهما فلا وجه له فان اعتبار الرقة مجمع عليه وقد مشی هو ايضا عليه فی ضابطته

میں کہتا ہوں اگر اعتراض بطور خاص خزانہ کی عبارت پر ہے جیسا کہ سیاق سے ظاہر ہے تو اس کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ وہ اول پر بھی برابر سے وارد ہے کیونکہ بعض پھلوں کے پانی سے رقت سلب نہیں ہوتی جیسے اس سے سیرابی سلب نہیں ہوتی اور اگر وہ دونوں کو عام ہے تو اس کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ رقت کا اعتبار اجماعی ہے اور وہ بھی اپنے ضابطہ میں اسی پر

---

[1] شرح النقایۃ للبرجندی ابحاث الماء نولکشور لکھنؤ ۱/۳۱

www.alahazratnetwork.org

(حالانکہ اس سے وضو جائز ہے) اور اگر ان میں سے ایک کا ارادہ کیا جائے تو تربوز کے پانی وغیرہ سے رد ہوگا کہ اس میں سیراب کرنا ہے لیکن اس سے وضو جائز نہیں اھ (ت)

ف

اقول انما قاعدۃ المتن ما تقدم نقله من قوله لا بماء زال طبعه الخ فان ارید المجموع لم یرد ماء البحر اذ لم یزل منه الکل لبقاء السیلان وان ارید واحد منها لم یرد ماء البطیخ لانه قد زال منه الانبات هذا ان ارید به ما خالطه ولو اراد ما یستخرج منه خرج راسا بقوله ماء فکان علیه ان یعکس فیقول ان ارید الکل یرد ماء البطیخ لبقاء اثنین السیلان والارواء وان ارید واحد منها یرد ماء البحر لزوال اثنین الانبات والارواء نعم لو کانت عبارۃ المتن یجوز بماء بقی علی طبعه کان النقض کما ذکر۔

میں کہتا ہوں متن کا قاعدہ وہ ہے جو منقول ہوا، ان کے قول لا بماء زال طبعه الخ میں، اور اگر مجموع کا ارادہ کیا جائے تو سمندری پانی سے اعتراض نہ ہوگا کہ اس کے تمام اوصاف زائل نہیں ہوئے ہیں کیونکہ اس میں سیلان باقی ہے، اور اگر ان میں سے ایک کا ارادہ کیا جائے تو تربوز کے پانی سے اعتراض نہ ہوگا کیونکہ اس میں ایک وصف انبات زائل ہوا ہے یہ تقریر اس صورت میں کہ جب تربوز کا مخلوط مادہ مراد لیا جائے اور اگر اس سے خارج کیا ہوا پانی مراد لیا جائے تو پھر تقریر اس کے برعکس ہوگی اور یوں کہا جائے گا کہ اگر تینوں امور کا مجموعہ مراد ہو تو پھر تربوز کے پانی سے اعتراض وارد ہوگا کیونکہ اس سے تینوں کا زوال نہیں ہے بلکہ اس میں سیلان اور سیرابی باقی ہے اور اگر تینوں میں سے کسی ایک کو طبیعت قرار دیا جائے تو سمندری پانی سے اعتراض ہوگا کہ اس کے دو وصف زائل ہوتے ہیں، اگانا اور سیراب کرنا، ہاں اگر متن کی عبارت یوں ہوتی کہ وضو جائز ہے اس پانی سے جو اپنی طبیعت پر باقی ہو تو نقض وہ ہوتا جو ذکر کیا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

فان قلت لم لا یقال انه صرف الکلام من المنطوق الی المفهوم ولا شك ان المفهوم منه هو هذا ای الجواز بما بقی علی طبعه۔

اگر یہ کہا جائے کہ یہ کیوں نہیں کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے کلام کو منطوق سے مفہوم کی طرف پھیر دیا ہے اور کچھ شک نہیں کہ اس کا مفہوم یہی ہے یعنی جو پانی اپنی طبیعت پر باقی ہو اس سے وضو جائز ہے۔ (ت)

اقول لیس هذا مفهومه بل مفهومه الجواز بما لم یزل طبعه فیبقی التعکیس کما کان لانه اذا ارید بالطبع المجموع

میں کہتا ہوں یہ اس کا مفہوم نہیں ہے، بلکہ اس کا مفہوم اس پانی سے وضو کا جواز ہے جس کی طبیعت ختم نہ ہوئی ہو، تو تعکیس ایسی ہی رہے گی، کیونکہ جب

التی وضعها کما سیأتی فی الفصل الاٰتی ان شاء الله تعالٰی فاذن کان ینبغی الاخذ علی المتن فانه لم یستثن فی خلط الطاھر الا ما اخرج الماء عن طبعه او غیرہ طبخا ولیس فی خلط ھذا الماء شیئ من ذلك فان اراد الرد علی المتن فلا وجه له فانه قال وان اختلط به طاھر والعرف قاض انه لا یقال الا اذا کان الماء اکثر لان[1] الخلط لا یضاف الا الی المغلوب ففی مزج الماء والحلیب ان کان اللبن اکثر یقال لبن فیه ماء او الماء فماء خالطه لبن وقد نبه علیه فی مجمع الانھر اذ قال الخل مثلا اذا اختلط بالماء والماء مغلوب یقال خل مخلوط بالماء لا ماء مخلوط بالخل اھ فلا یشمل ما اذا غلب علی الماء ماء الفاکھة وبالجملة لا اری لھذا الایراد محلا ومحملا و الله تعالٰی اعلم۔ 4

چلے ہیں جیسا کہ ان شاء اللہ تعالٰی آیندہ فصل میں آئے گا، تو اس صورت میں متن پر اعتراض کرنا چاہیے تھا، کیونکہ انہوں نے پاک کے ملنے میں صرف اُس کا وضوء کے جواز سے استثناء کیا ہے جو پانی کو اس کی طبیعت سے خارج کردے، یا پکنے کی وجہ سے اس کو تبدیل کردے اور اِس پھل کے پانی کی ملاوٹ میں اُن میں سے کوئی چیز نہیں ہے، تو اگر متن پر رد کا ارادہ کیا ہے تو اِس کی کوئی وجہ نہیں ہے، کیونکہ انہوں نے فرمایا ہے" اور اگر اس کے ساتھ کوئی طاہر چیز مل جائے" اور عرف فیصلہ کرنے والا ہے کہ یہ بات اُسی وقت کہی جائے گی جبکہ پانی زائد ہو کیونکہ خلط مغلوب ہی کی طرف مضاف ہوتی ہے، تو پانی اور دودھ کے ملانے میں اگر دودھ زائد ہو تو کہا جاتا ہے یہ دودھ ہے جس میں پانی ہے، یا پانی زائد ہے تو کہا جائیگا یہ پانی ہے جس میں دودھ ملا ہوا ہے، اس پر مجمع الانھر میں تنبیہ کی ہے اور فرمایا کہ مثلاً سرکہ جب پانی میں مل جائے اور پانی مغلوب ہو تو کہا جاتا ہے سرکہ میں پانی مخلوط ہے یہ نہیں کہتے کہ پانی میں سرکہ ملا ہوا ہے اھ، تو یہ اس صورت کو شامل نہیں جبکہ پھلوں کے پانی پر پانی کا غلبہ ہو جائے، اور خلاصہ یہ کہ میں اس اعتراض کا نہ محل پاتا ہوں اور نہ محمل، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ثم اقول الذی یظھر لی ان الزائدین علی الرقة والسیلان انما ارادوا بیان طبع الماء فی نفسه لا طبع لولاہ لم یجز الوضوء کیف وھم قاطبة اذا اتوا علی الفروع لا یبنون

پھر میں کہتا ہوں کہ جو لوگ پانی کی طبیعت میں رقت اور سیلان پر دو چیزوں کی زیادتی کا قول کرتے ہیں وہ فی نفسہٖ پانی کی طبیعت کا ارادہ کرتے ہیں نہ کہ اُس طبیعت کا کہ اگر وہ نہ ہو تو وضو جائز نہ ہو، اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جب وہ فروع کے

---

[1] مجمع الانھر تجوز الطہارۃ بالماء المطلق مطبع عامرہ مصر ۱/ ۲۸

الامر الاعلی الرقة والسیلان ولن تری احدا منھم یقول ان لوبقیت اویرو لم یجز بہ الوضوء فانجلی الامر وانقشع الستر وللہ الحمد۔

بیان پر آتے ہیں تو معاملہ کو رقت وسیلان پر ہی مبنی کرتے ہیں، اور ان میں سے کوئی یہ نہیں کہتا ہے کہ اگر پانی میں اُگانے اور سیراب کرنے کی صلاحیت ختم ہوجائے تو اس سے وضوء جائز نہ ہوگا، اس سے معاملہ صاف ہوگیا وللہ الحمد (ت)

بحث سوم معنی رقت وسیلان کی تحقیق اور اُن کا فرق۔

قال العلامة الشرنبلالی رحمہ اللہ تعالٰی فی نور الایضاح وشرحہ مراقی الفلاح (الغلبة فی الجامد باخراج الماء عن رقتہ) فلا ینعصر عن الثوب (وسیلانہ) فلا یسیل علی الاعضاء سیلان الماء[1] اھ

علامہ شرنبلالی رحمہ اللہ تعالٰی نے نورالایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں کہا (جامد میں غلبہ کا تحقق پانی کو اُس کی رقت سے خارج کرنے پر ہے) پس وہ کپڑے میں سے نچوڑا نہ جاسکے گا (اور اس کا سیلان) سے اخراج یہ کہ وہ اعضاء پر پانی کی طرح بہہ نہ سکے گا اھ (ت)

اقول اولا لایخفی علیك[1] ان الانعصار من الثوب اخص تحققا من السیلان فلا ینعصر الا ما یسیل ولا یجب انعصار کل سائل کالدھن والزیت والسمن واللبن والعسل فکل ذلك یسیل لانھا من المائعات وما المیع الا السیلان او اخص قال فی القاموس ماع الشیئ یمیع جری علی وجہ الارض منبسطا فی ھینة[2] قال فی تاج العروس کالماء

میں اوّلاً کہتا ہوں کہ سیلان کی نسبت کپڑے سے نچوڑا جانا تحقق کے اعتبار سے اخص ہے تو وہی نچوڑا جاسکتا ہے جو بہتا ہو، اور ہر بہنے والی چیز کا نچوڑا جانا لازم نہیں، جیسے تیل، گھی، دودھ اور شہد، یہ سب بہنے والی چیزیں ہیں کیونکہ یہ مائع ہیں اور مائع کا مطلب ہی بہنے والی چیز ہے یا مائع سیلان سے اخص ہے، قاموس میں ہے ماع الشیئ یمیع زمین پر کسی چیز کا پھیل کر بہنا۔ تاج العروس میں ہے جیسے پانی اور خون۔ اور قاموس میں ہے سال یسیل

---

[1] مراقی الفلاح کتاب الطہارة الامیریہ بولاق مصر ص ۱۵

[2] قاموس المحیط فصل المیم والنون، باب العین مصطفی البابی مصر ۳/۸۹

www.alahazratnetwork.org

والدم[1] وفی القاموس سال یسیل سیلا وسیلانا جری[2] اھ ولیس شیئ منہا ینعصر ولذا لم یجز تطہیر النجاسۃ الحقیقیۃ بہا قال فی الہدایۃ یجوز تطہیرہا بالماء وبکل مائع طاہر یمکن ازالتہا بہ کالخل وماء الورد ونحوہ مما اذا عصر انعصر[3] قال المحقق فی الفتح قولہ اذا عصر انعصر یخرج الدھن والزیت واللبن والسمن بخلاف الخل وماء الباقلاء الذی لم یثخن[4] اھ وفی المنیۃ ان غسل بالعسل او السمن او الدھن لایجوز لانہا لاتنعصر بالعصر[5] قال فی الحلیۃ لان لہذہ الاشیاء لصوقا بالمحل وایضا فی العسل من غلظ القوام مایمنع من المداخلۃ فی الثوب[6] اھ وفی مراقی الفلاح لاتطہر بدھن لعدم خروجہ بنفسہ[7] قال ط فی حاشیتہ ای فکیف یخرج النجاسۃ[8] وقد تقدم فی

سیلا وسیلانا، جاری ہوا اھ اور ان میں سے کسی چیز کو نچوڑا نہیں جاتا ہے اور اسی لیے نجاست حقیقیہ کو ان سے پاک کرنا جائز نہیں۔ ہدایہ میں فرمایا اس کا پاک کرنا پانی اور ہر مائع سے جائز ہے جو خود پاک ہو، اور نجاست کا اُس سے زائل کرنا بھی ممکن ہو، جیسے سرکہ گلاب کا پانی وغیرہ، یعنی وہ چیزیں جو نچوڑے جانے سے نچوڑی جاسکیں، محقق نے فتح میں فرمایا "ان کا قول جب نچوڑا جائے تو نچڑ جائے، سے تیل، روغن زیتون، دُودھ اور گھی خارج ہوجاتے ہیں بخلاف سرکہ اور باقلاء کے پانی کے جو گاڑھا نہ ہوا ھ اور منیہ میں ہے کہ اگر شہد سے دھویا جائے یا گھی سے یا تیل سے تو جائز نہیں، کیونکہ یہ نچوڑے جانے سے نہیں نچڑتے ہیں، حلیہ میں فرمایا اس لیے کہ یہ چیزیں اپنے محل سے چپکی ہوتی ہیں اور شہد کے قوام کی سختی اس کو کپڑے میں داخل ہونے سے منع کرتی ہے اھ اور مراقی الفلاح میں ہے تیل سے پاک نہ ہوگا کیونکہ وہ خود نہیں نکلتا ہے ط نے

www.alahazratnetwork.org

---

[1] تاج العروس — فصل المیم من باب العین — مطبوعہ احیاء التراث العربی مصر ۵/۵۱۶
[2] قاموس المحیط — فصل السین والشین واللام — مصطفی البابی مصر ۳/۴۱۰
[3] ہدایۃ — باب الانجاس وتطہیرہا — مکتبہ عربیہ کراچی ۱/۵۴
[4] فتح القدیر — " " " — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۷۰
[5] منیۃ المصلی — فصل فی المیاہ — مکتبہ عزیزیہ کشمیری بازار لاہور ص ۱۸
[6] حلیۃ
[7] مراقی الفلاح — باب الانجاس والطہارۃ — مطبعۃ ازہریہ مصر ص ۹۳
[8] طحطاوی علی مراقی الفلاح — " " " — "

۲۰۶ ان هذا یوهم بقاء الاطلاق مع انتفاء الرقة اذا لم یسلب السیلان ولیس کذلك۔

اس کے حاشیہ میں فرمایا تو نجاست کیسے نکلے گا اور ۲۰۶ میں گزرا کہ یہ پانی کے اطلاق کو باقی رہنے کا وہم پیدا کرتا ہے جبکہ رقت منتفی ہو اور سیلان باقی ہو حالانکہ ایسا نہیں۔ (ت)

فانقلت انه رحمه الله تعالٰی تدارکه فی الشرح بتقیید السیلان بسیلان کالماء وظاهر ان المراد به الماء الصافی الذی لم یخالطه شیئ ولم یتغیر عن صفته الاصلیة ولا تسیل تلك المائعات مثله لکونه ارق اما الذی یسیل کسیلانه فلا بد ان ینعصر کانعصاره فانکان کل منعصر یسیل کالماء تساوی الرقة وهذا السیلان والا کانت الرقة اعم وعلی کل لایلزم المحذور فانه کلما انتفت انتفی غایته ان یبقی ذکر السیلان مستدرکا علی تقدیر خصوصه اما علی التساوی فلا غرو فی جمع المتساویین تاکیدا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ انہوں نے شرح میں اس کا تدارک اس طرح کیا ہے کہ سیلان کو مقید کیا ہے اُس سیلان سے جو پانی کی طرح ہو اور ظاہر ہے کہ اس سے مراد صاف پانی ہے جس میں کوئی چیز مِلی نہ ہو اور وہ اپنی اصلی صفت سے متغیر نہ ہوا ہو اور یہ مائعات اس کی طرح نہیں بہتے کیونکہ پانی زیادہ پتلا ہے، بہرحال وہ چیز جو پانی کی طرح بہے تو ضروری ہے کہ وہ پانی کی طرح نچُڑے تو اگر ہر نچڑنے والی چیز پانی کی طرح بہتی ہو تو رقت اور سیلان مساوی ہوجائیں گے ورنہ تو رقت اعم ہوگی اور بہرصورت کوئی محذور لازم نہ آئے گا، کیونکہ جب رقت منتفی ہوگی تو سیلان منتفی ہوگا، نتیجہ یہ کہ سیلان کا ذکر مستدرک ہوگا، برتقدیر اُس کے خاص ہونے کے اور تساوی کی شکل میں تو متساویین کے جمع ہونے میں کوئی حرج نہیں تاکیدا۔ (ت)

اقول فیه[1] نظر بالنسبة الی بعض

میں کہتا ہوں دودھ کے بعض اقسام کے اعتبار

---

[1] فان قلت الیس هذا عین ما قدمت انفا فی البحث الاول فی تبیین کلام التبیین وغیرہ اذ اقتصروا علی السیلان فقلت یحمل علی السیلان المعهود من الماء فیستلزم الرقة **اقول** نعم شتان ماهما فالسیل کسیل الماء یستلزم الرقة بالمعنی الذی حققت لا الانعصار کالالبان ۱۲ منه غفرله (م)

اگر آپ اعتراض کریں کہ کیا یہ بیان آپ کے اس بیان کے عین مطابق نہیں ہے جو ابھی آپ نے تبیین وغیرہ کے کلام کی وضاحت کرتے ہوئے پہلی بحث میں فرمایا کہ "انہوں نے صرف سیلان کو کافی قرار دیا ہے"۔ اس کے جواب میں میں کہتا ہوں کہ اس سیلان کو پانی والے سیلان پر محمول کیا جائیگا جس کو رقت لازم ہے۔ میں کہتا ہوں دونوں مختلف ہیں، سیلاب کے پانی کی رقت میں نچڑنے کی وہ صلاحیت نہیں جو خالص پانی کی رقت میں ہے سیلاب کے پانی کی رقت دودھ کی رقت جیسی ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

الالبان بل لبن المعز ربما یکون ارق من بعض المیاہ وعلی التسلیم لانسلم ان کل ما سال کالماء ینعصر لجواز ان یکون فیہ ما یمنعہ من الانعصار دون السیل کالدسم فان کان کل منعصر سائلا مثلا عادت الرقۃ اخص مطلقا والا فمن وجہ وعلی کل عاد المحذور۔

سے اس میں اعتراض ہے، بلکہ بکری کا دودھ بعض پانیوں کے اعتبار سے زائد رقیق ہوتا ہے اگر مان بھی لیا جائے تو ہم یہ نہیں مانتے کہ ہر وہ چیز جو پانی کی طرح بہتی ہو وہ نچڑتی بھی ہو کیونکہ یہ جائز ہے کہ اس میں کوئی ایسی چیز ہو جو اس کے نچڑنے سے مانع ہو نہ کہ بہنے سے جیسے چکناہٹ، تو اگر ہر نچڑنے والی چیز اس کی طرح بہنے والی ہو تو رقت اخص مطلق ہو جائے گی ورنہ من وجہ ہوگی اور بہرصورت محذور لوٹ آئے گا۔

وثانیا افاد رحمہ اللہ تعالٰی ان کل ما لاینعصر لیس برقیق فعکسہ کل رقیق ینعصر وفیہ نظر لایستتر فان الدھن رقیق ولا ینعصر والامر فی اللبن اظہر اما رقۃ الدھن فلما صرحوا ان المعتبر فی المقدار المانع من النجاسۃ الغلیظۃ وزن الدرھم فی الشیئ الغلیظ ومساحتہ فی الرقیق کتب المذھب طافحۃ بذلك وفی البحر وفی الھندوانی بان روایۃ المساحۃ فی الرقیق والوزن فی الثخین واختار ھذا التوفیق کثیر من المشایخ وفی البدائع ھو المختار عند مشایخ ماوراء النھر وصححہ الزیلعی وصاحب المجتبی واقرہ فی فتح القدیر[1] وفی الغنیۃ قال الفقیہ ابوجعفر یقدر

اور ثانیاً علامہ شرنبلالی رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ ہر وہ چیز جو نچڑتی نہیں وہ رقیق نہیں ہے، تو اس کا عکس یہ ہوگا کہ ہر رقیق چیز نچڑتی ہے اور اس میں ظاہری نظر ہے کہ تیل رقیق ہے مگر نچڑتا نہیں اور دودھ کا معاملہ زیادہ ظاہر ہے اور تیل کی رقت تو جیسا کہ فقہائے تصریح کی ہے کہ معتبر وہ مقدار جو نجاست غلیظہ کی مانع ہے، گاڑھی چیز میں ایک درہم کا وزن ہے، اور رقیق میں ایک درہم کی پیمائش معتبر ہے، کُتبِ مذہب اس سے پُر ہیں اور بحر اور ہندوانی میں ہے کہ مساحت کی روایت رقیق میں اور گاڑھی میں وزن کی ہے، اور اس توفیق کو بہت سے مشایخ نے پسند کیا ہے اور بدائع میں ہے کہ ماوراء النہر کے مشایخ کے نزدیک یہی مختار ہے اور اس کو زیلعی اور صاحب مجتبٰی نے صحیح قرار دیا ہے اور اس کو فتح القدیر میں برقرار رکھا ہے اھ اور غنیہ میں ہے فقیہ ابوجعفر نے کہا ہے جو نجاستیں جسم والی ہیں ان میں وزن سے اندازہ

---

[1] بحرالرائق باب الانجاس سعید کمپنی کراچی ۱/۲۲۸

www.alahazratnetwork.org

بالوزن فی المتجسدۃ ذات الجرم وبالبسط
فی الرقیقة کالدم المائع ووافقه علی ذلك
من بعدہ وقالوا ھو الصحیح[1] اھ ثم اختلفوا
فی دھن متنجس اصاب الثوب اقل من درھم
ثم انبسط فزاد قال الاکثرون یمنع الصلاۃ
لانه الاٰن اکثر قال فی المنیة به یؤخذ
وقال جمع انما العبرۃ بوقت الاصابة المسألة
دائرۃ[2] فی الکتب کالفتح والبحر والدرر وغیرھا
وھو صریح دلیل علی ان الدھن من الرقیق
والا لم یتصور الاختلاف لان البسط لایزیدہ
وزنا وقال فی الغنیة اصابه دھن نجس
اقل من قدر الدرھم ثم انبسط یمنع الصلاۃ
لان مساحة النجاسة وقت الصلوۃ اکثر
من قدر الدرھم وتحقیقه ان المعتبر
فی المقدار من النجاسة الرقیقة لیس
جوھر النجاسة بل جوھر المتنجس عکس
الکثیفة[3] اھ فثبت ان من الرقیق مالا ینعصر۔

لگایا جائے گا، اور رقیق میں پھیلاؤ کا اعتبار کیا جائیگا'
جیسے مائع خون اور ان کی موافقت کی ان کے بعد
والوں نے، اور کہا کہ وہی صحیح ہے اھ پھر فقہاء کا اختلاف
ہے ناپاک تیل میں جو کسی کپڑے کو ایک درہم سے کم
مقدار میں لگ جائے پھر پھیل جائے اور زائد ہوجائے
اکثر نے فرمایا یہ مانع صلوۃ ہے کیونکہ یہ اب زائد ہے،
منیہ میں فرمایا اسی کو لیا جائیگا، اور ایک جماعت نے
فرمایا اُس وقت کا اعتبار ہوگا جبکہ یہ لگا ہو، یہ مسئلہ
عام طور پر کتب میں موجود ہے جیسے فتح، بحر اور درر وغیرہ
اور یہ صریح دلیل ہے اس امر کی کہ تیل رقیق ہے ورنہ
تو اختلاف ہی متصور نہ تھا، کیونکہ پھیلنے سے اس کا
وزن زائد نہ ہوگا، اور غنیہ میں فرمایا اگر اس کو نجس تیل
لگا ایک درہم سے کم پھر پھیل گیا تو نماز نہ ہوگی، کیونکہ
نجاست کی پیمائش نماز کے وقت درہم کی مقدار سے
زائد ہوگئی ہے اور اس کی تحقیق یہ ہے کہ رقیق نجاست
میں معتبر جوہر نجاست نہیں بلکہ نجس ہونے والی چیز کا
جوہر ہے یہ کثیفہ نجاست کا عکس ہے اھ تو ثابت ہوا
کہ بعض رقیق چیزیں وہ ہیں جو نچڑتی نہیں۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

وانا اقول وباللہ التوفیق وبه الوصول الی ذری التحقیق (میں کہتا ہوں اور اللہ تعالٰی کی توفیق سے تحقیق کی گہرائی تک پہنچا جاسکتا ہے۔ ت) اہل سنت حفظہم اللہ تعالٰی کے نزدیک ترکیب اجسام اگرچہ جواہر فردہ متجاورہ غیر متلاصقہ سے ہے اور یہی حق ہے فقیر نے بحمد اللہ تعالٰی اپنے فتاوٰی کلامیہ میں اسے

---

[1] غنیۃ المستملی فصل فی الآسار سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۷۲
[2] منیۃ المصلی " مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۱۳۶
[3] غنیۃ المستملی " سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۷۲

قرآن عظیم سے ثابت کیا ہے جس کی طرف علمائے متکلمین کی نظر اب تک نہ گئی تھی فیما اعلم واللہ اعلم اذلم اقف علیہ فی کلامھم (اس میں جہاں تک میں جانتا ہوں اور اللہ زیادہ جانتا ہے کہ اس معاملہ میں ان کے کلام میں واقفیت حاصل نہ کرسکا۔ت) مگر اتصال حسی ضرور ہے کما بیناہ فی رسالتنا النمیقۃ الانقی (جیسا کہ ہم نے اسے اپنے رسالہ النمیقۃ الانقی میں بیان کیا ہے۔ت) تمام احکام دین و دنیا اسی اتصال مرئی پر مبنی ہیں، یہ اتصال دو قسم ہے: قوی وضعیف۔ قوی یہ کہ جب تک خارج سے کوئی سبب نہ پیدا ہو انفکاک نہیں ہوتا، ایسی ہی شے کا نام **جامد** ہے۔ پھر یہ خود قوت وضعف میں بریان پاپڑ سے لے کر سنگ خارا کی چٹان اور فولاد تک مختلف ہے مگر یہ نہ ہوگا کہ خود بخود اس کے اجزا بکھر جائیں یا بہ کر اتر جائیں۔ ضعیف یہ کہ محض مجاورت کے سوا اجزا میں عام بستگی و گرفتگی نہ ہو دل پیدا کرنے والا تراکم کہ اجزا ایک بالائے دیگرے ہیں جگہ نہ پانے کے باعث ہو گنجائش ملتے ہی اجزا اتر کر پھیلنے لگیں ایسی ہی شے کا نام **مائع و سائل** ہے اور ازانجا کہ اجزاء میں تماسک یعنی جامدات کی مانند بستگی و گرفتگی نہیں اور میل طبعی ہر ثقیل کا جانب تحت ہے تو نشیب پاتے ہی جو حرکت ثقیل اشیاء میں پیدا ہوتی ہے جبکہ کوئی مانع نہ ہو جامد میں سارے جسم کو معاً متحرک کرتی تھی کہ اجزا اول سے آخر تک ایک دوسرے کو پکڑے ہوئے ہیں یہاں ایسا نہ ہوگا بلکہ جانب نشیب کے پہلے اجزاء حرکت میں پچھلوں کا انتظار کریں گے ان کے آگے بڑھتے ہی ان کے متصل جو اجزاء تھے جگہ پائیں گے اور وہ اپنے پچھلوں کے منتظر نہ رہ کر جنبش کریں گے یوں ہی یہ سلسلہ اخیر اجزاء تک پہنچے گا تو اسی جسم کی حرکت حرکتِ واحدہ نہ ہوگی بلکہ حرکات عدیدہ متوالیہ اور ازانجا کہ اگلوں کا بڑھنا اور پچھلوں کا اُن سے آملنا مسلسل ہے کہیں انفکاک محسوس نہ ہوگا جسم واحد کے اجزا میں اسی سلسلہ وار حرکت متوالی کا نام **سیلان** ہے پھر جس طرح جامدات قوت وضعف میں اس درجہ مختلف تھے یوں ہی ان مائعات میں یہ اختلاف ہے کہ جہاں بوجہ مانع انفکاک حسی کے محتاج ہوں بعض بہت باریک ذروں پر منقسم ہو سکیں گے اور بعض زیادہ حجم کے اجزاء پر کہ ایک نوع تماسک سے خالی نہیں اگرچہ جامدات کی طرح عام تماسک نہیں چھاننے میں اختلاف مائعات کی یہی وجہ ہے ظاہر ہے کہ کپڑا یا چھلنی جس چیز میں چھانیے اُس میں کچھ تو منافذ و مسام ہوں گے کہ اجزائے مائع کو نکلنے کی جگہ دیں گے اور کچھ کپڑے یا لوہے وغیرہ کے تار ہوں گے کہ اپنے محاذی اجزاء کو روکیں گے ناچار مائع اپنے اجزاء کی تفریق کا محتاج ہوگا پھر جو جس قدر باریک اجزاء پر منقسم ہو سکے گا اُتنے ہی تنگ منفذ سے نفوذ کر جائے گا اور دوسرا اس پر قادر نہ ہوگا یہی سبب ہے کہ بعض مائعات چھاننے میں سنگین کپڑے سے نفوذ کر جاتے ہیں کہ اُس کپڑے کے باریک مسام سے بھی زیادہ باریک اجزاء پر متفرق ہو سکتے ہیں اور بعض باریک کپڑے سے نکل سکیں گے جو زیادہ گھنا نہ بنا ہو بعض چھلنی کے وسیع منفذ چاہیں گے وعلٰی ہذا القیاس اسی منشاء اختلاف کا نام مائع کی **رقّت و غلظت** ہے ورنہ جامدات میں بھی رقیق و غلیظ ہوتے ہیں پتلے کپڑے کو ثوبِ رقیق کہتے ہیں پتلی چپاتی کو خبزِ رقاق، استخوانِ زمانِ پیری کو عظمِ رقیق، حدیث امیر المومنین عثمانِ غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ

www.alahazratnetwork.org

میں ہے:

اللّٰھم کبرسنی ورق عظمی فاقبضنی الیک غیرعاجز ولاملوم۔

اے اللہ میری عمر بڑی ہوگئی اور میری ہڈی پتلی ہوگئی پس مجھے عاجز اور شرمسار کئے بغیر اپنے دربار میں حاضر کرلے۔ (ت)

شیشہ کہ باریک دَل کا ہو زجاج رقیق۔ قال قائلھم ؎:

رق الزجاج ورق الخمر فاشتبھا

(ترجمہ: شیشہ پتلا (باریک) ہوا، اور شراب پتلی ہوئی، یوں دونوں آپس میں مشابہ ہوئے۔ ت)

وف۱ بالجملہ رقت و دقت متقارب ہیں رقیق پتلا دقیق باریک۔

اقول مگر دقت میں کمی عرض کی طرف لحاظ ہے ولہٰذا خط کو دقیق کہیں گے اور رقت میں کمی عمق کی جانب تو سطح رقیق ہے یہ وہ ہے جو نظر بمحاورت خیال فقیر میں آیا پھر تاج العروس میں اس کی تصریح پائی۔

حیث قال قال المناوی فی التوقیف الرقۃ کالدقۃ لکن الدقۃ یقال اعتبارا لمراعاۃ جوانب الشیئ والرقۃ اعتبارا بعمقہ[1]۔

فرمایا کہ مناوی نے توقیف میں فرمایا رقت مثل دقت ہے لیکن دقت میں کسی چیز کے کناروں کا اعتبار ہوتا ہے اور رقت میں اس کی گہرائی کا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اسی لیے تالاب یا نالے میں جب پانی تھوڑے دَل کا رہ جائے اُسے رُق و رُقارِق کہتے ہیں قاموس میں ہے:

الرقارق بالضم الماء الرقیق فی البحر اوالوادی لاغزرلہ[2] اھ وقد مرمثلہ فی الرق الا قولہ لاغزرلہ فزادہ الشارح۔

رقارق بالضم پتلا پانی دریا یا وادی میں جو گہرا نہ ہو اھ اور اس کی مثل الرق میں گزرا اس کے قول لاغزر کا ذکر نہیں، اس کا اضافہ شارح نے کیا ہے۔ (ت)

نیز اُسی میں ہے:

استرق الماء نضب الایسیرا[3]۔

نیز اس میں ہے پانی رقیق ہوا یعنی قلیل گہرائی والا ہو۔ (ت)

اقول یہ رقت وف۲ بالفعل ہے اور مائع کا اس قابل ہونا کہ چھاننے میں باریک اجزاء پر منقسم ہوسکے

---

[1] تاج العروس فصل الراء من باب القاف احیاء التراث العربی مصر ۳۵۸/۶
[2] قاموس المحیط فصل الراء باب القاف مصطفی البابی مصر ۲۴۵/۳
[3] ایضاً

رقت بالقوہ یوں ان مسائل میں ملحوظ و مبحوث عنہ ہے۔

ثم اقول جانب زیادت انتہائے رقت تو جواہر فردہ پر ہے کہ ان سے زیادہ باریکی محال ہے باقی ایک مائع دوسرے کے اعتبار سے رقیق اضافی ہے گائے کا دودھ ہر حال میں بھینس کے دودھ سے رقیق ہے مگر برسات کی گھاس چرے اور کھلی اور دانہ کھائے تو خود اس کی پہلی صورت کا دودھ دوسری سے رقیق تر ہے یوں ہی یہ اختلاف بکری کے دودھ سے منجمی ہوئی راب تک متفاوت ہے اور جانب کمی اس کی انتہا اعتصام سیلان پر ہے۔ جب شے سائل نہ رہے گی یہاں سے ظاہر ہوا کہ رقیق بالقوہ و سائل بجائے خود متساوی ہیں ہر رقیق بالقوہ سائل ہے اور ہر سائل رقیق بالقوہ عام ازیں کہ کپڑے سے نچوڑ سکے جیسے پانی یا نہیں جیسے تیل، گھی، شیر، شہد وغیرہا۔ اب رہا یہ کہ جب رقت مبحوث عنہا اجزائے لاتتجزے سے اخیر حد مائع تک بتفاوت شدید پھیلی ہوئی ہے تو یہاں جس مقدار کے انتفا پر زوال طبع آب کہتے ہیں اس کی تحدید کیا ہے۔ پانی کس حد کی رقت تک نامتغیر کہا جائے گا اور کیسا ہو کر زائل الطبع کہلائے گا یہی اصل مقصد بحث ہے اس کا انکشاف بعونہٖ تعالٰی بحث آئندہ کرتی ہے وباللہ التوفیق ؛ ولہ الحمد علی ھدایۃ الطریق ؛ وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا و مولٰنا محمد و اٰلہٖ وصحبہٖ اولی التحقیق۔

www.alahazratnetwork.org

بحث چہارم رقت معتبرہ مقام کی حد بست۔

اقول رأیت العبارات فیہ علی ثلثۃ مناھج۔

میں کہتا ہوں میں نے اس سلسلہ میں تین قسم کی عبارات دیکھیں :

الاول قال فی الغنیۃ لاتجوز بالمقید کماء الزردج اذا کان ثخینا اما اذا کان رقیقا علی اصل سیلانہ فتجوز کماء المد ونحوہ ثم قال ماداما رقیقا یسیل سریعا کسیلانہ عند عدم المخالطۃ فحکمہ حکم الماء المطلق ثم قال وضابطہ بقاء سرعۃ السیلان کماھو طبع الماء قبل المخالطۃ ثم قال (لوبل الخبز فی الماء ان بقیت رقتہ) کماکانت (جاز وان صار ثخینا لا)[1]

پہلی : غنیہ میں فرمایا مقید سے جائز نہیں، جیسے زردج کا پانی جبکہ گاڑھا ہو، اور جب گاڑھا نہ ہو اور اصل سیلان پر ہو تو جائز ہے، جیسے سیلاب وغیرہ کا پانی۔ پھر فرمایا جب تک رقیق ہو جلدی بہتا ہو جیسے مخالطت کے نہ ہونے کے وقت بہتا ہے، تو اس کا حکم مطلق پانی جیسا ہے پھر فرمایا اور اس کا ضابطہ یہ ہے کہ تیزی سے سیلان کا باقی رہنا، جیسا کہ وہ پانی کی طبیعت ہے مخالطت سے پہلے، پھر فرمایا (اگر روٹی پانی میں تر ہوگئی تو اگر اس کی رقت باقی ہے)

---

[1] غنیۃ المستملی فصل فی بیان احکام المیاہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۸۸ - ۹۱

وفی العنایۃ والبنایۃ فی جواز الوضوء بماء تقع فیہ الاوراق شرطہ ان یکون باقیا علٰی رقتہ اما اذا صار ثخینا فلا[1] اھ فالضمیر فی رقتہ ربما یشیر الی ما مال الیہ فی الغنیۃ وقد یعارضہ المقابلۃ بصیرورتہ ثخینا لکن قالا بعدہ فی ماء الزعفران وغیرہ یعتبر فیہ الغلبۃ بالاجزاء فان کانت اجزاء الماء غالبۃ ویعلم ذلک ببقائہ علی رقتہ جاز الوضوء وان کانت اجزاء المخالط غالبۃ بان صار ثخینا زالت عنہ رقتہ الاصلیۃ لم یجز اھ۔

جیسے کہ پہلے تھی) تو جائز ہے اور اگر گاڑھا ہو گیا تو جائز نہیں اھ اور عنایہ اور بنایہ میں ہے کہ جس پانی میں پتے گر گئے ہوں اُس سے وضو کے جواز میں شرط یہ ہے کہ اُس کی رقت باقی ہو اور جب گاڑھا ہو جائے تو وضو جائز نہیں اھ تو رقتہ کی ضمیر بسا اوقات اس کی طرف اشارہ کرتی ہے جس کی طرف وہ غنیہ میں مائل ہوئے، اور اس کا معارضہ "بصیرورتہ ثخینا" کے تقابل سے ہوسکتا ہے، لیکن اُن دونوں نے اس کے بعد فرمایا زعفران وغیرہ کے پانی میں کہ اس میں اجزاء کے غلبہ کا اعتبار ہوگا، تو اگر پانی کے اجزاء غالب ہوں اور اس کا علم اس کی رقت سے ہوگا، تو اس سے وضو جائز ہے اور اگر مخالط کے اجزاء غالب ہوں بایں طور کہ وہ گاڑھا ہو اس سے اس کی اصلی رقت زائل ہوگئی تو جائز نہیں اھ (ت)

www.alahazratnetwork.org

الثانی قال فی العنایۃ ایضا فی المطبوخ مع الاُشنان ونحوہ یجوز التوضی بہ الا اذا صار غلیظا بحیث لایمکن تسییلہ علی العضو[2] اھ ولفظ الحلیۃ عن البدائع والتحفۃ والمحیط الرضوی والخانیۃ وغیرھا اذا صار غلیظا بحیث لایجری علی العضو[3] اھ

دوسرے یہ کہ عنایہ میں بھی ہے کہ جس پانی میں اُشنان وغیرہ پکائی جائے تو اس سے وضو جائز ہے سوائے اس کے کہ وہ اتنا گاڑھا ہو جائے کہ اس کو اعضا پر بہایا نہ جاسکے اھ اور حلیہ میں بدائع، تحفہ، محیط رضوی اور خانیہ وغیرہ سے ہے کہ جب وہ اتنا گاڑھا ہو جائے کہ اعضاء پر نہ بہہ سکے اھ اور تبیین، حلیہ اور درر

---

[1] العنایۃ مع فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء الخ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۳
و البنایۃ شرح ہدایۃ " " " مطبع امدادیہ مکہ مکرمہ ۱/ ۱۸۹
[2] عنایۃ مع الفتح " " " نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۴
[3] حلیہ

وفی التبیین والحلیۃ والدر[1] ان جری علی الاعضاء فالغالب الماء[1] اھ

الثالث قال المحقق فی الفتح لاباس بالوضوء بماء السیل مختلطا بالطین ان کانت رقۃ الماء غالبۃ فان کان الطین غالبا فلا[2] اھ وفی اجناس الناطفی والمنیۃ ان لم تکن رقۃ الماء غالبۃ لایجوز[3] اھ وفی الذخیرۃ و التتمۃ والحلیۃ الغلبۃ من حیث الاجزاء بحیث تسلب صفۃ الرقۃ من الماء وید لہا بضدھا وھی الثخونۃ[4] اھ وفی الخانیۃ فی ماء الزعفران والزردج ان صار متماسکا لایجوز[5] اھ وفی الخلاصۃ ان کان رقیقا یستبین الماء منہ یجوز وان صار نشاستج لایجوز[6] اھ وفی فتاوی الامام فقیہ النفس توضأ بماء السیل یجوز وان کان ثخینا کالطین لا[7] اھ وفی الھدایۃ والکافی فی مطبوخ الاشنان الا ان یغلب ذلک علی الماء فیصیر کالسویق

میں ہے کہ اگر وہ اعضاء پر جاری ہو تو غالب پانی ہی ہوگا اھ (ت)

تیسرے یہ کہ محقق نے فتح میں فرمایا وہ پانی جس میں کیچڑ ملی ہوئی ہو، اگر وہ اعضاء پر بہتا ہو تو اس سے وضوء میں حرج نہیں، اور اگر اس میں مٹی غالب ہو تو وضوء جائز نہیں اھ اور ناطفی کی اجناس میں اور منیہ میں ہے اگر پانی کی رقت غالب نہ ہو تو وضوء جائز نہیں اھ اور ذخیرہ، تتمہ، حلیہ میں ہے کہ اجزاء کے اعتبار سے غلبہ اس انداز میں کہ پانی کی رقت ختم ہوجائے اور اس کی ضد یعنی گاڑھا پن اس میں پیدا ہوجائے اھ اور خانیہ میں ہے زعفران اور زردج کا پانی اگر گاڑھا ہو تو وضوء جائز نہیں اھ اور خلاصہ میں ہے کہ اگر اتنا رقیق ہو کہ پانی اس سے الگ ظاہر ہوتا ہو تو وضوء جائز ہے اور اگر نشاستہ بن گیا ہو تو جائز نہیں اھ اور فقیہ النفس کے فتاوٰی (قاضیخان) میں ہے سیلاب کے پانی سے وضوء جائز لیکن اگر گاڑھا ہو تو جائز نہیں جیسے کیچڑ اھ اور ہدایہ اور کافی میں ہے

---

[1] تبیین الحقائق	کتاب الطہارۃ	الامیریہ ببولاق مصر	۱/۲۱
[2] فتح القدیر	الماء الذی یجوز بہ الوضوء	نوریہ رضویہ سکھر	۱/۶۵
[3] غنیۃ المستملی	احکام المیاہ	سہیل اکیڈمی لاہور	ص ۹۰
[4] فتاوٰی ذخیرۃ			
[5] قاضیخان	فیما لایجوز بہ التوضی	نولکشور لکھنؤ	۱/۹
[6] خلاصۃ الفتاوٰی	الماء المقید	"	۱/۸
[7] قاضیخان	فیما لایجوز بہ التوضی	"	۱/۹

المخلوط لزوال اسم الماء عنہ[1] اھ وفی الخانیۃ وان صار ثخینا مثل السویق لا[2] اھ وفی البدائع الا اذا صار غلیظا کالسویق المخلوط لانہ حینئذ یزول عنہ اسم الماء ومعناہ ایضا[3] اھ وفی الکافی ثم الھندیۃ اذا کان النبیذ غلیظا کالدبس لم یجز الوضوء بہ[4] اھ وفی الخلاصۃ ھذا (یرید الاختلاف فی جواز الوضوء) اذا کان حلوا رقیقا یسیل علی الاعضاء فان کان ثخینا کالرب لایجوز بالاجماع[5] اھ وفی البدائع عـہ ان کان غلیظا کالرب لایجوز بلاخلاف[6] اھ فظاھر الاول ان لایسری التغیر اصلا الی رقۃ الماء وسرعۃ سیلانہ۔

کہ وہ پانی جس میں اُشنان پکائی جائے، مگر یہ کہ وہ پانی پر ایسی غالب ہوجائے کہ وہ ستو بن جائے، کیونکہ اب اس پر پانی کا نام نہیں بولا جائے گا اھ اور خانیہ میں ہے اگر ستوؤں کی طرح گاڑھا ہوجائے تو وضو جائز نہیں اھ اور بدائع میں ہے کہ اگر ستوؤں کی طرح گاڑھا ہوجائے، کیونکہ اس صورت میں اس پر پانی کا نام نہیں بولا جائیگا اور نہ ہی معناً وہ پانی رہے گا اھ اور کافی، ہندیہ میں ہے کہ جب نبیذ گاڑھا ہو جیسا شیرہ تو اس سے وضوء جائز نہیں اھ اور خلاصہ میں ہے یہ (جواز وضو میں اختلاف مراد ہے) جبکہ میٹھا رقیق ہو اور اعضاء پر بہتا ہو اور اگر شیرہ کی طرح گاڑھا ہو تو بالاجماع جائز نہیں اھ اور بدائع میں ہے کہ جب شیرہ کی طرح گاڑھا ہوجائے تو بلاخلاف جائز نہیں اھ تو اول کا ظاہر یہ ہے کہ تغیر پانی کی رقّت کی طرف اور اس کی سرعتِ سیلان کی طرف سرایت نہ کرے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

عـہ قولہ فی البدائع بل تقدم ف ۱۰۰ عن الحلیۃ عنہا وعن التحفۃ والمحیط الرضوی والخانیۃ وغیرہا اذا صار غلیظا بحیث لایجری علی العضو الخ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

ان کا قول بدائع میں ہے بلکہ ۱۰۰ میں حلیہ کی نقل اُن سے گزری نیز تحفہ، محیط رضوی اور خانیہ وغیرہا سے ہے کہ جب اتنا گاڑھا ہوجائے کہ اعضاء پر نہ بہے الخ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] الہدایۃ	الماء الذی یجوز بہ الوضوء	عربیہ کراچی	۱/ ۱۸
[2] فتاوٰی قاضی خان	فصل فیما لایجوز بہ التوضی	نولکشور لکھنؤ	۱/ ۹
[3] بدائع الصنائع	مطلب الماء المقید	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/ ۱۵
[4] فتاوٰی ہندیہ	فصل فیما لایجوز بہ التوضوء	نورانی کتب خانہ پشاور	۱/ ۲۲
[5] خلاصۃ الفتاوٰی	الماء المقید	نولکشور لکھنؤ	۱/ ۹
[6] بدائع الصنائع	"	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/ ۱۷

اقول ولیس مراداقطعا فان ماء المد الحامل للطین والتراب والرمل والغثاء یستحیل ان یبقی علی رقۃ الصافی وقد اعترف انہ باق علی رقتہ واصل سیلانہ وظاہر الثانی الاکتفاء بنفس السیلان وقد اکدہ فی العنایۃ بزیادۃ الامکان فلم یخرج الاما بلغ مبلغ الجامدات حتی خرج عن صلاحیۃ الاسالۃ اصلا فھو مع الاول علی طرفی نقیض۔

میں کہتا ہوں یہ قطعاً مراد نہیں، کیونکہ سیلاب کے پانی میں کیچڑ، مٹی، ریت اور کوڑا کرکٹ ملا ہوا ہوتا ہے اور محال ہے کہ صاف پانی کی سی رقت پر باقی رہے اور وہ اعتراف کرچکے ہیں کہ وہ اپنی رقت اور اصل سیلان پر باقی ہے اور دوسرے کا ظاہر نفس سیلان پر اکتفاء کرنا ہے اور اس کو عنایہ میں زیادۃ امکان سے مؤکد کیا ہے تو وہ اُسی حد تک پہنچا جس حد تک جامدات پہنچتے ہیں، یہاں تک کہ وہ اسالت کی صلاحیت سے بالکل خارج ہوگیا تو وہ اول کے ساتھ نقیض کے دو طرفوں پر ہے۔ (ت)

اقول ولیس مراداقطعا فان الطین والنشا والسویق المخلوط والدبس والرب من المائعات الممکن تسییلھا واذا بلغ الماء الی ھذہ الحال لایشک احد فی ما حدث لطبعہ من التغیر والزوال وھل تری احدا یسمی الطین والسویق ماء فالصواب ھو الثالث المنصوص علیہ صریحا فی کلام کبار الائمۃ والثانی یرجع الیہ باقرب تاویل کما تقدمت الاشارۃ الیہ فی صدر الکلام۔

میں کہتا ہوں وہ قطعاً مراد نہیں کیونکہ کیچڑ اور نشا (گارا) اور مخلوط ستّو، شیرہ اور راب ایسے مائعات میں سے ہے جن کا بہانا ممکن ہے اور جب پانی اس حال پر پہنچ جائے تو کوئی بھی اس کی طبیعت میں پیدا ہونے والے تغیر اور زوال پر شک نہیں کرے گا، کیا کوئی ستّوؤں اور کیچڑ کو پانی کہتا ہے؟ تو صحیح تیسرا ہے جس کی صراحت بڑے بڑے ائمہ کے کلام میں موجود ہے، اور دوسرا اس کی طرف قریب ترین تاویل سے رجوع کرتا ہے جیسا کہ اس کی طرف صدر کلام میں اشارہ گزرا ہے۔ (ت)

بقی الاول **فاقول** کلام العنایۃ فیہ قریب غیر بعید فانہ لم یفسرہ تفسیر الغنیۃ بزیادۃ ماقبل المخالطۃ الا ان ناقض کلامہ فی الثانی وکلام الغنیۃ یفسرہ ھکذا وقد تفرد بہ عہ فیما اعلم ثم یجعل ماء المد

پہلا باقی رہا تو میں کہتا ہوں عنایہ کا کلام اس میں قریب ہے دُور نہیں کیونکہ انہوں نے اس کی تفسیر غنیہ کی طرح نہ کی، اور اس میں مخالطہ سے ماقبل کا اضافہ نہیں کیا ورنہ ان کا کلام دوسرے میں متناقض ہوتا ہے، اور وہ اس میں متفرد ہیں عہ جیسا کہ میں جانتا ہوں پھر سیلاب کے

عہ انما وافقہ من اتی بعدہ کلام

عہ ان کی موافقت ان لوگوں نے کی ہے جو ان کے بعد

(باقی برصفحہ آیندہ)

كالامخالط فادنى احواله الاضطراب فالماخوذ ما نص عليه الاصحاب ۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔

پانی کو اس پانی کی طرح کرتے ہیں جو مخلوط نہ ہو، تو کم از کم اضطراب تو ہے ہی، تو ماخوذ وہی ہے جس پر اصحاب نے نص کی ہے، واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔ (ت)

ثم اقول وباللہ التوفیق ہماری تقریر سابق سے واضح ہوا کہ مائعات دو قسم ہیں، ایک وہ جن کے اجزا میں اصلاً تماسک نہیں جیسے نتھرا پانی، دوسری جن میں نوع تماسک ہے جیسے شہد۔ یہاں سے جس طرح اُن کی رقت وغلظت کا فرق پیدا ہوتا ہے کہ اوّل اپنے اتصال حسی کو بہت باریک اجزار پر تقسیم کرسکتا ہے بخلاف ثانی یُوں ہی اُن کے سیلان میں بھی تفاوت آئے گا اول جب جگہ پائے گا بالکل منبسط ہوجائیگا دَل اصلاً نہ رہے گا کہ اجزاء جو عدمِ وسعت کے سبب زیر و بالا متراکم تھے وسعت پاکر سب پھیل جائیں گے کہ ہر جز طالب مرکز ہے اگر اجزائے بالا بالا ہی رہیں بہ نسبت اجزائے زیریں مرکز سے دُور ہوں گے جگہ پاکر بلا مانع دور رہنا مقتضائے طبیعت سے خروج ہے کہ عادۃً ممکن نہیں خلافاً للجھلۃ الفلاسفۃ الذین یحیلونہ عقلا لان الفاعل عندھم موجب وعندنا مختار تعٰلی اللہ عما یقول الظلمون علوا کبیرا وسبحٰن اللہ رب العرش عما یصفون (اس میں جاہل فلاسفہ کا اختلاف ہے، جو اس کو عقلاً محال قرار دیتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک فاعل موجب ہے اور ہمارے نزدیک مختار ہے تعالی اللہ عما یقول الظلمون علوا کبیرا وسبحان اللہ رب العرش العظیم۔ ت) بخلاف ثانی کہ اجزا میں ایک نوع تماسک کے سبب سب نہ پھیل سکیں گے ختم سیلان پر بھی مبدء سے منتہی تک ایک اُبھرا ہُوا جرم نظر آئیگا جیسا کہ مرئی ومشاہد ہے کہ اگر پختہ زمین یا تختہ یا سینی یا لوہے کی چادر پر شہد بہائیے بہا ؤ رُکنے پر بھی یہاں سے وہاں تک اُس سطح سے اونچا شہد کا ایک دَل قائم رہے گا جسے خشک ہونے کے بعد چھیل سکتے ہیں بے اس کے کہ زمین کا کچھ حصہ چھیلے لیکن اگر پانی بہائیے اور پُورا بہہ جانے سے کوئی روک نہ ہو تو ختم سیلان کے وقت اُس سطح پر اول تا آخر ایک تری کے سوا پانی کا کوئی دَل نہ رہے گا ہمارے ائمہ اسی قسم اول کا نام رقیق اور ثانی کا کثیف رکھتے ہیں فقیر اسے روشن دلیل سے واضح کرے **فاقول** وباللہ التوفیق یہ دلیل ایک قیاس مرکب ہے تین مقدمات پر مشتمل:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اصولی بحر العلوم قال فی الارکان الاربعۃ الغلبۃ بالاجزاء بان تذھب رقۃ الماء علی ما کان الماء علیھا اھ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

آئے ہیں، بحر العلوم نے ارکان اربعہ میں فرمایا اجزاء کے ساتھ غلبہ یہ ہے کہ پانی کی رقت ختم ہو جائے۔ اس طور پر کہ پانی کے اجزاء مخالط کے اجزاء پر غالب ہوں (ت)

عہ لکن سیأتی بتوفیق اللہ تعالٰی التوفیق البازغ فانتظر ۱۲ منہ غفرلہ (م)

انتظار کرو اللہ تعالٰی کی مدد سے اس کی روشن توفیق آتی ہے۔ (ت)

لہ رسائل الارکان فصل فی المیاہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۲۴

مقدمہ اولٰی ہمارے ائمہ نے باب نجاسات میں دو قسمیں فرمائی ہیں جرم دار و بے جرم، اول کی مثال لید وغیرہ سے دیتے ہیں اور دوم کی بول و خمر وغیرہما سے امام برہان الدین فرغانی ہدایہ میں فرماتے ہیں:

نجاسۃ لہا جرم کالروث وما لاجرم لہ کالخمر[1]۔

کوئی نجاست ایسی ہو کہ اُس کا جرم (جسم) ہو جیسے لید اور وہ جس کا جرم نہ ہو جیسے شراب۔ (ت)

عنایہ میں ہے:

النجاسۃ اما ان یکون لہا جرم کالروث او لا کالبول[2]۔

نجاست کا یا جرم ہوگا جیسے لید یا نہ ہو جیسے پیشاب۔ (ت)

امام ملک العلماء بدائع میں فرماتے ہیں:

الواقع فی البئر اما ان یکون مستجسدا او غیر مستجسد فان کان غیر مستجسد کالبول والدم والخمر ینزح ماء البئر الخ[3]۔

کنویں میں گرنے والی چیز یا تو جسم والی ہوگی یا غیر جسم والی، اگر غیر جسم والی ہو جیسے پیشاب، خون اور شراب، تو کنویں کا تمام پانی نکالا جائیگا۔ (ت)

مسئلہ کفش و موزہ میں متون و شروح و فتاوی عامہ کتب مذہب نے یہی ذی جرم و بیجرم کی تقسیم فرمائی اور ایسی مثالیں دی ہیں از انجملہ امام فقیہ النفس خانیہ میں فرماتے ہیں:

www.alahazratnetwork.org

الخف اذا اصابتہ نجاسۃ ان کانت مستجسدۃ کالروث والمنی یطہر بالحک وان لم تکن مستجسدۃ کالخمر والبول لا یطہر الا بالغسل وعن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی اذا لقی علیہا ترابا فمسحہا یطہر لانہا تصیر فی معنی المستجسدۃ وبہ ناخذ[4]۔

موزے پر اگر نجاست لگ جائے تو اگر وہ جسد والی ہو جیسے لید اور منی، تو وہ رگڑ دینے سے پاک ہوجائے گی اور اگر جسد والی نہ ہو جیسے شراب اور پیشاب، تو دھوئے بغیر پاک نہ ہوگی اور ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر اس پر مٹی ڈال کر رگڑے تو پاک ہوجائے گی کیونکہ اب یہ معنیً جسد والی ہوجائے گی، اور ہم اسی کو لیتے ہیں۔ (ت)

---

[1] ہدایۃ باب الانجاس وتطہیرہا مطبع عربیہ کراچی ۱/۵۶

[2] العنایۃ مع فتح القدیر " " مطبع نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۷۱

[3] بدائع الصنائع اما بیان المقدار الذی یصیر بہ المحل نجسا مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۶

[4] فتاوٰی خانیہ المعروف قاضیخان فصل فی النجاسۃ التی تصیب الثوب والخف او البدن ۱/۱۳

اب ہم دکھاتے ہیں کہ اُن کے نزدیک ادھر تو ذی جرم اور کثیف وثخین وغلیظ کہ مقابل رقیق ہیں اُدھر خود بے جرم رقیق ایک معنی رکھتے ہیں،

اوّلاً کتابوں میں واحد سے اختلاف تعبیر،

(۱) امام طاہر بخاری نے خلاصہ میں اسی حکم اخیر خانیہ کو ان لفظوں سے ادا فرمایا:

غیرالمنی من النجاسات ان کانت رقیقۃ کالخمر والبول لایطھر الا بالماء وعن ابی یوسف اذا القی التراب علی الخف فمسحھا یطھر لانہ یصیر فی معنی المستجسدۃ[1]۔

نجاستوں میں منی کے علاوہ اگر رقیق ہو جیسے شراب اور پیشاب، تو صرف پانی سے ہی پاک ہوگا، اور ابویوسف سے ایک روایت ہے کہ جب موزے پر مٹی ڈالی گئی اور اس کو پونچھ دیا گیا تو وہ پاک ہوجائے گا کیونکہ وہ معنیً متجسد ہوگئی۔ (ت)

(۲) نجاست غلیظہ میں اعتبار مساحت ووزن درہم کہ رقیق وکثیف پر منقسم جس کی بعض عبارات بحث سوم میں گزریں، اور ہدایہ میں ہے،

قیل فی التوفیق بینہما ان الاولی فی الرقیق والثانیۃ فی الکثیف[2]۔

ان دونوں میں تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ پہلی رقیق میں ہے اور دوسری کثیف میں ہے (ت)

کافی میں ہے،

قال الفقیہ ابوجعفر الاولی فی الرقیق والثانیۃ فی الکثیف وھوالصحیح[3]۔

فقیہ ابوجعفر نے فرمایا، پہلی رقیق میں ہے اور دوسری کثیف میں ہے اور وہی صحیح ہے۔ (ت)

اسی طرح وقایہ ونقایہ واصلاح وملتقی وخلاصہ وبزازیہ وجوہرہ نیرہ وجواہراخلاطی وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے:

وعبرفی الجوھرۃ الکثیف بالثخین وفی الجواھر بالغلیظ وزاد ھوالصحیح من المذھب[4]۔

اور جوہرہ میں کثیف کو ثخین سے تعبیر کیا ہے اور جواہر میں غلیظ سے، اور یہ زیادہ کیا کہ یہی صحیح مذہب ہے (ت)

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی فصل فی الغسل والثوب والدھن الخ نولکشور لکھنؤ ۴۲/۱

[2] الہدایۃ باب الانجاس مطبوعہ عربیہ کراچی ۵۷/۱

[3] کافی [4] الجوہرۃ النیرۃ باب الانجاس امدادیہ ملتان ۴۵/۱

www.alahazratnetwork.org

امام ملک العلماء نے اسے یوں تعبیر فرمایا : 5

قال الفقیہ ابو جعفر الھندوانی اذا اختلفت عبارات محمد فی ھذا فنوفق و نقول اراد بذکر العرض تقدیر المائع کالبول و الخمر وبذکر الوزن تقدیر المستجسد[1]۔

فقیہ ابو جعفر ہندوانی نے فرمایا جب محمد کی عبارات مختلف ہوجائیں تو ہم تطبیق دیں گے اور کہیں گے کہ انہوں نے عرض (چوڑائی) کے ذکر سے مائع کا اندازہ مراد لیا جیسے پیشاب اور شراب اور وزن سے جسم والی کی مقدار کا ارادہ کیا۔ (ت)

(۳) بعینہٖ اسی طرح امام زیلعی نے اول کو مائع دوم کو مستجسد سے تعبیر کرکے فرمایا وھذا ھو الصحیح[2] (اور یہی صحیح ہے۔ ت)

(۴) اسی طرح مراقی الفلاح میں ہے :

عفی قدر الدرھم وزنا فی المستجسدۃ ومساحۃ فی المائع[3]

مراقی الفلاح میں ایک درہم وزن کی مقدار نجاست متجسدہ میں معاف ہے اور ایک درہم کی مساحت مائع میں۔ (ت)

(۵) یہی فتاوٰی امام قاضی خاں میں یوں ہے :

فی المستجسدۃ کالروث یعتبر وزنا و فی غیر المستجسدۃ کالبول والخمر والدم بسطا[4]

اور نجاست متجسدہ میں جیسے لید وزن کا اعتبار کیا جائیگا اور غیر متجسدہ میں پھیلاؤ کا جیسے پیشاب، شراب اور خون۔ (ت)

ثانیاً کتابوں سے نقل میں تغییر تعبیر۔

(۶) ہندیہ میں ہے :

الصحیح ان یعتبر بالوزن فی المستجسدۃ وبالمساحۃ فی غیرھا ھکذا فی التبیین

صحیح یہ ہے کہ متجسد نجاست میں وزن سے اعتبار کیا جائے گا اور اس کے غیر میں مساحت سے

---

[1] بدائع الصنائع — المقدار الذی یصیر المحل بہ نجساً — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/۸۰
[2] تبیین الحقائق — باب الانجاس — الامیریہ بولاق مصر — ۱/۷۳
[3] مراقی الفلاح — باب الانجاس والطہارۃ — الازہریہ مصر — ص ۸۹
[4] قاضی خاں — فصل فی النجاسۃ التی تصیب الثواب الخ — نولکشور لکھنؤ — ۱/۱۰

والکافی واکثر الفتاوی[1]۔ اسی طرح تبیین، کافی اور اکثر فتاوٰی میں ہے۔ (ت)

حالانکہ کافی میں رقیق او ر تبیین میں مائع کا لفظ تھا کما علمت۔

ثالثاً علماء کا اپنے ہی کلام میں تفنن تعبیر۔

(۷) بحر میں ہے:

اشتراط الجرم قول الکل لانہ لو اصابہ بول فیبس لم یجزہ حتی یغسلہ لان الاجزاء تتشرب فیہ فاتفق الکل علی ان المطلق (ای الاذی الذی یصیب الخف مقید فقیدہ ابو یوسف بغیر الرقیق وقیداہ بالجرم والجفاف[2]۔

جرم کی شرط لگانا تمام کا قول ہے کیونکہ اگرکسی کو پیشاب لگ گیا اور خشک ہوگیا تو بلا دھوئے کام نہیں چلے گا کیونکہ پیشاب کے اجزاء اس میں جذب ہوجاتے ہیں تو کُل کا اس امر پر اتفاق ہے کہ مطلق (یعنی وہ گندگی جو موزے کو لگی ہے وہ مقید ہے تو ابو یوسف نے اس کو غیر رقیق سے مقید کیا اور ان دونوں نے اس کو جرم اور خشک ہونے سے مقید کیا۔ (ت)

اس پر منحۃ الخالق میں فرمایا:

الحاصل انھم اتفقوا علی التقیید بالجرم وانفرد ابو حنیفۃ ومحمد بزیادۃ الجفاف[3]۔

حاصل یہ ہے کہ وہ سب جرم کی قید لگانے پر متفق ہیں اور ابو حنیفہ اور محمد خشک ہونے کی قید لگانے میں متفرد ہیں۔ (ت)

(۸) اسی میں ہے:

لم یعف عن التشرب فی الرقیق لعدم الضرورۃ اذ قد جوز واکون الجرم من غیرھا بان یمشی بہ علی رمل او تراب فیصیر لھا جرم[4]۔

رقیق میں سرایت کرنے کی وجہ سے معاف نہیں کہ وہاں ضرورت نہیں اس لیے کہ انہوں نے اس امر کو جائز قرار دیا ہے کہ جرم اس کے غیر سے ہو بایںطور کہ ریت یا مٹی پر چلے اور جرم حاصل ہوجائے۔ (ت)

---

[1] تبیین الحقائق باب الانجاس الامیریہ بولاق مصر ۱/۷۳
و فتاوٰی ہندیہ الفصل الثانی فی الاعیان نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۴۵
[2] تبیین الحقائق باب الانجاس الامیریہ مصر ۱/۷۳
[3] بحرالرائق باب الانجاس ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۲۳
[4] منحۃ الخالق مع البحرالرائق باب الانجاس " " ۱/۲۲۳
[5] بحرالرائق " " " " ۱/۲۲۴

(۹) فتح القدیر میں ہے ،

الحاصل بعد ازالۃ الجرم کالحاصل قبل الذلک فی الرقیق[1]

جرم کو زائل کرنے کے بعد وہی چیز حاصل ہوگی جو رقیق میں جرم کو زائل کئے بغیر ہوتی ہے ۔ (ت)

(۱۰) غنیہ میں ہے ،

عمل ابو یوسف باطلاقہ الا انہ استثنی الرقیق کما قال المصنف (وان لم یکن لہا جرم کالبول والخمر فلابد من الغسل) بالاتفاق[2]

ابو یوسف نے اس کے اطلاق پر عمل کیا البتہ انہوں نے رقیق کا استثناء جیسا کہ مصنف نے فرمایا (اور اگر اس کا جرم نہ ہو جیسے پیشاب اور شراب تو اس کا دھونا لازم ہے) بالاتفاق ۔ (ت)

(۱۱) اُسی میں حدیث مطلق نقل کرکے قید لہا جرم کی تعلیل میں فرمایا ،

قال فی الکفایۃ وغیرہا خرجت النجاسۃ الرقیقۃ من اطلاق الحدیث بالتعلیل[3] الخ

کفایہ وغیرہ میں ہے رقیق نجاست حدیث کے اطلاق سے تعلیل کی وجہ سے نکل گئی الخ (ت)

(۱۲) اُسی میں ہے ،

من اصاب نعلہ النجاسۃ الرقیقۃ اذا تجسد بالتراب او الرمل لو مسحہ یطہر[4]

جس کے جوتے کو رقیق نجاست لگی پھر مٹی یا ریت کی وجہ سے متجسد ہوگئی اب اگر وہ اس کو رگڑے تو پاک ہو جائیگی (ت)

(۱۳) اُسی میں ہے ،

المختار للفتوی الطہارۃ بالدلک فی الخف ونحوہ سواء کانت ذات جرم من نفسہا او بغیرہا کالرقیقۃ المستجسدۃ بالتراب رطبۃ کانت اویابسۃ[5]

فتوٰی کے لیے مختار موزہ وغیرہ کی طہارت میں یہ ہے کہ اس کو رگڑ لیا جائے چاہے خود اُس کا اپنا جرم ہو یا کسی اور کی وجہ سے جیسے وہ جو مٹی میں مل جانے کی وجہ سے جسم والی ہو جائے خواہ تر ہو یا خشک ۔ (ت)

[1] فتح القدیر	باب الانجاس	نوریہ رضویہ سکھر	۱/۱۷۲
[2] غنیۃ المستملی	الشرط الثانی الطہارۃ	سہیل اکیڈمی لاہور	ص ۱۷۸
[3] " "	" " "	" " "	"
[4] " "	" " "	" " "	"
[5] " "	" " "	" " "	ص ۱۷۹

(۱۴) حلیہ میں اسی مسئلہ اصابتہ نجاسۃ لہا جرم پر حدیث سے استدلال کرکے فرمایا:

ھذا الاطلاق حجۃ لابی یوسف فی مساواتہ بین الرطب والیابس نعم علی ابی یوسف ان یقول بالطہارۃ فی الرقیق ایضا لان الاطلاق یتناولہ کما یتناول الکثیف مطلقا[1]

یہ اطلاق ابو یوسف کی حجت ہے وہ رطب و یابس میں فرق نہیں کرتے ہیں، اس کے علاوہ ابو یوسف پر لازم ہے کہ وہ رقیق میں بھی طہارت کا قول کریں کیونکہ اطلاق کثیف کی طرح اس کو بھی شامل ہے۔ (ت)

(۱۵) اُسی میں اس سے جواب اور اُس پر بحث نقل کرکے فرمایا:

علی ان فی البدائع ان ابا یوسف فی روایۃ عنہ سوی فی طہارتہ بین ان تکون مستجسدۃ او مائعۃ[2]

علاوہ ازیں بدائع میں ہے کہ ابو یوسف کی ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے جسم والی اور مائع میں مساوات رکھی ہے۔ (ت)

رابعاً صریح تفسیر۔

(۱۶) تنویر میں تھا: عفی عن قدر درھم فی کثیف[3] (ایک درہم کی مقدار کثیف میں معاف ہے۔ ت) درمختار میں اس کی تفسیر کی لہ جرم[4] (جس کے لیے جرم ہو۔ ت) ردالمحتار میں ہے، قولہ لہ جرم تفسیر الکثیف[5] (ان کا قول لہ جرم کثیف کی تفسیر ہے۔ ت)

(۱۷) جامع الرموز میں ہے: الکثیف مالہ جرم والرقیق مالا جرم لہ[6] (کثیف وہ ہے جس کا جرم ہو اور رقیق وہ ہے جس کا جرم نہ ہو۔ ت) شامی میں حلیہ سے ہے:

عدمنہ (ای ممالہ جرم) ف الھدایۃ الدم وعدہ قاضیخان مما لیس لہ جرم ووفق فی الحلیۃ بحمل الاول علی

شمار کیا گیا ہے اس سے (یعنی اس سے جس کا جرم ہو) ہدایہ میں ہے خون کو اور اس کو قاضیخان نے اس میں شمار کیا جس کا جرم نہ ہو۔ اور حلیہ میں اس طرح توفیق

---

[1] حلیہ

[2] حلیہ

[3] درمختار باب الانجاس مجتبائی دہلی ۱/۵۴

[4] 〃 〃 〃 〃

[5] ردالمحتار 〃 مصطفی البابی مصر ۱/۲۳۳

[6] جامع الرموز فصل یطہر الشیئ اسلامیہ گنبد ایران ۱/۱۵۲

www.alahazratnetwork.org

ما اذا کان غلیظا والثانی علی ما اذا کان رقیقا اھ وھذا یؤدی مؤدی التفسیر وان لم یکن سوقہ لہ[1]۔

کی گئی ہے کہ اول کو غلیظ پر محمول کیا جائے اور دوسرے کو رقیق پر یہ تفسیر کا فائدہ دیتا ہے اگرچہ اس کا اس کے لیے سیاق نہیں ہے۔ (ت)

بالجملہ اصطلاحِ فقہائے کرام میں رقیق و بے جرم ایک چیز ہیں۔

مقدمہ ثانیہ جسم کثیف ہو خواہ رقیق اُس کا بے جرم ہونا کیونکر متصور کہ جرم وجسم ایک شے ہیں اور اگر جرم بمعنی ثخن لیجئے یعنی عمق جسے دَل کہتے ہیں تو جسم کو اُس سے بھی چارہ نہیں کہ اُس میں ابعاد ثلثہ ضرور ہیں لہذا خود علماء نے اس کی تفسیر فرمائی کہ بے جرم سے یہ مراد کہ خشک ہونے کے بعد مثلاً بدن یا کپڑے کی سطح سے اُبھرا ہوا اُس کا کوئی دَل محسوس نہ ہو اگرچہ رنگ نظر آئے۔ ان مباحث میں اسی کو غیر مرئی بھی کہتے ہیں یعنی بنظرِ جرم نہ بنظرِ لون۔ تبیین الحقائق و بحرالرائق و مجمع الانہر و فتح اللہ المعین و طحطاوی علی المراقی و ردالمحتار وغیرہا میں ہے:

الفاصل بینھما ان کل ما یبقی بعد الجفاف علی ظاھر الخف فھو جرم وما لا یری بعد الجفاف فلیس بجرم اھ[2]۔

دونوں میں فصل کرنے والی چیز یہ ہے کہ جو خشک ہونے کے بعد موزے کے ظاہر پر نظر آئے تو وہ ذی جرم ہے اور جو خشک ہونے کے بعد نظر نہ آئے وہ ذی جرم نہیں ہے۔ (ت)

اقول لم یرد بظاھرہ ظھرہ المقابل لبطنہ فلا اختصاص الحکم بہ بل بطنہ ھو الاکثر اصابۃ انما اراد السطح الظاھر من ظھرہ وبطنہ وقید بہ تحرزا عما یتشربہ داخل الخف فانہ لایختص بذی الجرم بل التشرب من الرقیق اکثر وانما احتاج الیہ لقولہ یبقی ولو قال یری لاستغنی عنہ کما فی مقابلہ فان البصر لایدرک الا ما علی الظاھر ولذا اسقطہ السیدان الازھری وط لابدالھما الباقی بالمرئی ومن اغفل ھذا ابدل وابقی کما

میں کہتا ہوں انہوں نے اس کے ظاہر سے اس کی پشت کا ارادہ نہیں کیا ہے کیونکہ حکم اس کے ساتھ ہی مختص نہیں بلکہ پشت کے اندرونی حصہ کو زیادہ پہنچتا ہے بلکہ ان کا ارادہ اس کی ظاہری سطح ہے خواہ پشت ہو یا باطن، اور یہ قید اس لیے لگائی تاکہ اس سے احتراز ہو سکے جس کو موزہ کا داخلی حصہ جذب کر لیتا ہے کیونکہ یہ جرم دار شَے کے ساتھ مختص نہیں ہے، بلکہ رقیق میں جذب زیادہ ہوتا ہے اور اس کی ضرورت اس لیے ہوئی کہ انہوں نے یبقی فرمایا ہے اگر وہ یُریٰ فرماتے تو اس کی ضرورت نہ ہوتی جیسا کہ اس کے مقابل میں ہے

---

[1] ردالمحتار باب الانجاس مطبعۃ مصطفی البابی مصر ۱/۲۲۳

[2] تبیین الحقائق " مطبعۃ امیریہ بولاق مصر ۱/۷۱

قال فی مجمع الانھر کل مایری بعد الجفاف علی ظاھر الخف فھو ذو جرم[1] الخ واعجب منه صنیع العلامة ش اذ قال فی الدر ھو کل مایری بعد الجفاف فقال ای علی ظاھر الخف[2] کانه قید سقط عن الدر فزادہ ۔

کیونکہ آنکھ تو صرف مقابل آنے والی چیز کا ادراک کرتی ہے اس لیے ازہری اور ط نے اس قید کو ساقط کردیا، کیونکہ انہوں نے باقی کو مرئی سے بدل دیا ہے اور جس نے اس سے غفلت کی اُسے بدلا اور باقی رکھا، جیسا کہ مجمع الانہر میں ہے ہر وہ چیز جو خشک ہونے کے بعد موزہ کے ظاہر پر نظر آئے وہ جرم دار ہے الخ اور اس سے زیادہ عجیب وہ ہے جو علامہ ش نے کیا' جب مصنف نے دُر میں یہ فرمایا "وہ ایسی چیز ہے جو خشک ہونے کے بعد نظر آتی ہے" اس پر ش ' نے فرمایا یعنی موزہ کے ظاہر پر، گویا قید دُر سے ساقط ہوگئی ہے، تو انہوں نے اس کو زائد کردیا۔ (ت)

فتاوٰی ذخیرہ پھر حلیہ و بحر و عبدالحلیم میں ہے:

المرئیة ھی التی لھا جرم وغیر المرئیة ھی التی لاجرم لھا[3]

مرئیہ جرم دار کو کہتے ہیں اور غیر مرئیہ اس کو جس کا جسم نہ ہو۔ (ت)

شرح طحاوی و فتاوٰی صغرٰی و تتمہ و منبع پھر بترتیب ان کے حوالہ سے عبدالعلی برجندی و شمس قہستانی و ابن امیر الحاج حلبی و عبدالحلیم رومی نے غیر مرئیہ میں زائد فرمایا:

سواء کان لھا لون اولم یکن[4]

www.alahazratnetwork.org

ذخیرۃ العقبٰی میں ہے:

ذی جرم ھو کل مایبقی بعد الجفاف علی ظاھر الخف سواء کان جرمه من نفسه کالنجس المتعارف والدم والمنی والروث اومن غیرہ کالبول والخمر المتجمد بالرمل اوالتراب اوالرماد بان مشی علیھا فالتصق بالخف اوجعل علیه شئ منھا[5]

جرم دار وہ نجاست ہے جو خشک ہونے کے بعد موزے کے ظاہر پر نظر آئے خواہ اس کا جرم اسی کا ہو جیسے معروف نجاستیں، اور خون، منی اور لید یا اس کے غیر سے ہو جیسے پیشاب اور شراب جو ریت یا مٹی یا راکھ میں ملنے کی وجہ سے جرم دار ہوگیا ہو، مثلاً اس پر چلا اور وہ موزے میں لگ گیا یا خود موزے پر ڈال لیا۔ (ت)

---

[1] مجمع الانہر باب الانجاس دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۵۸
[2] ردالمحتار باب الانجاس مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۲۷
[3] بحرالرائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۳۶
[4] جامع الرموز فصل یطہر الشئ مطبع اسلامیہ گنبد ایران ۱/ ۹۵
[5] ذخیرۃ العقبٰی باب الانجاس الامیریہ مصر ۱/ ۲۴۱

اس تمام مضمون کو مع زیادت افادات فتوی درمختار نے ان معدود لفظوں میں افادہ کیا:

(ذی جرم) ھو کل ما یری بعد الجفاف ولو من غیرھا کخمر وبول اصاب تراب بہ یفتی اھ[1]

جرم دار وہ نجاست ہے جو خشک ہونے کے بعد نظر آئے خواہ اس کے غیر سے ہو جیسے شراب اور پیشاب جس میں مٹی مل گئی ہو، اسی پر فتوی ہے۔ (ت)

اقول ولو اسقط ھو کل ما[عہ] لکان اخصر واظھر۔

میں کہتا ہوں اگر وہ "کل ما" کو ساقط کردیتا تو یہ مختصر ہوجاتا اور زیادہ اظہر ہوتا۔ (ت)

اس پر طحطاوی نے زائد کیا:

وما لایری بعد الجفاف فلیس بذی جرم[2] اھ

اور وہ جو خشک ہونے کے بعد نظر نہ آئے وہ جرم دار نہیں۔ (ت)

اقول واکتفی الدر عنہ بالمفھوم (میں کہتا ہوں صاحبِ در نے اس کے مفہوم پر اکتفا کیا ہے۔ ت)

شامی نے کہا:

مفادہ ان الخمر والبول لیس بذی جرم مع انہ قد یری اثرہ بعد الجفاف فالمراد بذی الجرم ما تکون ذاتہ مشاھدۃ بحس

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیشاب اور شراب جرم دار نہیں حالانکہ ان کا اثر کبھی خشک ہونے کے بعد بھی نظر آتا ہے تو جرم دار سے مراد وہ ہے جس کی

www.alahazratnetwork.org

عہ اما کونہ اخصر فظاھر واما کونہ اظھر واحسن فلان رؤیۃ الشیئ تعم رؤیتہ بلونہ بل لا رؤیۃ ھھنا الا ھکذا فیوھم تناول ملون لایبقی لہ بعد الجفاف جرم شاخص فوق المصاب بخلاف ما اذا اسقط لانہ یصیر صفۃ لجرم فیصیر نصا فی المقصود ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اس کا مختصر ہونا تو ظاہر ہے اور اس کا اظہر واحسن ہونا یہ بھی ظاہر ہے کیونکہ کسی چیز کا دیکھنا اس کے رنگ کے دیکھنے کو بھی شامل ہے، بلکہ اس کی رؤیت یہاں اسی طرح ہے، تو اس سے وہم ہوتا ہے کہ یہ اُس رنگین کو شامل ہے جو خشک ہونے کے بعد باقی نہیں رہتا ہے یعنی اس کا ابھرا ہوا جرم نہیں رہتا ہے بخلاف اس کے کہ اگر اس کو ساقط کردیا جائے کیونکہ یہ جرم کی صفت ہوجائے گا تو یہ مقصود میں نص ہوگا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] درمختار باب الانجاس مجتبائی دہلی ۱/۵۲

[2] طحطاوی علی الدر المختار " بیروت ۱/۱۵۷

البصر و بغیرہ مالایکون کذلک کما سنذکرہ مع مافیہ من البحث[1]

ذات کا آنکھ سے مشاہدہ ہوسکے اور غیر جرم دار وہ ہے جو ایسی نہ ہو جیسا کہ ہم اس کو مع بحث کے ذکر کریں گے (ت)

درمختار کی عبارت مذکورہ نمبر ۱۲ پر شامی میں ہے:

المراد بذی الجرم ماتشاھد بالبصر ذاتہ لا اثرہ[عہ] کما مریأتی[2]۔

ذی جرم سے مراد وہ ہے جس کی ذات آنکھ سے نظر آئے، نہ کہ اس کا اثر، جیسا کہ گزرا۔ (ت)

اسی طرح حلیہ میں ہے کما سیأتی۔

تحقیق شریف فتح بہ اللطیف علی عبدہ الضعیف بفضلہ المنیف اعلم ان ھذا المقام زلت فیہ اقدام اقلام

یہ تحقیق ہے جو اللہ تعالٰی نے اپنے فضل سے اپنے کمزور بندے پر ظاہر فرمائی جان لے کہ یہ وہ مقام ہے جہاں قلموں کے قدم پھسل جاتے ہیں۔ (ت)

فالاول قال الامام اکمل الدین البابرتی رحمہ اللہ تعالٰی فی العنایۃ عند قول الھدایۃ فی مسألۃ تطھیر النجاسۃ بازالۃ العین والغسل الی غلبۃ الظن بالطھارۃ النجاسۃ ضربان مرئیۃ و غیر مرئیۃ الخ مانصہ الحصر ضروری لدورانہ

اول، امام اکمل الدین بابرتی نے عنایہ میں فرمایا ہدایہ میں جہاں یہ ذکر ہے کہ نجاست کی تطہیر کے لیے نجاست کا دور کرنا اور دھونا ضروری ہے تاکہ طہارت کا غلبۂ ظن ہوجائے، یہاں بابرتی نے کہا کہ نجاست کی دو قسمیں ہیں مرئیہ اور غیر مرئیہ الخ ان کی نص یہ ہے کہ حصر ضروری ہے اس لیے کہ نفی اور

عہ **اقول** ای مایشاھد اثرہ یعم مالایشاھد منہ الا الاثر فھو عطف علی ما تشاھد بحذف متعلقہ لا علی ذاتہ کما یتوھم فیکون عدم رؤیۃ الاثر شرطا فی ذی الجرم ولیس کذلک ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اقول یعنی جس طرح اس کا اثر دیکھا جاتا ہے تاکہ اس کو بھی عام ہو جس کا مشاہدہ نہیں کیا جاتا ہے صرف اس کے اثر کا مشاہدہ ہوتا ہے تو اس کا عطف ماتشاھد پر ہے اس کا متعلق محذوف ہے "ذاتہ" پر عطف نہیں جیسا کہ وہم کیا گیا ہے، تو اثر کا نہ دیکھا جانا جرم دار میں شرط ہوگا حالانکہ ایسا نہیں ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب الانجاس مصطفی البابی مصر ۱/۲۲۴

[2] " " " " ۱/۲۳۳

بین النفی والاثبات وذلک لان النجاسة بعد الجفاف اما ان تکون مستجسدة کالغائط والدم اوغیرها کالبول وغیره[1] اھ وتبعه چلپی علی صدر الشریعة۔

اثبات کے درمیان دائر ہے اور یہ اس لئے کہ نجاست خشکی کے بعد یا تو جرم دار ہوگی جیسے پاخانہ اور خون وغیرہ، یا غیر جرم دار ہوگی جیسے پیشاب وغیرہ اھ اس کی پیروی چلپی علی صدر الشریعۃ نے کی۔ (ت)

الثانی فی تلک المسألة نقل القہستانی عبارة الصغری المارة ان غیر ذات جرم غیر مرئیة وان کان لها لون[2]۔

دوسرے اس مسئلہ میں قہستانی نے صغری کی عبارت نقل کی جو گزری کہ وہ نجاست کہ جس کا جرم نہ ہو مرئی نہ ہوگی اور اگرچہ اس کا رنگ ہو۔

الثالث فیها نقل البرجندی عبارة شرح الطحاوی مثله ثم قال وهذا یخالف ما فی بعض الشروح من ان غیر المرئی ما لا یری اثره بعد الجفاف والمرئی فی مقابله[3] اھ

تیسرے برجندی نے اس میں شرح طحاوی سے ایسی ہی عبارت نقل کی پھر فرمایا یہ دوسرے شروح سے مختلف ہے جن میں ہے کہ غیر مرئی وہ ہے جس کا اثر خشکی کے بعد نہ دیکھا جائے، اور مرئی اس کے مقابل ہے اھ۔

www.alahazratnetwork.org

الرابع فیها نقل فی البحر عبارة الذخیرة وجعلها معنی ما قال ههنا فی غایة البیان ان المراد بالمرئی ما یکون مرئیا بعد الجفاف وما لیس بمرئی هو ما لا یکون مرئیا بعد الجفاف کالبول[4] اھ وتبعه ط۔

چوتھے، بحر نے اس مسئلہ میں ذخیرہ کی عبارت نقل کی اور اس کو اس کے ہم معنی قرار دیا جو یہاں غایۃ البیان میں کہا کہ مرئی سے مراد وہ ہے جو خشکی کے بعد نظر آئے اور جو غیر مرئی ہے اس سے مراد وہ ہے جو خشک ہونے کے بعد نظر نہ آئے جیسا کہ پیشاب اھ اور ط نے اس کی متابعت کی ہے۔

الخامس فیها نقل عبد الحلیم الرومی

پانچواں، اس میں عبدالحلیم رومی کی نقل

---

[1] العنایۃ مع الفتح	باب الانجاس	نوریہ رضویہ سکھر	١/١٨٢
[2] جامع الرموز	فصل یطہر الشئ	اسلامیہ گنبد ایران	١/٩٦
[3] نقایۃ للبرجندی	فصل تطہیر الانجاس	نولکشور لکھنؤ	١/٦٤
[4] بحرالرائق	باب الانجاس	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	١/٢٣٦

عن شرح الطحاوی والمنبع والذخیرۃ ما مر ثم نقل کلام البرجندی انه یخالف بعض الشروح ثم کلام البحر وجعله ایاہ بمعنی الاول ثم قال رادا علیه انت خبیر بان بینهما مخالفة اذ رب شیئ لیس له جرم وله اثر کاللون یبقی اثرہ بعد الجفاف فعلی الاول غیر مرئی وعلی الثانی مرئی والمنصوص هو الاول کما لایخفی اھ[1]

شرح طحاوی، منبع اور ذخیرہ سے ہے جو گزری، پھر انہوں نے برجندی کا کلام نقل کیا کہ وہ بعض شروح کے مخالف ہے، پھر بحر کا کلام نقل کیا ہے اور اس نے اس کو اول کے ہم معنی کہا پھر ان پر رد کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ ان دونوں میں مخالفت ہے کیونکہ کئی چیزیں ایسی ہیں کہ ان کا جرم تو نہیں ہے مگر ان کا اثر ہے، جیسے رنگ کہ اس کا اثر خشک ہونے کے بعد بھی باقی رہتا ہے تو یہ پہلی صورت کے لحاظ سے غیر مرئی ہے اور دوسری کے لحاظ سے مرئی ہے اور راجح پہلا ہی ہے جیسا کہ مخفی نہیں اھ (ت)

السادس فیما نقل فی الحلیة کلام الذخیرۃ والتتمة والیه رد عبارۃ غایة البیان المذکورۃ فقال مراد به ماتکون ذاته مشاهدۃ بالبصر بعد الجفاف وما لا فلیس بینها وبین ما فی عامة الکتب مخالفة فی تفسیرهما ومما یرشد الی ماذکرنا التمثیل المذکور فان بعض الابوال قد یری له لون بعد الجفاف اھ[2]

چھٹا، اس مسئلہ میں حلیہ میں ایک نقل ذخیرہ اور تتمہ سے ہے اور اسی کی طرف غایۃ البیان کی مذکورہ عبارت کو موافق کیا ہے، اور کہا ہے اس سے مراد وہ ہے جس کی ذات خشک ہونے کے بعد مشاہدہ میں آئے، اور جو ایسا نہ ہو وہ مرئی نہیں تو اس میں اور جو عام کتب میں ہے کوئی مخالفت نہیں، اور ہمارے قول پر دلیل وہ ہے جو مثال گزشتہ میں گزرا، کیونکہ بعض پیشاب ایسا ہوتا ہے جس کا رنگ خشک ہونے کے بعد نظر آتا ہے اھ (ت)

السابع فیما قال فی الشامی قوله بعد جفاف ظرف لمرئیة وقید به لان جمیع النجاسات تری قبله وتقدم ان ماله جرم هو مایری بعد الجفاف فهو مساو للمرئیة و

ساتواں، اس بحث میں شامی میں فرمایا کہ ماتن کا قول "بعد جفاف" یہ مرئیہ کا ظرف ہے اور یہ قید اس لیے لگائی ہے کہ تمام نجاستیں خشک ہونے سے قبل دیکھی جاسکتی ہیں اور یہ پہلے گزرا کہ جرم دار وہ ہے

---

[1] حاشیۃ الدرر للمولی عبدالحلیم باب تطہیر الانجاس مکتبہ عثمانیہ مصر ۱/۴۰
[2] حلیہ

قد عدّ منه فی الهدایة الدم وعده قاضیخان مما لاجرم له وقدمنا عن الحلیة التوفیق بحمل الاول علی ما اذا کان غلیظا والثانی علی ما اذا کان رقیقا اھ ثم نقل عبارة غایة البیان وعقبها بعبارة التتمة ثم ذکر تاویل الحلیة المار آنفا قال ویوافقه التوفیق المار لکن فیه نظر لانه یلزم منه ان الدم الرقیق والبول الذی یری لونه من النجاسة الغیر المرئیة وانه یکتفی بالغسل ثلثا بلا اشتراط زوال الاثر مع ان المفهوم من کلامهم ان غیر المرئیة مالا یری له اثر اصلا لاکتفائهم فیها بمجرد الغسل بخلاف المرئیة المشروط فیها زوال الاثر فالمناسب ما فی غایة البیان وان مراده بالبول ما لالون له والا کان من المرئیة اھ[1]

جو خشک ہونے کے بعد دیکھا جائے تو یہ مرئیہ کے مساوی ہے اور ہدایہ میں اس میں سے خون کو شمار کیا ہے اور قاضی خان نے خون کو اُن چیزوں میں شمار کیا ہے جو جرم دار نہ ہوں۔ اور ہم نے حلیہ سے تطبیق نقل کی ہے کہ پہلے کو گاڑھے پر محمول کیا جائے اور دوسرے کو رقیق پر اھ پھر انہوں نے غایۃ البیان کی عبارت کو نقل کیا اور اس کے بعد تتمہ کی عبارت لائے پھر حلیہ کی گزشتہ تاویل کو ذکر کیا، لیکن اس میں نظر ہے کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ رقیق خون اور پیشاب جس کا رنگ نظر آتا ہے نجاست غیر مرئیہ سے ہو اور یہ کہ تین مرتبہ دھونے پر اکتفاء کیا جائے اور اس میں اثر کے زوال کی شرط نہ رکھی جائے حالانکہ اُن کے کلام سے مفہوم یہ ہے کہ غیر مرئیہ وہ ہے جس کا کوئی اثر نظر آئے، کیونکہ وہ اس میں صرف دھونے پر اکتفاء کرتے ہیں بخلاف مرئیہ کے جس میں اثر کا زائل ہونا بھی شرط ہے تو مناسب وہی ہے جو غایۃ البیان میں ہے اور یہ کہ ان کی مراد پیشاب سے وہ ہے جس کا رنگ نہ ہو ورنہ وہ بھی نجاست مرئیہ ہوتا اھ (ت)

www.alahazratnetwork.org

الثامن عبارة الکنز الصحیحة النجس المرئی یطهر بزوال عینه وغیره بالغسل زاد فیها مسکین ما یفسدها اذ قال (النجس المرئی) عینه ثم قال (وغیره) ای غیر المرئی عینه لکنه تدارکه بوصل قوله وهو الذی لایری اثره

آٹھواں، کنز کی عبارت ہے جو صحیح ہے کہ نجاست مرئیہ کا حکم یہ ہے کہ اس کے عین کے زوال کے بعد وہ طاہر ہوجاتا ہے اور جو اس کے علاوہ ہو وہ صرف دھونے سے پاک ہوتا ہے مسکین نے اس میں یہ اضافہ کیا (کہ دیکھی جانے والی نجاست) یعنی جس کا جرم نظر آئے، پھر کہا (اور اس کے علاوہ)

---

[1] رد المحتار باب الانجاس مصطفی البابی مصر ۱/۲۴۰

بعد الجفاف اھ[1] فلم یبق علیه الاضیاع زیادة عینه فی الموضعین بل ایهامها خلاف المراد ثم بالتدارك رجوع الکلام الی عدم التفرقة بین العین والاثر وکأنه اخذه من عبارة الامام القدوری النجاسة ان کانت لها عین مرئیة فطهارتها زوال عینها الا ان یبقی من اثرها ما یشق ازالتها وما لیس لها عین مرئیة فطهارتها ان تغسل الخ[2] فالمراد العین المرئیة ولو برؤیة لونها الاتری الی استثنائه الاثر من العین بل المقرر ان بصر البشر فی الدنیا لایدرك الا اللون والضوء وبالجملة استقام الکلام بالتدارك لکن السید ابا السعود نقلا عن السید الحموی اراد رحمه خلافه فقال علی قوله وهو الذی لایری اثره حکاه فی الصغری بقیل بعد ان صدّر بقوله[عہ] المرئی ماله جرم سواء کان له لون امر لا اھ[3]

یعنی جس کا جرم نظر نہ آئے، پھر اس کا تدارک اپنے اس قول سے کیا کہ جس کا اثر خشک ہونے کے بعد نظر نہ آئے اھ تو اُن کے ذمہ صرف یہ اعتراض رہا کہ دونوں جگہ لفظ عین کا لانا فضول ہوا، بلکہ یہ خلافِ مراد کا وہم پیدا کرتا ہے پھر تدارک کے ساتھ کلام کا ماحصل یہ نکلتا ہے کہ عین واثر میں فرق نہیں رہتا اور غالباً انہوں نے یہ قید قدوری کے کلام سے اخذ کی ہے، وہ یہ ہے کہ ایسی نجاست کہ اگر اس کا جرم نظر آتا ہے تو اس کی پاکی اس طرح ہوگی کہ اس کا جرم ختم ہوجائے، اگر اُس کا کوئی ایسا نشان باقی رہ جائے کہ اس کا ازالہ دشوار ہو تو حرج نہیں اور جس نجاست کا جرم نظر نہیں آتا تو اس کی طہارت یہ ہے کہ اسے دھویا جائے الخ تو مراد وہ جرم ہے جو نظر آتا ہے خواہ اس کا رنگ ہی نظر آئے، جیسا کہ اُن کے استثناء سے مفہوم ہوتا ہے جو عین سے ہے بلکہ یہ طے شدہ امر ہے کہ انسانی آنکھ دنیا میں سوائے رنگ اور روشنی کے کچھ اور نہیں دیکھتی ہے

عہ اقول کما فسر فی الصغری المرئی بهذا فسر غیر المرئی بقوله مالاجرم له سواء کان له لون اولا کما فی جامع الرموز فکان اولی نقله لان الکلام ههنا فی غیر المرئی ۱۲ منه غفرله (م)

اقول مرئی کی صغرٰی میں جس طرح تفسیر اسکے ساتھ کی ہے اسی طرح غیر مرئی کی تفسیر یوں کی ہے کہ جس کا جرم نہ ہو خواہ اس کا رنگ ہو یا نہ ہو جیسا کہ جامع الرموز میں ہے تو اولٰی اس کا نقل کرنا ہے کیونکہ کلام یہاں غیر مرئی میں ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] فتح اللہ المعین باب الانجاس ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۳۰
[2] قدوری 〃 مجتبائی دہلی ص ۱۸
[3] فتح اللہ المعین 〃 ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۳۱

اور خلاصہ یہ کہ کلام مدارک کے ساتھ درست ہو گیا لیکن ابوالسعود نے حموی سے نقل کرتے ہوئے اس کے مخالف معنی لینے کا ارادہ کیا ہے تو اُنکے قول ھو الذی لایری اثرہ پر فرمایا کہ صغریٰ میں اس کو "قیل" سے ذکر کیا ہے اور ابتداً اس طرح کی ہے کہ مرئی وہ ہے جس کا جِرم ہو خواہ رنگ ہو یا نہ ہو اھ (ت)

التاسع فسرھا العلامۃ ش فی مسألۃ الخف علی الوجہ الصحیح ثم حاد عنہ فقال سنذکر ما فیہ من البحث کما تقدم والبحث ما علمت فی السابع۔

نواں، ان دونوں کی تفسیر علامہ "ش" نے موزے کے مسئلے میں صحیح طریقہ پر کی ہے، پھر اُس سے انحراف کیا، اور فرمایا اس میں جو بحث ہے ہم اس کو ذکر کریں گے جیسا کہ گزرا، یہ بحث ساتویں تحقیق میں آپ جان چکے ہیں۔ (ت)

العاشر قال فی الجوھرۃ (اذا اصاب الخف نجاسۃ لھا جرم) ای لون و اثر بعد الجفاف کالروث والدم والمنی اھ[1] فرد الصحیح الی الغلط الصریح۔

دسواں، جوہرہ میں کہا (جب موزے کو جرم دار نجاست لگ جائے) یعنی جس کا خشک ہونے کے بعد رنگ اور اثر ہو جیسے لید، خون اور منی اھ تو صحیح سے انہوں نے صریحاً غلط مطلب نکالا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اقول وتعرف ما فی کل ھذہ بحرف واحد فاعلم ان المسائل ھھنا اربع مسألۃ التطھیر بازالۃ العین او غلبۃ الظن و مسألۃ وقوع نجس فی حوض کبیر و مسألۃ الخف و مسألۃ التقدیر بوزن الدرھم او مساحتہ وزاد فی البدائع اخری مسألۃ الوقوع فی البئر فمسألۃ التطھیر والحوض الکبیر فریق وسائرھن فریق والمراد بالمرئی فی الفریق الأخر ھو المتجسد ای ما یری لہ بعد الجفاف جرم شاخص فوق سطح المصاب ولایکفی مجرد اللون و بغیرالمرئی غیر

میں کہتا ہوں جو کچھ مذکورہ ابحاث میں ہے وہ صرف ایک حرف سے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ در اصل یہاں چار مسائل ہیں، پاک کرنے کے لیے نجاست کے عین کو زائل کر دینا یا اس کے زوال کا غلبۂ ظن حاصل ہونا، بڑے حوض میں نجاست کے گرنے کا مسئلہ، موزے کا مسئلہ، وزن درہم سے اندازہ یا اس کی پیمائش کا لحاظ۔ اور بدائع میں ایک اور مسئلہ کا اضافہ کیا، کنوئیں میں گرنے کا مسئلہ، تو پاکی اور بڑے حوض کا مسئلہ ایک فریق ہے اور باقی دوسرا فریق ہے اور مرئی سے دوسرے فریق میں جسم والا مراد ہے، یعنی جس کا جرم خشک ہونے کے بعد بھی ابھرا ہوا نظر آئے

---

[1] الجوہرۃ النیرۃ باب الانجاس امدادیہ ملتان ۱/۴۲

المتجسد ای ما لا یری له بعد الجفاف جرم
شاخص وان بقی اللون وھذا ما فی الصغری
والتتمة وشرح الطحاوی والذخیرة والمنبع
والمراد بالمرئی فی مسألة التطھیر والحوض
الکبیر ما یبصرہ البصر وان جف ولو بمجرد
لونه من دون جرم مرتفع فوق المصاب
وبغیر المرئی ما لا یحس له بالبصر بعد الجفاف
او فی الماء عین ولا اثر وھذا ما فی غایة البیان
وغیرھا والدلیل علی ھذا التوزیع:

اور اس میں صرف رنگ نظر آنا کافی نہیں ہے، اور غیر مرئی
سے مراد غیر متجسد ہے، یعنی خشک ہوجانے کے بعد اُس کا
اُبھرا ہوا جرم نظر نہ آئے اگرچہ اس کا رنگ باقی ہو، یہ
وہ ہے جو صغری، تتمہ، شرح طحاوی، ذخیرہ اور منبع
میں ہے، اور مسئلہ تطہیر، اور بڑے حوض میں مرئی سے
مراد وُہ ہے جو نظر میں آئے اگرچہ خشک ہوجائے،
اگرچہ صرف رنگ نظر آئے جرم نظر نہ آئے، اور غیر مرئی
سے مراد جو خشک ہونے کے بعد نظر نہ آئے یا پانی میں
کوئی جرم ہو اور نشان نہ ہو یہ غایۃ البیان وغیرہ میں ہے
اور اس توزیع کی دلیل یہ ہے: (ت)

اولاً ما استدلوا به علی احکام للفریقین
کما لا یخفی علی من طالع الکتب المعللة کالبدائع
والھدایة والتبیین والکافی والفتح والغنیة
والحلیة والبحر وغیرھا من ذلک قول الھدایة
اذا اصاب الخف نجاسة لھا جرم فجفت
فدلکه جاز لان الجلد لصلابته لا تتداخله
اجزاء النجاسة الا قلیلا ثم یجتذبه الجرم
اذا جف فاذا زال زال ما قام به وان
اصابه بول لم یجز وکذا کل ما لا جرم
له کالخمر لان الاجزاء تتشرب فیه ولا
جاذب یجذبھا[1] اھ وفی الحلیة لانھا مجرد
بلة فتدخل فی اجزاء الخف ولا جاذب لھا[2]

www.alahazratnetwork.org

اولاً وہ جو انہوں نے استدلال کیا ہے مسائل
کے فریقین کے احکام پر، جیسا کہ مخفی نہیں اس پر
جس نے اُن کتب کا مطالعہ کیا ہے جو احکام کی علتیں
بیان کرتی ہیں، جیسے بدائع، ہدایہ، تبیین، کافی، فتح،
غنیہ، حلیہ اور بحر وغیرہ۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے کہ اگر موزے
کو کوئی جرم دار نجاست لگ جائے اور خشک ہوجائے
تو وہ رگڑنے سے پاک ہوجاتا ہے، کیونکہ کھال کی سختی
کی وجہ سے اس میں نجاست کے اجزاء داخل نہیں
ہوسکتے سوائے معمولی اجزاء کے اور جب موزہ خشک
ہوگا تو اُن اجزاء کو جرم جذب کرے گا اور جب وہ
جرم زائل ہوگا تو جو اُس کے ساتھ ہوگا وہ بھی زائل
ہوجائیگا اور اگر موزے پر پیشاب لگ جائے تو

---

[1] الہدایۃ باب الانجاس مطبع عربیہ کراچی ۱/۵۶
[2] حلیہ

اھ وانت تعلم انہ لا اثر فی ھذا للاثر بقی اولا بخلاف مسألۃ التطہیر فان المقصود فیہا ازالۃ المصیب وذلک بالیقین فی المرئی وبغلبۃ الظن فی غیرہ لانہ اذا لم یحس لم یبق سبیل الی الیقین بزوالہ فاکتفی باکبر الرأی الملتحق فی الفقہیات بالیقین اما ما یری لہ عین او اثر فنعلم زوالہ بزوالہ وبقاءہ ببقاءہ لان الاثر لایقوم الا بالعین والعرض لاینتقل من عین الی عین قال فی البدائع[1] ان کانت النجاسۃ مرئیۃ کالدم ونحوہ فطہارتہا زوال عینہا ولاعبرۃ فیہ بالعدد لان النجاسۃ فی العین فان زالت زالت وان بقیت بقیت ولو زالت العین وبقی الاثر فان کان مما یزول اثرہ لایحکم بطہارتہ مالم یزل الاثر لان الاثر لون عینہ لالون الثوب فبقاؤہ یدل علی بقاء عینہ وان کانت مما لایزول اثرہ لایضر بقاء اثرہ لان عہ الحرج مدفوع اھ ملتقطا وبھذا ایفترقان فی الحوض فغیر

جائز نہیں، اور اسی طرح ہر اس نجاست کا حال ہے جس کا جرم نہ ہو جیسے شراب، کیونکہ شراب کے اجزاء اس میں جذب ہوتے ہیں اور ان کا کوئی جاذب نہیں ہے اھ اور حلیہ میں ہے کیونکہ وہ محض تری ہے تو وہ موزے کے اجزاء میں داخل ہوگی اور اس کا کوئی جاذب نہیں اھ اور تم جانتے ہو کہ اس میں اثر کا کوئی دخل نہیں جو باقی رہا یا نہ رہا بخلاف مسئلہ تطہیر کے، کیونکہ وہاں مقصود لگی ہوئی چیز کا ازالہ ہے، اور یہ اُسی وقت ہوگا جبکہ مرئی میں ازالہ کا یقین ہو اور غیر مرئی میں غلبۂ ظن ہو کیونکہ جب وہ محسوس نہ ہو تو اس کے زوال کا یقین کرنے کا کوئی ذریعہ موجود نہیں، تو ظنِ غالب پر اکتفاء کرلیا گیا، جس کو فقہی مسائل میں یقین کا قائم مقام سمجھا گیا ہے، اور وہ نجاستیں جن کا جرم یا اثر ہو تو اُن کے زوال کا حال اُن کے زوال سے معلوم ہوجاتا ہے اور اُس کی بقاء ان کے باقی رہنے سے معلوم ہوجاتی ہے کہ اثر تو عین سے قائم ہوتا ہے اور عرض ایک عین سے دوسرے عین کی طرف منتقل نہیں ہوتا ہے، بدائع میں فرمایا اگر نجاست مرئیہ ہو جیسے خون اور اسی کی شکل

www.alahazratnetwork.org

عہ اقول استدل رحمہ اللہ تعالٰی علی ھذا باربعۃ اوجہ ھذا احسنہا فاقتصرت علیہ تبعا للہدایۃ ولو ذکرت سائر الوجوہ بما لہا وعلیہا طال الکلام ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اقول صاحبِ بدائع نے اس پر چار طرح سے دلیل قائم کی ہے میں نے ہدایہ کی اتباع میں صرف اس کو بیان کیا ہے اور اگر میں تمام وجوہ کو ہر پہلو ذکر کرتا تو بات طویل ہوجاتی ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] بدائع الصنائع شرائط التطہیر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۸۸

المرئیۃ[علہ] تنعدم والمرئیۃ تبقی ولا تؤثر حتی ان قلت مساحۃ الماء اثرت۔

تو اس کی طہارت اس کے عین کے زوال پر موقوف ہوگی، اور اس میں عدد کا اعتبار نہیں، کیونکہ نجاست عین میں ہے تو اگر وہ زائل ہوگا تو وہ زائل ہوگی اور وہ باقی رہے گا تو وہ باقی رہے گی، اور اگر عین زائل ہوگیا تو اثر باقی نہ رہے گا، اور اگر وہ اس قسم کا ہے کہ اس کا اثر زائل ہوجاتا ہے تو اس کی طہارت کا حکم اس وقت تک نہیں لگایا جائے گا جب تک کہ اثر زائل نہ ہو کیونکہ اثر اس کی عین کا رنگ ہے نہ کہ کپڑے کا، تو اس کی بقاء اس کے عین کی بقاء پر دلالت کرتی ہے اور اگر وہ ایسا ہے کہ اس کا اثر زائل نہیں ہوتا تو اس کے اثر کا باقی رہنا مضر نہیں کیونکہ حرج مدفوع ہے اھ ملتقطاً، تو اس طرح یہ دونوں حوض میں جدا ہوجائیں گے تو غیر مرئیہ معدوم ہوجائے گی اور مرئیہ باقی رہے گی اور اثر انداز نہ ہوگی یہاں تک کہ جب پانی کی پیمائش کم ہوگی تو پھر اثر انداز ہوگی۔ (ت)

وثانیا عن ملک العلماء الدم من المرئی کما رأیت انفا وقد عدہ قبل ھذا بورقتین من غیر ذوات الجرم فقال ان کان غیر مستجسد کالبول والدم والخمر ینزح ماء البئر کلہ[1] وکذٰلک قول الھدایۃ مالا جرم لہ کالخمر ومعلوم ان الدم والخمر من ذوات اللون فعلم ان لا عبرۃ بہ فی مسألۃ الخف والبئر وکذا مسألۃ التقدیر لان اللون لا اثر لہ فی الکثافۃ والرقۃ ولذا قال فی الخانیۃ فی غیر المستجسدۃ کالبول والخمر والدم یعتبر القدر بسط الکف[2] اھ بخلاف مسألۃ التطہیر المشروط فیھا زوال الاثر

اور ثانیاً ملک العلماء نے خون کو مرئیہ میں سے شمار کیا ہے جیسے کہ آپ نے ابھی دیکھا، حالانکہ دو ورق پہلے انہوں نے اس کو غیر جرم والی نجاستوں میں شمار کیا تھا، فرمایا اگر وہ جرم دار نہ ہو جیسے پیشاب، خون اور شراب، تو کنویں کا سارا پانی نکالا جائے اھ اور ہدایہ کا قول بھی ایسے ہے کہ جس کا جرم نہ ہو جیسے شراب، اور یہ بات معلوم ہے کہ شراب اور خون رنگ والی چیزیں ہیں پس معلوم ہوا کہ موزہ اور کنویں کے مسئلہ میں رنگ کا اعتبار نہیں ہے اسی طرح اس میں مقدار کا اعتبار بھی نہیں کیونکہ رنگ میں کثافت اور رقت کا اثر نہیں ہوتا، اسی لیے خانیہ میں کہا کہ غیر جسم والی نجاستوں جیسے پیشاب، شراب اور خون میں پھیلاؤ

www.alahazratnetwork.org

علہ کما حققناہ فی الاصل السادس والعاشر من الجواب الخامس فی رسالتنا رحب الساحۃ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ "رحب الساحۃ" میں پانچویں جواب کے تحت چھٹے اور دسویں قاعدہ میں اس کی تحقیق کی ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] بدائع الصنائع مقدار الذی یصیر المحل نجسا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۶

[2] قاضی خان فصل فی النجاسۃ الخ نولکشور لکھنؤ ۱/۱۰

ما لم يشق فلذا جعله ملك العلماء فيها من المرئی۔

وثالثا ملك العلماء عبر فی مسائل الفريق الاخير بالمتجسد وغير المتجسد او المتجسد والمائع ثم قال فی الفريق الاول النجاسة المرئية قط لا تزول بالمرة الواحدة فكذا غير المرئية ولا فرق سوی ان ذلك يری بالحس وهذا يعلم بالعقل[1] اھ وهذا من اجلی نص علی ان المرئی بلونه من المرئی فی مسئلة التطهير۔

ورابعا كذلك الامام تاج الشريعة عبر فی مسألة التقدير بالكثيف والرقيق و فی مسألة الخف بذی جرم وما لا جرم له وقال فی مسألة التطهير يطهر بما[عـه] لم ير اثره

کے اعتبار سے اندازہ ہوگا اھ بخلاف مسئلہ تطہیر کے کہ اس میں زوالِ اثر مشروط ہے جب تک کہ دشوار نہ ہو اس لیے اس کو اس میں ملک العلماء نے مرئی قرار دیا ہے۔ (ت)

ثالثًا، آخری فریق کے مسائل میں ملک العلماء نے جسم والی اور غیر جسم والی، یا جسم والی اور مائع سے تعبیر کیا، پھر فرمایا کہ فریق اول میں نجاست مرئیہ کبھی ایک مرتبہ میں زائل نہیں ہوتی ہے تو اسی طرح غیر مرئیہ ہوگی اور کوئی فرق نہیں سوائے اس کے کہ مرئیہ حس سے نظر آتی ہے اور غیر مرئیہ عقل سے معلوم ہوتی ہے اھ اور یہ بڑی واضح نص ہے مسئلہ تطہیر میں رنگ والی مرئیہ میں سے ہے۔ (ت)

اور چوتھا، اسی طرح امام تاج الشریعۃ نے مقدار کے مسئلہ میں کثیف اور رقیق سے تعبیر فرمایا، اور موزے کے مسئلہ میں جرم دار یا غیر جرم دار سے تعبیر کیا، اور مسئلہ تطہیر میں فرمایا کہ جس نجاست کا اثر غیر مرئی ہو

عـه ولكن اكرم بعقل الذی يری هذا التصريح المفيض ؛ ثم يقوم يفسر النقيض بالنقيض ؛ وهو العصری اللكنوی اذ قال فی عمدة الرعاية وهی التی لا جرم لها ولا تحس بعد الجفاف سواء كان له لون ام لا كذا فی خزانة الفتاوی[2] اھ فسبحٰن الله يقول التاج لم ير اثره وهذا يفسره بما يری اثره اولا ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظيم ۱۲ منه غفر له (م)

لیکن آپ اس کی عقل کو داد دیں جس نے یہ تصریح دیکھ کر اس کی تفسیر اس کی نقیض کے ساتھ کر دی اور یہ معاصر لکھنوی ہیں جنہوں نے عمدۃ الرعایۃ میں کہا کہ یہ وہ نجاست ہے جس کا جرم نہ ہو اور وہ خشک ہونے کے بعد محسوس بھی نہ ہو خواہ اس کا رنگ ہو یا نہ ہو خزانۃ الفتاوی میں ایسے ہے اھ پس سبحان اللہ تاج الشریعۃ تو یہ فرمائیں کہ "وہ جس کا اثر نظر نہ آئے" اور یہ صاحب اس کی تفسیر کرتے ہیں کہ اس کا اثر دیکھا جائے یا نہ دیکھا جائے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] بدائع الصنائع شرائط التطہیر سعید کمپنی کراچی ۱/ ۸۸

[2] عمدۃ الرعایۃ حاشیہ شرح الوقایۃ باب الانجاس المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/ ۱۳۷

بغسلہ ثلثا فابان ان مایری اثرہ من المرئی ف۱ ولا اقول کما قال فی الغنیۃ تحت قولہ ان لم تکن النجاسۃ مرئیۃ ای ان لم یکن لہا لون مخالف اللون الثوب[1] اھ فانہ یحصر المرئی فی الرؤیۃ باللون ویخرج مایری لہ جرم شاخص فوق سطح المصاب مع موافقتہ لہ ف۲ فی اللون علی انہ یرفع الامتیاز بین المرئی وغیرہ فکل شیئ اصاب ما یخالفہ فی اللون کان مرئیا واذا اصاب ما یوافقہ فیہ کان غیر مرئی۔

وہ تین مرتبہ دھونے سے پاک ہوگی تو انہوں نے واضح کر دیا کہ جس کا اثر نظر آئے وہ نجاست مرئیہ ہے، اور میں وہ نہیں کہتا جو غنیہ میں ان لم تکن النجاسۃ مرئیۃ کے تحت فرمایا، یعنی اگر اس کا رنگ کپڑے کے رنگ سے مختلف نہ ہو اھ، کیونکہ یہ مرئی کو رؤیۃ باللون میں منحصر کرتا ہے اور اس سے وہ خارج ہو جائیگا جس کا اُبھرا ہوا جرم نظر آتا ہو حالانکہ وہ رنگ میں کپڑے کے رنگ کے موافق ہوتا ہے علاوہ ازیں ان کا بیان مرئی اور غیر مرئی کے درمیان امتیاز کو ختم کر دیتا ہے کیونکہ اس طرح ہر وُہ چیز جو ایسی چیز کو لگ جائے جو اُس کے رنگ میں مخالف ہو تو وہ مرئی ہوگی اور جب وہ ایسی چیز کو لگے جو رنگ میں اس کے موافق ہو تو غیر مرئی ہوگی۔ (ت)

وخامسا اتفقت المتون والاقدمون علی التعبیر فی مسألتی الخف والتقدیر بذی جرم وغیر ذی جرم والکثیف والرقیق وفی مسألتی التطہیر والحوض الکبیر بالمرئی وغیر المرئی لاشک ان المرئی لونہ مرئی بل لامرئی منہ الا اللون سواء کان کثیفا او رقیقا والذی لاجرم لہ شاخصا بعد الجفاف رقیق ولیس اللون جرما فتبین ان اللون معتبر فی ہذا الفریق دون الاٰخر ولو مشت الشروح علی التفسیر فی الموضعین بما ہو مؤدی نفس الالفاظ لم یقع الاشتباہ لکنہم کما فسروا فی مسألۃ التطہیر بما یری بعد الجفاف وما لا یری

پانچواں، متون اور متقدمین علماء کا موزے اور مقدار کے مسئلہ میں جِرم والی اور غیر جِرم والی اور کثیف و رقیق کی تعبیر میں متفق ہیں اور تطہیر اور حوض کبیر کے مسائل میں مرئی اور غیر مرئی کی تعبیر میں اتفاق ہے اور کچھ نہیں کہ مرئی وُہ ہے جس کا رنگ نظر آئے بلکہ مرئی کا رنگ ہی نظر آتا ہے خواہ کثیف ہو یا رقیق ہو اور وہ کہ جس کا جرم خشک ہو جانے کے بعد اُبھرا ہوا نظر نہ آئے وہ رقیق ہے اور رنگ کوئی جِرم نہیں تو ظاہر ہو گیا کہ رنگ معتبر ہے اس تطہیر اور حوض کے فریق میں نہ کہ دوسرے فریق میں، اور اگر شروح میں دونوں مقامات پر وہی تفسیر ہوتی جو نفسِ الفاظ سے مستفاد ہوتی ہے تو کوئی اشتباہ واقع نہ ہوتا لیکن انہوں نے تطہیر کے مسئلہ میں

[1] غنیۃ المستملی الشرط الثانی الطہارۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۰۳

بعدہ کما مر عن غایۃ البیان وعنہا فی البحر
والشرنبلالیۃ والطحطاوی علی المراقی
ومثلہ فی الدر وغیرہ کذلک فسروا بہما ذا الجرم
وغیر ذی الجرم فی مسألۃ الخف کما تقدم
فذہب الوہل الی ان المراد واحد فی الموضعین
ولیس کذلک بل ہو علی ظاہرہ فی مسألۃ
التطہیر ومؤول برؤیۃ الجرم وعدمہا
فی الفریق الآخر فہذا ہو التحقیق الانیق
الذی لو کانت منہم التفاتۃ الیہ لما فسرہما
الغایۃ وحلبی فی الفریق الاول بالمستجسدۃ
وغیرہا ولا نقل فیہا القہستانی عبارۃ
الصغری ولا البرجندی عبارۃ شرح
الطحاوی ولا نصب الخلاف بینہا وبین ما
فی بعض الشروح ولا جعل البحر و ط معنی
العبارتین واحدا ولا نقل فیہا عبد الحلیم
ما نقل ولا اثبت الخلاف بین واردین
غیر مورد واحد ولا جعل المنصور ہہنا
الاول ولا صرف الحلیۃ کلام الغایۃ الی
غیر المحمل اما کون بعض الابوال قد یری لہ
لون فلا یقدح فی المثال ولا یحصر فیہ مراد
المقال ولا اضطرب کلام الشامی فیہ فجزم
فی مسألۃ التقدیر بحمل المرئی علی مرئی
الجرم ثم انکرہ ولا احتاج الی ترجیح ما فی
الغایۃ علی ما لا یخالفہ اصلا ولا تمسک
بالتوفیق فان کلام الہدایۃ فی مسألۃ الخف

اس طرح تفسیر کی ہے کہ وہ جو خشک ہوجانے کے بعد
نظر آئے اور وہ جو خشک ہونے کے بعد نظر نہ آئے جیسا
کہ غایۃ البیان سے گزرا، اور اسی سے بحر، شرنبلالیہ،
طحطاوی علی مراقی الفلاح اور اسی کی مثل دُر وغیرہ میں ہے،
اسی طرح انہوں نے موزے کے مسئلہ میں دونوں کی تفسیر
جرم دار اور غیر جرم دار سے کی جیسا کہ گزرا تو معاً ذہن اس
طرف منتقل ہوتا ہے کہ دونوں جگہ مراد واحد ہے حالانکہ یہ
بات نہیں ہے بلکہ یہ مسئلۂ تطہیر میں ظاہر ہے اور جرم
کے دیکھنے نہ دیکھنے کے ساتھ فریق آخر میں یہ مؤول ہے تو
یہی تحقیق انیق ہے اگر ان کی توجہ اس طرف ہوجاتی تو غایہ
اور حلبی فریق اول میں جسم والی اور غیر جسم والی سے مرئی اور
غیر مرئی کی تفسیر نہ کرتے اور نہ قہستانی اس میں صغری کی
عبارت نقل کرتے اور نہ برجندی طحاوی کی شرح کی عبارت
نقل کرتے، اور نہ وہ اس میں اور بعض شروح کی عبارات
میں خلاف قائم کرتے، اور نہ بحر اور ط دونوں عبارتوں کا
ایک معنی بتاتے اور نہ اس بارے میں عبد الحلیم وہ نقل کرتے
جو انہوں نے نقل کیا، اور نہ وہ دونوں مواقع کا خلاف
متعدد جگہ ثابت کرتے اور نہ وہ یہاں پہلے کو مضبوط قرار دیتے
اور نہ حلیہ، غایہ کے کلام کو غیر محمل پر پھیرتے تاہم بعض پیشاب
رنگ والے نظر آتے ہیں اس کو مثال کے طور پر ذکر کرنے
میں کوئی مضائقہ نہیں اور وہ کلام کی مراد کو اس میں منحصر
نہ کرتے، اور نہ شامی کا کلام اس میں مضطرب ہوتا کہ مقدار
کے بیان میں انہوں نے مرئی کو مرئی الجرم قرار دے کر
پھر انہوں نے انکار کردیا، اور نہ وہ غایہ کے بیان کردہ کو
بلاوجہ ترجیح دیتے ایسی چیز پر جو بالکل مخالف نہ تھی اور

www.alahazratnetwork.org

قال اذا اصاب الخف نجاسة لها جرم كالروث والدم والمنی الخ وكذا كلام الخانية فی مسألة التقدير كما تقدم انفا وهما من الفريق الأخر فكون الدم الرقيق من غير المرئی فيه لاينافی كونه مرئيا فی مسألة التطهير ولا يرد السيدان علی كلام مسكين عبارة الصغری ولا فسر الجوهرة فی مسألة الخف الجرم باللون واين الجرم واين اللون و اين العين واين الاثر فانما نشأ كل ذلك من عدم الفرق بين المقامين وهذه نبذة ناشية لم ار من تنبه لها او نبه عليها والله الموفق لا رب سواه ؛ وصلی الله تعالٰی علی مصطفاه ؛ واٰله وصحبه ومن والاه ؛

نہ وہ عبارتوں کی توفیق کو دلیل بناتے کیونکہ خُف کے مسئلہ میں جہاں ہدایہ نے کہا "جب موزے کو ایسی نجاست لگ جائے جس کا جرم ہوتا ہے جیسے گوبر، خون اور منی الخ اسی طرح مقدار کے مسئلہ میں خانیہ کا کلام جو ابھی گزرا، یہ دونوں کلام دوسرے فریق کے بارے میں ہیں پس رقیق خون کا خُف کے مسئلہ میں غیر مرئی ہونا تطہیر کے مسئلہ میں مرئی ہونے کے مخالف نہیں، اور نہ دونوں سیّد علامہ مسکین کے کلام پر صغرٰی کی عبارت سے اعتراض کرتے اور نہ جوہرۃ موزے کے مسئلہ میں جرم کی تفسیر رنگ سے کرتے، کہاں رنگ اور کہاں جرم، کہاں رنگ اور کہاں عین اور کہاں اثر، مذکورہ تمام امور اس لیے پیدا ہوئے کہ دونوں مقاموں (فریقوں) میں فرق نہ کیا گیا، اور یہ بہت واضح بے احتیاطی ہے اس بے احتیاطی کی توجہ کرنے والا یا توجہ دلانے والا مجھے کوئی نظر نہیں آیا واللہ الموفق ولا رب سواہ وصلی اللہ تعالٰی تعالٰی مصطفاہ وآلہٖ وصحبہٖ ومن والاہ۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

مقدمہ ثالثہ ثابت ہوا کہ رقیق وہ ہے کہ زمین وغیرہ جس شے پر پڑے خشک ہونے کے بعد اس کا دل محسوس نہ رہے اور بالبداہۃ ظاہر کہ یہ اُسی شے میں ہوگا جو بہنے میں تمام وکمال پھیل جائے ورنہ اجزاء زیر وبالا رہے تو ضرور دَل محسوس ہوگا تو دلیل قطعی سے روشن ہوا کہ یہاں رقیق اسی مائع قسم اول کا نام ہے یہ ہے وہ تحقیق معنی رقیق کہ ان سطور کے سوا نہ ملے گی وباللہ التوفیق ولہ الحمد علی ھدایۃ الطریق۔

عــہ ای فالتوفيق فی محله فيطهر الخف من دم غليظ بالحت ويقدر رقيق اصاب ثوبا بالمساحة لكن لا يصح نقله الی مسألة التطهير التی فيها كلام الشامی فالدم الرقيق لا يصح جعله فيها غير مرئی ۱۲ منه غفر له (م)

یعنی توفیق اپنی جگہ پر ہے غلیظ خون لگنے پر موزے کو رگڑ کر پاک کیا جا سکتا ہے اور وہ رقیق خون جو کپڑے کو لگے تو اس کے پھیلاؤ کی مقدار کا اندازہ کیا جائیگا لیکن اس حکم کو علامہ شامی کے بیان کردہ تطہیر کے مسئلہ میں منتقل نہیں کیا جائے گا لہذا اس مسئلہ میں رقیق خون کو غیر مرئی قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ (ت)

لے الہدایۃ باب الانجاس مطبع عربیہ کراچی ۱/ ۵۶

ثم اقول ظاہر[عہ] ہے کہ پانی فی نفسہٖ ایسا ہی ہے جسے بے جرم سے تعبیر کیا گیا اب اُس میں دوسری شے جرم دار ملنے کی تین صورتیں ہیں : (۱) استہلاک (۲) اختلاط (۳) امتزاج

استہلاک یہ کہ وہ شے اس میں مل کر گم ہوجائے پانی سے اُس کا جرم ظاہر نہ ہو جیسے چھنا ہوا شربت کہ اُس میں شکر کے اجزا ضرور ہیں مگر ان کا جرم اصلاً محسوس نہ رہا اُسے بہائیے تو خالص پانی کی طرح اُس کے سب اجزاء پھیل جائیں گے کہیں دَل نہ رہے گا تو رقت بحال خود باقی ہے اگرچہ رقت اضافیہ میں ضرور فرق آئے گا کہ مخلوط و نامخلوط یکساں نہیں ہوسکتے۔

اختلاط یہ کہ اُس کا جرم کُلاً یا بعضاً باقی رہے مگر پانی کو جرم دار نہ کرے بہانے میں اس کے اجزا الگ رہ جائیں اور پانی اُنھیں چھوڑ کر خود پھیل جائے جیسے بے چھنا شربت جس میں شکر یا بتاشوں کے کچھ ریزے رہ گئے ہوں ان ریزوں کو اختلاط تھا اور جس قدر گُھل گئے اُن کا استہلاک مگر ان میں کوئی پانی کے اجزا پھیلنے کو مانع نہ ہُوا۔

امتزاج[عہ] یہ کہ پانی اور وہ شے مل کر ایک ذات ہوگئے ہوں پانی اُسے چھوڑ کر نہ بہہ سکے بلکہ ہر جگہ وہ اس کے ساتھ گھال میل رہے ظاہر ہے کہ یہ مجموع مرکب تمام وکمال نہ پھیل سکے گا اور ضرور جرم دار شے کی طرح ختم سیلان پر بھی دَل رکھے گا۔ پہلی دو صورتوں میں پانی اپنی رقت پر ہے اول پر تو ظاہر کہ وہاں کوئی جرم محسوس ہی نہ ہوا اور دوم پر جرم جُدا ہے اور پانی جُدا تو پانی بدستور رقیق ہی رہا جیسے کنکریلی یا سنگلاخ زمین میں تالاب کا پانی یا جس لوٹے میں پتھر لوہے کے ٹکڑے ڈال دیے جائیں کوئی عاقل نہ کہے گا کہ اس سے پانی ہی رقیق نہ رہا بخلاف صورت سوم کہ بلاشبہہ رقت زائل اور طبیعت متبدل ہوئی زوال طبع سے یہی مراد ہے وللہ الحمد۔

اقول اب بتوفیقہ تعالٰی سب اقوال متوافق ہوگئے اور اشارات علماء کے معنے واضح،

اوّلاً رقت اضافیہ ضعف و قوت و قلت و کثرت میں بشدت متفاوت ہوتی ہے جس کا بیان اوپر گزرا اس کی انتہا تو شے کے جامد ہوجانے پر ہے جب تک سیلان کچھ بھی باقی ہے رقت باقی ہے اگرچہ کیسی ہی خفیف اور شک نہیں کہ تینوں صورتوں میں سیلان موجود تو رقت بھی موجود اگرچہ بتفاوت لہٰذا دو صورت اولٰی میں محقق علی الاطلاق نے رقت آب کو غالب بتایا اور صورت ثالثہ میں امام ناطفی نے مغلوب۔

ثانیاً رقت جس معنی پر محقق ہوئی یعنی بے جرم ہونا ختم سیلان کے بعد دَل نہ رہنا اس میں تفاوت افراد نہیں دَل اگر کچھ بھی ہوگا یہ رقت معدوم ہوجائے گی اصلاً نہ ہوگا بحال خود باقی رہے گی لہٰذا دو صورت اولٰی کو غنیہ میں

عہ کافی وکفایہ وبنایہ میں فرمایا :

الامتزاج الاختلاط بین شیئین حتی یمتنع التمییز اھ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

امتزاج یہ ہے کہ دو چیزیں آپس میں اس طرح مل جائیں کہ ان کے درمیان تمیز نہ ہوسکے اھ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

www.alahazratnetwork.org

یُوں بتایا کہ پانی ویسا ہی اپنی رقت پر رہے جیسا کہ قبل اختلاط تھا اور صورت ثالثہ کو ذخیرہ و تتمہ و حلیہ نے یُوں کہ رقت یکسر مسلوب۔

ثالثاً دو صورت اولیٰ ہی کی طرف خلاصہ کا ارشاد کہ پانی اُس میں آشکار ہو مشیر کہ جب تک امتزاج نہ ہو پانی کا ظہور ظاہر و مستنیر۔

رابعاً خانیہ کا ارشاد کہ اگر متماسک ہو جائے وضو جائز نہیں صورت ثالثہ ہی کا بیان ہے کہ ذل باقی رہنا تماسک اجزا ہی سے ہوتا ہے اور بحال تماسک ذل ضرور رہتا ہے۔

خامساً اسی کو علمائے کرام نے رُب و دِبس و نشاستج و طین و سویق کی مثالیں دے کر بتایا کہ یہ سب اشیا اگرچہ سائل و رقیق اضافی ہیں مگر ان کے اجزا تماسک سے خالی نہیں و لہذا ختم سیلان پر ان میں ضرور ذل رہتا ہے۔ رُب بالضم میوؤں کا عرق کہ جوش دے کر قوام پر لایا گیا اور غلیظ و بستہ ہو گیا، دِبس دوشاب اور اس کے مطلق سے دوشاب خرما مراد کہ عرق خرما بدستور نکال کر اتنا جوش دیں کہ انگلی سے اٹھائیں تو انگلی میں لپٹ آئے، نشاستج بالفتح جسے عربی میں نشا اور فارسی میں نشاستہ کہتے ہیں۔ نشاستج اس کا معرب ہے یہ کہ گیہوں پانی میں اتنی مدت تک بھگوئے جائیں کہ عفونت لے آئیں اور پوست چھوڑ دیں مغز باریک کوٹ کر صافی میں چھان کر رکھیں یہاں تک کہ گیہوں کے اجزا تہ نشین ہو جائیں پانی اوپر رہ جائے اُسے پھینک کر تہ نشین کو سکھا لیں ظاہر ہے کہ جب تک اجزا تہ نشین نہ ہوں گے پانی سے ممتزج رہیں گے طین، کیچڑ، سویق، ستو یہ مثالیں یاد رکھنے کی ہیں کہ غلظت کی صورت ذہن میں رہے ان کو ہم ایک مصرع میں جمع کریں ؎

رُب و دِبس و نشا و طین و سویق ہر چہ زینگونہ شد نہ ماند رقیق

(راب، شیرہ، نشاستہ، کیچڑ اور ستو ان میں سے جو بھی گاڑھا ہو جائے رقیق نہ رہے گا۔ ت)

سادساً ہدایہ و بدائع وغیرہما میں سویق کو مخلوط سے مقید فرمانا صورت ثانیہ و ثالثہ کے فرق کی طرف اشارہ فرماتا ہے پانی میں اگر ستو ڈال دیے کہ تہ نشین ہو گئے نتھرا پانی یا خفیف آمیزش کا اوپر رہ گیا جو اُسے جرم دار نہ کرے تو وضو جائز نہ ہوگا و لہذا کالسویق المخلوط فرمایا یعنی گھلے ہُوئے ستو کہ پانی سے ممتزج ہو جائیں۔

الحمدللہ کہ رقت مطلوبہ کی حد بندی اُس وجہ رفیع پر ہُوئی کہ اس رسالہ کے غیر میں نہ ملے گی۔ اُس کے بیان کا بھی ایک شعر اشعار تعریف مائے مطلق میں اضافہ کریں ؎

رقت آن دان کہ بہ سیلان ہمہ یک سطح شود خالی از جرم اگر مانع او ناید پیش

(رقت یہ ہے کہ بہنے پر سطح برابر ہو اور اس کا حجم نہ بنے بشرطیکہ کوئی مانع نہ ہو۔ ت)

یا یُوں کہیے ؎

www.alahazratnetwork.org

آں رقیق ست کہ اجزاش بختم سیلان زیر و بالا نبود ہیچ سوائے پس و پیش

(رقیق وہ چیز ہے کہ بہاؤ کے ختم ہونے پر اس کے اجزاء کا حجم نہ بنے بلکہ بہنے میں صرف ان کا تقدم وتاخر ہو۔ ت)

الحمدللہ اس تقریر منیر سے فوائد کثیر حاصل ہوئے :

فائدہ ۱ : طبیعت اور اس کے بقا و زوال کا بیان ۔

فائدہ ۲ : حقیقت سیلان اور اس کا فلسفہ اور جامد و سائل کا فرق اور یہ کہ اگر اوپر سے نشیب میں مثلاً گیہوں کے دانے اور کوئی تختہ اور پانی گرائیں سب اپنی حرکت بالطبع سے متحرک ہوکر نیچے اُتر جائیں گے مگر ان میں پانی ہی کی حرکت کو سیلان کہیں گے نہ ان دو کی اس کی وجہ کہ اول اجسام منفصلہ کی حرکات عدیدہ ہیں اور دوم جسم واحد کی حرکت واحدہ اور سوم جسم واحد متصل حسّی کے اجزائے متجاورہ کی متوالی حرکات طبعیہ پے در پے کہ انفکاک حسّی نہ ہونے دیں اسی کا نام سیلان ہے ۔

فائدہ ۳ : رقت مطلق کے معنی اور اس کے مواضع اطلاق ۔ **فائدہ ۴** : وہ امر اضافی و مقول بالتشکیک ہے ۔

فائدہ ۵ : وہ اپنے نفس معنی کے لحاظ سے سیلان کے ساتھ مساوی بلکہ معنی شامل جامدات پر اُس سے عام مطلقاً ہے اور ہنگام اضافت عام من وجہ کہ شیر شتر بہ اضافت شیر بز رقیق نہیں اور سائل ہے اور گلاب کا شیشہ حلبی آئینہ کے اعتبار سے رقیق ہے اور سائل نہیں ۔ **فائدہ ۶** : مسائل خف وغیرہ میں معنی جرم و عدم جرم ۔

فائدہ ۷ : اُن میں معنی مرئی و غیر مرئی ۔ **فائدہ ۸** : مرئی و غیر مرئی معتبر مسئلہ تطہیر و مسئلہ حوض کبیر سے اُن کا فرق ۔

فائدہ ۹ : انظار ماہرین کی ان میں انواع انواع لغزش ۔

فائدہ ۱۰ : رقت مطلوبہ و مصطلحہ ائمہ کے معنی یہ سب بھی روشن طور پر واضح ہو گئے ۔

فائدہ ۱۱ : جرم میں بے جرمی کیونکر ہوتی ہے ۔ **فائدہ ۱۲** : نیز یہاں کلام ائمہ میں معنی تماسک ۔

فائدہ ۱۳ : کہ رقت مطلوبہ و بے جرمی ایک شے ہیں اور غلظت یہ کہ بعد ختم سیلان ذَل باقی رکھے ۔

فائدہ ۱۴ : رقتِ آب غالب و مغلوب یا موجود و مسلوب ہونے سے مراد اور یہ کہ اُن کا ایک ہی مفاد ۔

فائدہ ۱۵ : کہ یہ رقت سیلان سے خاص ہے اور اس کے بعد محل اثبات میں ذکر سیلان کی حاجت نہیں مثلاً یُوں کہنا کہ فلاں صورت میں رقت و سیلان باقی رہیں تو وضو جائز ہے ، ہاں یُوں کہتے میں حرج نہیں کہ سیلان و رقت باقی رہیں کہ ذکر سیلان ذکر رقت سے مغنی نہیں اگرچہ تنہا ذکر رقت بس ہے تو اطناب ہوا نہ اہمال ۔

فائدہ ۱۶ : محل نفی میں ذکر سیلان بحرفِ واو مضر و موہم خلاف مقصود ہے اور بحرف یا کہ تردید کے لیے ہے بیکار ۔

فائدہ ۱۷ : کپڑے سے نہ نچڑ سکنا اس رقت سے خاص ہے دُودھ رقیق ہے اور نچڑ نہیں سکتا ۔

فائدہ ۱۸ : یہ رقت نہ معنی اضافی ہے نہ اس میں تشکیک ۔

فائدہ ۱۹: پانی میں جرم دار اشیا ملنے کی صورتیں اور اُن کے احکام۔

فائدہ ۲۰ جلیلہ: پانی کی رقت زائل ہونا کچھ جامدات ہی کے خلط پر موقوف نہیں خلافاً لما تطافرت علیہ کلمات الشراح واھل الضابطۃ (یہ اس کے خلاف ہے جس پر شراح حضرات اور اہلِ ضابطہ کا کلام گزر چکا ہے۔ ت) بلکہ جرم دار مائعات مثل شہد وشیرہ ورُب ودِبس جب اس سے ایسے ممتزج ہوجائیں کہ معنی مذکور جرم دار کردیں ضرور رقت زائل اور طبیعت متبدل ہوجائے گی یہ فائدہ بہت ضروری یاد رکھنے کا ہے کہ فصل آئندہ میں کام دے گا اِن شاء اللہ تعالٰی یہ ہے وہ تحقیق بازغ کہ مولٰی عزوجل کے فضل بالغ سے قلبِ فقیر پر فائض ہوئی وللہ الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ کما یحب ربنا ویرضی ؕ وصلی اللہ تعالٰی وبارك وسلم علی الحبیب الکریم الرؤف الرحیم الارضی ؕ واٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ ما علت سماء ارضا ؕ والحمد للہ رب العٰلمین۔

غلبہ غیر اس میں تین بحثیں ہیں:

بحث اوّل کس امر میں غلبہ مراد ہے۔

اقول یہاں چار چیزیں ہیں، طبیعت، اوصاف، اجزا، مقاصد۔ اور ان سب کے اعتبار سے غلبہ لیا گیا ہے غلبہ بحسب اوصاف قول امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی ہے جس کا بیان بعونہ تعالٰی آگے آتا ہے باقی تین میں اعتبار غلبہ مجمع علیہ ہے غلبہ بحسب طبع وہی زوال رقت ہے اس کے اعتبار پر اجماع ظاہر اور غلبہ بحسب اجزا کہ خاص مذہب امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی کہا گیا اور امام[ع] برہان الدین صاحب ہدایہ وامام

ع ہدایہ میں زیرِ مسئلہ آبِ زردج فرمایا ھو الصحیح (یہی صحیح ہے۔ ت) بنایہ میں ہے المروی عن ابی یوسف ھو الصحیح (جو امام ابو یوسف سے مروی ہے وہ صحیح ہے۔ ت) نہایہ میں ہے قولہ ھو الصحیح احتراز عن قول محمد (اس کے قول ھو الصحیح سے امام محمد کے قول سے احتراز ہے۔ ت) نیز ہدایہ میں فرمایا الغلبۃ بالاجزاء لا بتغیر اللون (غلبہ اجزاء کے اعتبار سے ہے تغیرِ لون سے نہیں۔ ت) بنایہ میں ہے اشار بہ ایضا الٰی نفی قول محمد (اس سے امام محمد کے قول کی نفی کا اشارہ بھی ہے۔ ت) عنایہ میں ہے نفی لقول محمد فانہ یعتبر الغلبۃ بتغیر اللون والطعم (امام محمد کے قول کی نفی ہے کیونکہ وہ غلبہ باعتبار تغیر لون وطعم مراد لیتے ہیں۔ ت) کنز میں تھا او غلب علیہ غیرہ اجزاء (یا اس پر غیر کا غلبہ بطور اجزاء ہو۔ ت) اس پر شارح ہروی نے فرمایا احتراز عن قول محمد رحمہ اللہ تعالٰی اھ (یہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کے قول سے احتراز ہے۔ ت) ۱۲ منہ غفرلہ (م)

www.alahazratnetwork.org

قاضی خان و امام شمس الائمہ کردری و امام حافظ الدین نسفی وغیرہم اکابر نے اُس کی تصحیح کی اسی کو درر و در میں اصح اور منیہ میں صحیح اور سراج وہاج و جوہرہ نیرہ و فتاوی غزی و فتاوی عالمگیریہ میں قول جمہور اور نہایہ و عنایہ و حلیہ و غنیہ و بحر و نہر وغیرہا میں اساتذہ کرام سے منقول و ماثور بتایا کما تقدم کل ذلک فی نمرۃ ۱۲۲ و ۱۰۱ و ۹۷ (جیسا کہ نمبر ۱۲۲، ۱۰۱ اور ۹۷ میں گزر چکا ہے ت) جامع الرموز میں ہے اعتبر الغلبۃ من حیث الاجزاء وھو الصحیح لتقدم الجزء علی الوصف فی الاعتبار کما فی حاشیۃ الھدایۃ[1] (غلبہ اجزاء کے اعتبار سے ہوگا اور یہی صحیح ہے کیونکہ اعتبار میں جز وصف پر مقدم ہوتا ہے جیسے کہ ہدایہ کے حاشیہ میں ہے۔ ت) جوہرہ نیرہ میں ہے الاصح ان المعتبر بالاجزاء آھ[2] (اصح یہی ہے کہ اجزاء کا اعتبار ہوگا۔ ت) نیز عنایہ سے آتا ہے کہ صحیح قول ابو یوسف ہے غایۃ البیان میں اسی کو ہمارے ائمہ سے ظاہر الروایۃ بتایا غایہ و عنایہ و بنایہ نے شرح طحاوی امام اسبیجابی سے اس کی تائید کی اس کے خلاف یعنی اعتبار اوصاف کو امام کرخی وغیرہ اکابر نے خلاف صحیح بتایا بنایہ[3] میں ہے الروایۃ الصحیحۃ بخلافہا (روایۃ صحیحہ اس کے خلاف ہے۔ ت) اُسی میں ہے صحۃ الروایۃ بخلافہ کذا عن الکرخی آھ[4] (صحتِ روایت اس کے خلاف ہے ایسا ہی کرخی سے ہے۔ ت)

اقول اس نسبت و تصحیحات و ترجیحات کے یہ معنٰی نہیں کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی اس کے قائل نہیں بلکہ یہ کہ امام ابو یوسف صرف اسی کو اعتبار فرماتے ہیں اور امام محمد اس کے ساتھ غلبۂ اوصاف کو بھی ورنہ غلبہ بحسب اجزاء جس معنی پر لیا گیا جن کی تفصیل بحولہ تعالٰی آتی ہے وہ سب بلا شبہ سب کو تسلیم ہیں۔

فلا تغرنک المقابلۃ الواقعۃ فی قول الفتح ان محمدا یعتبرہ باللون و ابا یوسف بالاجزاء وقول الاجناس فی نمرۃ ۱۰۷ محمد یراعی لون الماء و ابو یوسف غلبۃ الاجزاء الا تری الی قول العنایۃ محمد یعتبر الغلبۃ باللون ثم الطعم ثم الاجزاء والصحیح قول

فتح کے کلام میں امام محمد اور امام ابو یوسف کے اقوال کا مقابلہ تجھے دھوکا میں مبتلا نہ کرے کہ امام محمد رنگ کا اور امام ابو یوسف اجزاء کا اعتبار کرتے ہیں، اور اسی طرح الاجناس کا قول کہ نمبر ۱۰۷ میں مذکور ہوا کہ امام محمد پانی کے رنگ کا اور امام ابو یوسف اجزاء کے غلبہ کی رعایت کرتے ہیں کیونکہ آپ نے دیکھا کہ عنایہ

---

[1] جامع الرموز باب المیاہ مطبع الاسلامیہ گنبد ایران ۱/ ۴۶
[2] الجوہرۃ النیرۃ کتاب الطہارۃ مطبع امدادیہ ملتان ۱/ ۱۴
[3] البنایۃ شرح الہدایۃ باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء الامدادیہ مکۃ المکرمہ ۱/ ۱۸۵
[4] فتح القدیر " " " نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۵

ابی یوسف لان الغلبۃ بالاجزاء غلبۃ حقیقیۃ اذ وجود المرکب باجزائہ فکان اعتبارہ اولی[1] وھی الضابطۃ التی مشی علیھا ملک العلماء والامام الاسبیجابی رحمھما اللّٰہ تعالٰی کما مر ویاتی تفصیلہ ان شاء اللّٰہ تبارک وتعالٰی فافھم وتثبت۔

کا قول ہے کہ امام محمد رنگ پھر ذائقہ اور پھر اجزاء کے غلبہ کا اعتبار کرتے ہیں اور صحیح امام یوسف کا قول ہے کیونکہ غلبہ اجزاء کے اعتبار سے ہوتا ہے کیونکہ مرکب کا وجود اجزاء سے حاصل ہوتا ہے لہذا اس غلبہ کا اعتبار اولٰی ہے، اور یہی وہ ضابطہ ہے جس کو ملک العلماء اور امام اسبیجابی رحمہما اللہ نے اپنایا ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے اور اس کی تفصیل ان شاء اللہ تبارک وتعالٰی آئندہ بھی آرہی ہے سمجھو اور قائم رہو۔ (ت)

رہا غلبہ بحسب مقاصد جسے اس کے لازم اعم زوال اسم سے تعبیر کرتے ہیں اس پر اجماع بھی ظاہر

کما مر مرارا منھا فی نمرۃ ۲۸۰ وان الامام الزیلعی قد نص علیہ وان اغفلہ فی ضابطتہ وان الخلاف انما کان فی نبیذ التمر لاجل النص علی خلاف القیاس ثم انقطع برجوع الامام ویاتی قول الحلیۃ۔

جیسا کہ متعدد بار نمبر ۲۸۰ میں گزرا، اور امام زیلعی نے اس پر نص کی ہے اگرچہ انہوں نے ضابطہ میں غفلت سے کام لیا ہے اور بیشک نبیذ تمر میں اس کا خلاف ہے تو اس لیے کہ اس بارے میں مخالفِ قیاس نص وارد ہوئی ہے اور یہ خلاف بھی امام ابوحنیفہ کے رجوع کی وجہ سے ختم ہوگیا، اور حلیہ کا قول آئے گا۔ (ت)

بالجملہ ان تین پر اجماع میں شک نہیں اور یہاں تینوں طور پر اس کی تفسیر کی گئی۔

غلبۂ طبع قدوری وہدایہ سے گزرا غلب علیہ غیرہ فاخرجہ عن طبع الماء[2] (پانی کو غیر کے غلبہ نے اس کو طبیعت سے خارج کردیا۔ ت) ملتقی الابحر سے لابماء خرج عن طبعہ بغلبۃ غیرہ[3] (نہ ایسے پانی سے جو غیر کے غلبہ کی وجہ سے اپنی طبیعت سے خارج ہوچکا ہو۔ ت) غرر و نور الایضاح سے لابماء زال طبعہ بغلبۃ غیرہ[4] (ایسے پانی سے وضو جائز نہیں جس کی طبیعت غیر کے غلبہ کی وجہ سے ختم ہوچکی ہو۔ ت) ہدایہ سے نمبر ۱۰۰ میں الا ان یغلب علی الماء فیصیر کالسویق المخلوط[5] (مگر وہ چیز پانی میں مل کر غالب ہوجائے

---

[1] العنایۃ مع الفتح القدیر — باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء — مطبعہ نوریہ رضویہ سکھر — ۱/۶۳

[2] الہدایۃ — ” ” ” ” — مطبع عربیہ کراچی — ۱/۱۸

[3] ملتقی الابحر — فصل تجوز الطہارۃ بالماء المطلق — مطبعہ عامرہ مصر — ۱/۲۸

[4] نور الایضاح — کتاب الطہارت — مطبعہ علیمیہ لاہور — ص ۳

[5] الہدایۃ — الماء الذی یجوز بہ الوضوء — مطبعہ عربیہ کراچی — ۱/۱۸

www.alahazratnetwork.org

تو حکم مخلوط ستوؤں کی طرح ہوگا۔ ت) نیز غنیہ سے مالم یغلب علیہ بان اخرجہ عن رقتہ[1] (وضو جائز ہے جب تک غیر نے اس پر غلبہ پا کر رقت سے خارج نہ کردیا ہو۔ ت) نیز ذخیرہ[2] و تتمہ و حلیہ سے یغلب علی الماء حتی تزول بہ الرقۃ (وہ چیز پانی پر اس طرح غالب ہوجائے کہ پانی کی رقت زائل ہوجائے۔ ت) نمبر ۱۱۹ میں خانیہ سے ان غلبتہ الحمرۃ وصار متماسکا لایجوز[3] (اگر پانی پر سرخی غالب ہوگئی اور وہ گاڑھا ہوگیا تو وضو جائز نہیں۔ ت) نیز خلاصہ سے ان غلب علیہ الحمرۃ وصار نشاستج لایجوز[4] (اگر اس پر سرخی غالب ہوگئی اور وہ نشاستہ کی طرح ہوگیا تو وضو جائز نہیں۔ ت)

غلبہ مقاصد نمبر۱۰ میں حلیہ[5] و تتمہ و ذخیرہ سے قول امام ابی یوسف گزرا ان غلب علی الماء حتی یقال ماء البابونج والاٰس لایجوز[6] (اگر پانی پر اس طرح غلبہ ہوجائے کہ اس کو بابونہ کا عرق یا جوس کہا جائے تو وضو جائز نہیں۔ ت) نمبر ۳۰ میں قول ملک العلماء اذا خالطہ علی وجہ زال عنہ اسم الماء بان صار مغلوبا بہ[6] (جب پانی پر اس طرح غلبہ پاتے ہوئے ملے کہ اس کا نام پانی نہ رہے۔ ت) عنایہ، بنایہ، غایۃ البیان میں ہے وان اراد بالاشربۃ الحلو المخلوط بالماء کالدبس والشھد المخلوط وبہ من الخل الخل المخلوط بالماء کانت نظیر ماء غلب علیہ غیرہ[7]ع (اگر شربت سے مراد پانی میں مخلوط میٹھا ہو جیسا کھجور کا شیرہ اور شہد پانی ملا ہوا ہو، اور سرکہ سے مراد وہ جس میں پانی ملا ہو تو یہ پانی پر غیر کے غلبہ کی نظیر ہوگی۔ ت) یونہی مجمع الانہر

ع اقول لکن ھذا صحیح علی ما حملنا علیہ لاعلی ما حملوا لان عبارۃ الھدایۃ

اقول لیکن یہ ہمارے بیان کردہ محمل پر درست ہے ان کے محل پر درست نہیں، کیونکہ ہدایہ کی عبارت

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] غنیۃ المستملی	احکام المیاہ	سہیل اکیڈمی لاہور	ص ۹۱
[2] فتاوٰی ذخیرہ			
[3] فتاوٰی قاضی خان	فیما لایجوز بہ التوضی	نولکشور لکھنؤ	۱/ ۹
[4] خلاصۃ الفتاوٰی	الماء المقید	"	۱/ ۸
[5] حلیہ			
[6] بدائع الصنائع	الماء المقید	سعید کمپنی کراچی	۱/ ۱۵
[7] عنایۃ مع القدیر	الماء الذی یجوز بہ الوضوء	نوریہ رضویہ سکھر	۱/ ۶۲

www.alahazratnetwork.org

میں فائدے سے ہے جعل المصنف الاشربۃ والخل مثالین لما غلب علیہ غیرہ فیکون المراد من

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بما رغلب علیہ غیرہ فاخرجہ عن طبع الماء [1] اھ والشھد والدبس لایخلطان فی الاشربۃ بحیث یخرجان الماء عن رقتہ وان فرض فکیف یستقیم ھذا فی الخل فالصواب ما افاد فی الغایۃ اخرا وفی العنایۃ والبنایۃ اولا انہ وان اراد بھا الاشربۃ المتخذۃ من الشجر کشراب الرمان والحماض وبالخل الخل الخالص کانا من نظیر المعتصر من الشجر والثمر [2] اھ وقد نص علی [1]

یوں ہے وہ پانی جس پر غیر غالب ہوجائے اور وہ پانی کو اس کی طبیعت سے نکال دے اھ جبکہ شہد اور شیرہ کو پانی میں ملائیں تو ان کے ملنے میں پانی اپنی رقت سے خارج نہیں ہوتا اور بالفرض یہ مان لیا جائے تو سرکہ میں یہ بات کیسے درست ہوگی (کیونکہ سرکہ خود رقیق ہے پانی کی رقت کو ختم نہیں کرتا) لہذا غایۃ میں آخری اور عنایۃ اور بنایۃ میں اول جو مفاد حاصل ہوا وہ درست ہے کہ اگر شربت سے انار کا یا لیموں وغیرہ کا جوس مراد ہو اور سرکہ سے خالص سرکہ (باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] اقول والعجب من الفاضل قرہ باغی فی حاشیۃ صدر الشریعۃ استظھر مالا یصح واعرض عن نص صدر الشریعۃ الصحیح کانہ یرید الرد علیہ فقال الظاھر ان المراد من قول المصنف کالاشربۃ الاشربۃ التی تتخذ من الدبس والشھد والسکر یخلطھا مع الماء فحینئذ یکون قولہ کالاشربۃ نظیر ما زال طبعہ بغلبۃ غیرہ اجزاء وقولہ ماء الباقلاء والمرق نظیر ما زال طبعہ بالطبخ اھ وفیہ کلام من وجوہ اخر لانطیل بھا ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اقول فاضل قرہ باغی پر تعجب ہے کہ انہوں نے صدر الشریعۃ کے حاشیہ میں غلط کو ظاہر کیا اور صدر الشریعۃ کی صحیح نص سے اعراض کیا جیسے انہوں نے مصنف پر اعتراض کا ارادہ کرتے ہوئے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ مصنف کے قول کالاشربۃ سے مراد وہ شربت ہیں جو شہد، شیرہ اور شکر ملا کر پانی بنایا گیا ہو تو اس صورت میں یہ شربت اس پانی کی نظیر بن جائیں گے جس پر غیر کے غلبہ کی وجہ سے اس کی طبع ختم ہوچکی ہو اور مصنف کا قول ماء الباقلاء والمرق اس پانی کی نظیر ہوگی جو پکانے کی وجہ سے طبع ختم کرچکا ہو اس فاضل کی کلام میں دوسری وجوہ سے اعتراض ہیں جن کے بیان سے ہم کلام کو طویل نہیں کرتے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] الہدایۃ باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ۱/ ۱۸

[2] العنایۃ مع فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضو ۱/ ۶۲

الاشربة الحلو المخلوط بالماء کالدبس والشہد ومن الخل الخل المخلوط بالماء علی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ذلک فی شرح الوقایۃ وغیرہ نعم ذھب[١] ھذا عن العلامۃ ابراھیم الحلبی فی متنہ الملتقی فاسقط ماکان فی اصولہ القدوری والوقایۃ من ذکر ما اعتصر من شجر او ثمر وابقی فی الامثلۃ الاشربۃ والخل وجعل الغلبۃ باعتبار الطبع حیث قال لا بماء خرج عن طبعہ بغلبۃ غیرہ او بالطبخ کالاشربۃ والخل وماء الورد والباقلاء والمرق[١] اھ فلزمہ ما لزم العنایۃ فی الاخرے بالخل والاشربۃ وشیئ[٢] زائد وھو ماء الورد فلیس قطعا ماء خرج عن طبعہ بغلبۃ غیرہ او بالطبخ وکذلک یرد ھذا علی الفرائد[٣] اما ماردبہ علیہ فی مجمع الانھر اذ قال لا وجہ لان یکون الخل مثالا لما غلب علیہ غیرہ وان کان مخلوطا بالماء فانہ لا یصدق علیہ انہ ماء غلب علیہ غیرہ فان الخل اذا اختلط بالماء والماء مغلوب یقال خل مخلوط بالماء لا ماء مخلوط بالخل تدبر[٢] اھ فاقول[٣] لیس بشیئ اذ لیس الکلام ھھنا فی بقاء اطلاق اسم الماء بل بیان للواقع ان ماء خلط بالخل والخل اکثر لا یجوز الوضوء بہ

مراد ہو، تو پھر یہ دونوں شجر و ثمر کے جوس کی نظیر ہیں اھ شرح وقایہ وغیرہ میں یہ منصوص ہے، ہاں علامہ ابراہیم حلبی سے یہ بات چھوٹ گئی ہے اور انہوں نے اپنے متن ملتقی میں اس کے اصول قدوری اور وقایہ کی عبارت میں ما اعتصر من شجر او ثمر کے ذکر کو ساقط کر دیا اور شربت اور سرکہ کی مثالوں کو باقی رکھا اور غلبہ کو طبع کے اعتبار سے قرار دیا، اور یُوں کہا جو پانی اپنی طبع سے غیر کے غلبہ یا پکانے کی وجہ سے خارج ہو چکا ہو تو اس سے وضو جائز نہیں، جیسے شربت اور سرکہ، عرق گلاب و باقلاء اور شوربا اھ تو ان کو عنایہ والی آخری دشواری لازم آئی جس کی وجہ سرکہ، شربت اور مزید عرق گلاب کا ذکر ہے اور یہ قطعاً ایسے پانی نہیں ہیں جو غیر کے غلبہ یا پکانے کی وجہ سے اپنی طبیعت سے یعنی رقت سے خارج ہوئے ہوں اور یہی اعتراض فرائد پر بھی لازم آتا ہے لیکن فرائد پر مجمع الانہر میں جو اعتراض کیا جہاں یہ کہا کہ اس کی کوئی وجہ نہیں کہ سرکہ کو غیر کے غلبہ کی مثال قرار دیا جائے اگرچہ وُہ پانی سے مخلوط ہو، کیونکہ جب سرکہ میں پانی ملایا جائے اور پانی مغلوب ہو تو اس کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ ایسا پانی ہے جس پر غیر کا غلبہ ہے کیونکہ سرکہ جب پانی میں ملے اور پانی مغلوب ہو تو کہا جاتا ہے یہ سرکہ ہے جس میں پانی ملایا گیا نہ کہ یہ پانی ہے جس میں سرکہ ملایا گیا تدبر اھ پس اس بارے میں

(باقی بر صفحہ آئندہ)

[١] ملتقی الابحر المیاہ التی یجوز بہ الوضوء مؤسسۃ الرسالہ بیروت ١/٢٣
[٢] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر فصل تجوز الطہارۃ بالماء المطلق داراحیاء التراث العربی بیروت ١/٢٨

www.alahazratnetwork.org

ما اشیر الیہ فی النہایۃ والعنایۃ[1] (مصنف نے شربت اور سرکہ کو غیر کے غلبہ کی مثالیں قرار دیا ہے تو شربت سے مراد پانی سے مخلوط میٹھا ہوگا جیسے شیرہ اور شہد، اور سرکہ سے پانی میں مخلوط سرکہ مراد ہوگا جیسا کہ نہایہ اور عنایہ میں ہے۔ ت)

غلبۂ اجزاء کنز سے گزرا لابماء غلب علیہ غیرہ اجزاء[2] (جس پانی پر اجزاء کے لحاظ سے غیر کا غلبہ ہو جائے تو اس سے وضو جائز نہیں ہے۔ ت) ہدایہ سے ۱۲۲ میں الغلبۃ بالاجزاء ھو الصحیح[3] (غلبہ میں اجزاء کا اعتبار ہے اور یہی صحیح ہے۔ ت) نیز خانیہ سے تعتبر من حیث الاجزاء ھو الصحیح[4] (غلبہ میں اجزاء کا اعتبار ہے اور یہی صحیح ہے۔ ت) ۱۰ میں منیہ سے الغلبۃ من حیث الاجزاء[5] (غلبہ اجزاء کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ ت) ۵۰ میں جواہر الفتاوی سے ان غلب اجزاؤھا علی الماء یمنع التوضی[6] (اگر ملنے والی چیز کے اجزاء پانی پر غالب ہو جائیں تو اس سے وضو جائز نہیں ہے۔ ت)

بحث دوم غلبۂ اجزاء سے کیا مراد ہے **اقول** یہ صحیح معتمد قول بھی ان تینوں اجمالی باتوں سے تفسیر کیا گیا اُس سے ظاہر تو **کثرت اجزاء** ہے یعنی پانی میں جو چیز ملے پانی سے مقدار میں زائد ہو اور نمبر ۲۶۲ میں گزرا کہ مساوی کا حکم بھی مثل زائد ہے۔

اقول ومن العجب قول العلامۃ (میں کہتا ہوں اور مجھے علامہ شامی کے اس قول سے

www.alahazratnetwork.org

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ولاشك انہ ماء وقد قلتم والماء مغلوب اما الاسم وقد اشار الیہ المتن اذ عبر عنہ بالخل لا بالماء ۱۲ منہ غفرلہ (م) (میں کہتا ہوں کہ یہ درست نہیں ہے کیونکہ یہاں پانی کے نام کے اطلاق کی بقاء کا بیان نہیں ہے بلکہ یہ تو بیان واقع ہے کہ جب پانی سرکہ میں ملے اور سرکہ غالب ہو تو اس سے وضو جائز نہیں ہے، اور بیشک یہ پانی ہے تم نے خود اس میں پانی کا ذکر کیا کہ یہ پانی مغلوب ہے لیکن پانی کے نام کا مسئلہ تو اس کی طرف ماتن نے اشارہ کرتے ہوئے اس کو سرکہ سے تعبیر کیا ہے پانی سے تعبیر نہیں کیا۔ ت)

---

[1] مجمع الانہر	تجوز الطہارۃ الماء المطلق	عامرہ مصر	۱/۲۸
[2] کنز الدقائق	باب المیاہ	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/۱۱
[3] الہدایۃ	الماء الذی یجوز بہ الوضو	عربیہ کراچی	۱/۱۸
[4] قاضی خان	فیما لا یجوز بہ التوضی	نولکشور لکھنؤ	۱/۹
[5] منیۃ المصلی	فصل فی المیاہ	عزیزیہ کشمیری بازار لاہور	ص ۱۸
[6] جواہر الفتاوی			

ش التقیید بالمغلوب بناء علی الغالب و الا فقد یمنع التساوی فی بعض الصور کما یاتی[1] اھ وای صورۃ لا یمنع فیہ التساوی۔ 6/6

تعجب ہوا، جس میں انہوں نے پانی کے مغلوب ہونے کی قید پر بحث کرتے ہوئے کہا کہ مغلوب ہونا اکثر حالات کی بنا پر کہا گیا ورنہ بعض صورتوں میں پانی اور اس میں ملنے والی چیز کے مساوی ہونے پر بھی وضو ناجائز ہوتا ہے، جیسے آئندہ آئیگا اھ (تعجب کی وجہ یہ ہے کہ علامہ نے مساوی کو بعض صورتوں میں مانع قرار دیا حالانکہ اجزاء کے لحاظ سے ملنے والی کا غلبہ ہو یا مساوات ہو دونوں کا حکم ایک ہے لہذا غیر کے اجزاء کی مساوات کلی طور پر مانع ہے) اگر علامہ شامی کی نظر میں کوئی مساوات والی مانع نہ بنتی ہو تو وہ کون سی صورت ہے (ت)

غنیہ میں ہے :

(الغلبۃ للماء من حیث الاجزاء) بان تکون اجزاء الماء اکثر من اجزاء المخالط[2]۔

پانی کے اجزا کا غلبہ تب ہوگا جب پانی کے اجزا اس میں ملنے والی چیز کے اجزا سے زیادہ ہوں (یعنی اگر پانی کے اجزا مساوی ہوں تو پھر پانی مغلوب رہے گا۔ (ت)

خزانۃ المفتین میں ہے :

www.alahazratnetwork.org

العبرۃ فیہ لکثرۃ الاجزاء ان کان اجزاء الماء اکثر یجوز التوضی بہ والا فلا[3] اھ وھو قطعۃ من الضابطۃ الشیبانیۃ و ستاتی ان شاء اللہ تعالٰی۔

غلبہ میں پانی کے اجزاء اس میں ملنے والی چیز کے اجزا کی کثرت کا لحاظ ہے اگر پانی کثیر ہو تو وضو جائز ورنہ ناجائز ہے اھ یہ ضابطہ شیبانیہ کا ایک حصہ ہے عنقریب آئیگا ان شاء اللہ تعالٰی (ت)

مجمع الانہر میں ہے :

غلبۃ غیرہ بان تکون اجزاء المخالط ازید من اجزاء الماء وھو قول ابی یوسف لانہ غلبۃ حقیقۃ لرجوعھا الی الذات بخلاف الغلبۃ باللون فانھا راجعۃ الی

غیر کے غلبہ کا مطلب یہ ہے کہ پانی میں ملنے والی چیز پانی سے زائد ہو، یہ امام یوسف کا قول ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل غلبہ وہی ہے جس کا تعلق ذات سے ہو اور اس کے خلاف رنگ کے غلبہ کا تعلق وصف سے

---

[1] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۳۳
[2] غنیۃ المستملی باب احکام المیاہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۹۰
[3] خزانۃ المفتین فصل فی المیاہ مسائل السؤر قلمی نسخہ ۱/۹

الوصف و محمد اعتبر الغلبة باللون فی الصحیح عنه لان اللون مشاهد[1]۔

ہوتا ہے، امام محمد نے اس کا اعتبار اس لیے کیا کہ وہ نظر آتا ہے۔ (ت)

یہی مضمون ابھی عنایہ سے گزرا، حلیہ میں بحوالہ زاہدی زاد الفقہاء سے نیز بنایہ میں ہے:

تعتبر الغلبة فی الاجزاء فان کان اجزاء الماء اکثر یجوز والا لا[2]۔

غلبہ میں اجزا کا اعتبار ہے اگر پانی کے اجزا غالب ہوں تو وضو جائز ورنہ نہیں۔ (ت)

جوہرہ نیرہ میں ہے:

الاصح ان المعتبر بالاجزاء وهو ان المخالط اذا کان مائعا فما دون النصف جائز فان کان النصف او اکثر لا یجوز[3] اھ۔

صحیح ترین یہ ہے کہ غلبہ میں اجزا کا اعتبار ہے اگر پانی میں ملنے والی چیز بہنے والی ہو تو اگر وہ نصف سے کم ہو تو اس پانی سے وضو جائز ہے اور اگر وہ ملنے والی چیز برابر ہو یا پانی سے زیادہ ہو تو پھر وضو جائز نہیں۔ (ت)

اقول اراد بالمخالط الممازج وستعرف ان المائع غیر مقصور علی الحکم وان کان الحکم مقصورا علی المائع۔

www.alahazratnetwork.org

میں کہتا ہوں پانی میں مخلوط چیز سے مراد وہ صورت ہے جب اس کے اور پانی کے اجزا آپس میں ممتاز نہ ہوں اور آپ کو عنقریب معلوم ہوگا کہ ہر بہنے والی چیز کا یہ حکم نہیں ہے اگرچہ یہ حکم صرف بہنے والی چیز میں پایا جاتا ہے۔ (ت)

نمبر ۲۶۲ میں بدائع سے گزرا:

تعتبر الغلبة فی الاجزاء فان استویا فی الاجزاء قالوا حکمه حکم الماء المغلوب[4]۔

پانی کے غالب ہونے میں اس کے اجزا کی کثرت کا اعتبار ہے اگر پانی کے اجزا ملنے والی چیز کے مساوی ہوں تو اس پر فقہا نے فرمایا کہ ایسی صورت میں پانی مغلوب ہوگا۔ (ت)

اور اہل ضابطہ زیلعیہ عموماً یہی کثرتِ اجزا مراد لیتے ہیں نمبر ۱۱ میں مراقی الفلاح و ابوالسعود و منحة الخالق سے گزرا، الغلبة بالوزن[5] (غلبہ وزن کے اعتبار سے ہوگا۔ ت)

---

[1] مجمع الانہر — فصل تجوز الطہارة بالماء المطلق — مطبع عامرہ مصر — ۱/۱۸

[2] بنایة — باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء الخ — مطبع امدادیہ مکۃ المکرم — ۱/۱۹۲

[3] جوہرة النیرة — کتاب الطہارة — مکتبہ امدادیہ ملتان — ۱/۱۴

[4] بدائع الصنائع — الماء المقید — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/۱۵

[5] منحة الخالق علی البحر — الطہارت — " " " — ۱/۶۹

غنیہ میں ہے: 7

المعتبر کون اجزائه اکثر من اجزاء الماء[1]

معتبر یہ ہے کہ ملنے والی چیز کے اجزاء پانی کے اجزاء سے زیادہ ہوں۔ (ت)

بحر و طحطاوی میں:

العبرة للاجزاء فان کان الماء اکثر جاز وان مغلوبا لا[2]

اعتبار اجزاء کا ہے اگر پانی کے اجزاء زیادہ ہوں تو اس سے وضو جائز ہے اور اگر پانی کے اجزاء مغلوب ہوں تو وضو جائز نہیں۔ (ت)

درمختار میں:

بالاجزاء فان المطلق اکثر من النصف جاز والا لا[3]

مطلق پانی کے اجزاء اگر نصف سے زیادہ ہوں تو وضو جائز ہے ورنہ نہیں۔ (ت)

زوالِ رقت سے اس کی تفسیر:

اقول الرقة طبع الماء و الطبع لازم الاجزاء وغلبة الملزوم تلزمها غلبة اللازم فمغلوبیة الطبع تدل علی مغلوبیة الاجزاء هذا ما ظهر لی فی توجیه هذا التفسیر فافهم فلا یخلو عن مقال فالاولی ان یقال تقیید لا تفسیر ای المراد غلبة الاجزاء لا من حیث ذواتها بل من حیث طبعها ومقتضی ذاتها **فانقلت** لم نسبت للاجزاء دون الکل **اقول** لما اعلمناك ان الثخن لتماسك فی الاجزاء والرقة لعدمه.

میں کہتا ہوں رقت پانی کی طبیعت ہے اور طبع اجزاء کو لازم ہے تو ملزوم کا غلبہ لازم کے غلبہ کو مستلزم ہے تو طبع (رقت) کی مغلوبیت، اجزاء کی مغلوبیت پر دلالت کرے گی، اس تفسیر میں مجھے یہ سمجھ آتی ہے، غور کرو اس میں اعتراض ہے، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ اس کو تفسیر کی بجائے تقیید قرار دیا جائے، یعنی یوں کہا جائے کہ غلبہ میں اعتبار تو اجزاء کا ہوگا مگر اجزاء کی ذات کا لحاظ نہیں بلکہ ان کی طبیعت کے لحاظ سے غلبہ معتبر ہوگا۔ اگر تو اعتراض کرے کہ تم نے اجزا کی طبیعت کہہ کر طبیعت کو اجزا کی طرف منسوب کیا، کُل کی طرف کیوں منسوب نہیں کیا؟ تو میں جواب دیتا ہوں کہ چونکہ گاڑھا اور غلیظ ہونا اجزاء کی طرف منسوب ہے لہٰذا اس کی ضد (رقیق ہونا) بھی اجزاء

www.alahazratnetwork.org

---

[1] غنیۃ المستملی	احکام المیاہ	سہیل اکیڈمی لاہور	ص ۹۱
[2] بحر الرائق	کتاب الطہارۃ	سعید کمپنی کراچی	۱/۶۹
[3] درمختار	باب المیاہ	مجتبائی دہلی	۱/۳۴

7/7

کی طرف منسوب ہوگا (جبکہ رقت ہی پانی کی طبیعت ہے)۔ (ت)

وقایہ و اصلاح سے گزرا:

لابماء زال طبعہ بغلبۃ غیرہ اجزاء[1] | غیر کے اجزاء کے غلبہ کی وجہ سے جس پانی کی طبع زائل ہو چکی ہے اس سے وضو جائز نہیں (ت)

دونوں شرحوں سے گزرا: ھو الرقۃ والسیلان[2] (طبع رقت وسیلان ہے۔ ت) ۱۰۷ میں حلیہ وتتمہ وذخیرہ سے گزرا: الغلبۃ من حیث الاجزاء بحیث تسلب رقۃ الماء[3] (غیر کا اجزاء کے لحاظ سے ایسا غلبہ جس سے رقت ختم ہوجائے۔ ت) شلبیہ میں ینبیع سے ہے:

المراد بغلبۃ الاجزاء ان تخرجہ عن صفتہ الاصلیۃ بان یثخن لا الغلبۃ باعتبار الوزن[4] | اجزا کے اعتبار سے غلبہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ پانی کو صفت اصلیہ سے نکال دے کہ وہ گاڑھا ہوجائے نہ کہ وزن میں غلبہ ہوجائے۔ (ت)

ارکان اربعہ میں ہے:

الغلبۃ بالاجزاء بان تذھب رقۃ الماء[5] | اجزاء کا غلبہ یہ ہے کہ اس کی وجہ سے پانی کی رقت ختم ہوجائے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

عنایہ و بنایہ میں ہے:

الخلط یعتبر فیہ الغلبۃ بالاجزاء فان کانت اجزاء الماء غالبۃ ویعلم ذلک ببقائہ علی رقتہ جاز الوضوء بہ وان کانت اجزاء المخلوط غالبۃ بان صار ثخینا زال عنہ رقتہ الاصلیۃ لو یجز اھ[6] | پانی میں مخلوط چیز کا غلبہ یہ ہے کہ اس کے اجزا غالب ہوں اگر پانی کے اجزا کا غلبہ ہو جو پانی کی رقت سے معلوم ہوتا ہے تو وضو جائز ہے ورنہ اگر ملنے والی چیز کے اجزاء کا غلبہ ہو جو پانی کے گاڑھا ہونے سے معلوم ہوتا ہے جبکہ پانی کی رقتِ اصلیہ ختم ہوجائے تو وضو ناجائز ہے اھ (ت)

---

[1] و [2] شرح وقایہ | فیما یجوز بہ الوضو | رشیدیہ دہلی | ۱/۸۵
[3] حلیہ
[4] شلبیہ علی التبیین | کتاب الطہارۃ | الامیریہ مصر | ۱/۲۰
[5] رسائل الارکان | فصل المیاہ | یوسف فرنگی محلی لکھنؤ | ص ۲۴
[6] العنایۃ مع الفتح | الماء الذی یجوز بہ الوضوء | نوریہ رضویہ سکھر | ۱/۶۴

اقول لکن الاکمل ذکر بعدہ فی تصحیح قول الثانی ما تقدم فی البحث الاول ان وجود المرکب باجزائہ فاعتبارھا اولی فھذا یمیل الی ان المراد کثرۃ الاجزاء کما افصح بہ فی مجمع الانھر لان الترکیب منھا لامن طبائعھا وانما الطبع وصف لازم فان اعتبرت من حیث اوصافھا لم یتم نفی قول الامام الثالث فان فرق باللازم والعارض فعلی تمامیتہ ھو بحث اٰخر غیر الترجیح بان ھذہ حقیقیۃ ذاتیۃ وتلک مجازیۃ عرضیۃ ھذا وقال فی البحر ذکر الحدادی ان غلبۃ الاجزاء فی الجامد تکون بالثلث وفی المائع بالنصف اھ[1] قال عبد الحلیم لعلہ امتحنہ فوجدہ یصیر مغلوبا بالقدر المذکور فحدہ کما شرح المقدسی اھ[2]

میں کہتا ہوں مگر اس کے بعد اکمل نے دوسرے قول کی تصحیح میں ذکر کیا ہے جو پہلے بحث اول میں گزر چکا ہے کہ مرکب کا وجود اس کے اجزا سے حاصل ہوتا ہے لہٰذا غلبہ میں اجزا کا اعتبار بہتر ہے، اس سے غلبہ میں کثرت اجزاء کا اعتبار بہتر ہے، اس سے غلبہ میں کثرتِ اجزا کا رُجحان پایا جاتا ہے، جیسا کہ مجمع الانہر میں اس کو بیان کیا ہے، کیونکہ ترکیب اجزا سے حاصل ہوتی ہے نہ کہ طبیع سے طبع تو ایک وصف اس کو لازم ہے اگر اوصاف کے لحاظ سے غلبہ کا اعتبار کیا جائے تو امام محمد کے قول کی نفی تام نہ ہوگی (جو کہ رنگ، بُو اور ذائقہ جیسے اوصاف سے غلبہ کا اعتبار کرتے ہیں) اگر طبع اور دیگر اوصاف میں یہ فرق کیا جائے کہ طبع پانی کے لیے وصف لازم اور رنگ وغیرہ وصف عارض ہیں تو یہ ترجیح سے ہٹ کر ایک نئی بحث ہوجائے گی کہ طبیعت پانی کی حقیقۃ ذاتیہ ہے اور دوسرے اوصاف مجازی اور عرضی ہیں، اس کو محفوظ کرو، اور بحر میں یہ ذکر ہے کہ حدادی نے کہا ہے کہ جامد میں اجزاء کا غلبہ ایک تہائی سے ہوجاتا ہے اور بہنے والی چیز کا پانی میں غلبہ نصف (مساوی) سے ہوجاتا ہے اھ اس پر عبدالحلیم نے کہا ہوسکتا ہے کہ شاید انہوں نے تجربہ کیا ہو اور جامد کی مذکورہ مقدار کے ملنے پر پانی مغلوب ہوا ہو اس لیے انہوں (حدادی) نے اس ایک تہائی کو مقرر کردیا جیسا کہ مقدسی کی شرح میں ہے اھ۔ (ت)

اقول ملحظہ الی ما وفق بہ فی البحر بین ھذین القولین بانہ ان کان المخالط جامدا فغلبۃ الاجزاء فیہ بثخونتہ وان کان مائعا موافقا للماء فغلبۃ الاجزاء فیہ

میں کہتا ہوں اس کا خلاصہ یہ ہے جو بحر میں ان دونوں قولوں میں موافقت پیدا کرتے ہوئے کہا کہ پانی میں ملنے والی چیز جامد ہو تو پھر اس کے اجزا کے غلبہ کا مطلب پانی کا گاڑھا ہونا ہے اور وہ چیز

---

[1] بحرالرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰
[2] حاشیۃ الدرر للمولٰی عبدالحلیم فرض الوضو مکتبہ عثمانیہ مصر ۱/۱۸

www.alahazratnetwork.org

بالقدر اھ[1] وکانہ رأی ان الثخن لایحصل مالم یکن الجامد نصف الماء فقدرہ بالثلث واللہ تعالٰی اعلم۔

بہنے والی پانی کے موافق ہو تو اس کے غلبہ کا مطلب اس کی مقدار کا غلبہ ہے اھ گویا کہ حدادی نے یہ سمجھا کہ جب پانی میں جامد نصف برابر ہونے پر پانی مکمل گاڑھا ہوجاتا ہے تو ایک تہائی سے ضرور غلبہ ہوجاتا ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

اقول تقییدہ بالموافقۃ لاتباع الضابطۃ ولاتنس ما قدمنا ان الرقۃ ربما تزول بامتزاج مائع ایضا اذا کان ذاجرم فالتوزیع غیر مسلم وبہ ظھر ما قدمنا تحت قول الجوھرۃ۔

میں کہتا ہوں کہ بحر کا یہ کہنا بہنے والی چیز پانی کے موافق ہو محض ضابطہ کے لحاظ سے ہے، یہ بات نہ بھولنا کہ ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں کہ کبھی پانی کی رقت ایسے مائع (بہنے والی) سے زائل ہوجاتی ہے جو جرم والی ہو، لہذا بحر کی مذکورہ تقسیم غیر مسلّم ہے اسی سے وہ بات واضح ہوگئی جو ہم نے جوہرہ کے قول کے تحت کہی تھی۔(ت)

زوال اسم سے تفسیر، ۱۲۲ میں فتح وحلیہ سے گزرا۔

صرح فی التجنیس ان من التفریع علی غلبۃ الاجزاء قول الجرجانی اذا طرح الزاج فی الماء جاز الوضوء ان کان لاینقش اذا کتب[2] الا فالماء ھو المغلوب اھ **فان قلت** ای نظر ھھنا الی الاجزاء حتی یسمی غلبۃ من حیث الاجزاء **اقول** بلٰی لابد لصلاحیۃ النقش او الصبغ بان ارق معلوم من الزاج والعفص او الزعفران والعصفر قدر مخصوص من الماء حتی لوطرح فیہ اقل من القدر او ھذا القدر فی اکثر منہ لم ینقش ولم

تجنیس میں تصریح کی ہے کہ غلبۂ اجزاء کی ایک تفریع جرجانی صاحب کا یہ قول ہے کہ جب پانی میں زاج (سیاہی) ڈالی جائے تو اگر لکھائی میں اس سے نقوش ظاہر نہ ہوں تو وضو جائز ہے ورنہ پانی مغلوب ہوگا اھ اگر تو اعتراض کرے یہاں اجزاء کا اعتبار کیسے ہوا جس کی بنا پر یہ کہا جائے کہ یہ اجزا کے لحاظ سے غلبہ ہے (تو میں اس کے جواب میں) کہتا ہوں کہ کتابت میں نقوش ظاہر ہونے کی صلاحیت زاج، عفص، زعفران اور عصفر کی ایک خاص مقدار پانی میں ملانے سے حاصل ہوتی ہے اگر اس مقدار سے کم پانی میں ملائی جائے یا اتنی مقدار زیادہ پانی میں ملادی جائے تو کتابت میں رنگ و نقوش

---

[1] بحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۹

[2] ایضاً

www.alahazratnetwork.org

يصبغ فكانت اجزاؤها مغلوبة بالماء اذ لم تعمل فيه بخلاف ما اذا اصلح فقد غلبته اذ غيرته۔

ظاہر نہ ہوں گے لہذا پانی غالب ہوگا اور اگر ان مذکورہ چیزوں کے ملانے سے کتابت کا عمل درست ہوجائے تو معلوم ہوگا کہ پانی مغلوب ہے اور ان مذکورہ چیزوں کے اجزا غالب ہوگئے۔ (ت)

بحث سوم ان میں کس معنے کو ترجیح ہے **اقول** ان میں تنافی نہیں دو شاب خرما کہ پانی میں برابر سے زیادہ ممتزج ہو وہاں کثرت اجزا اور زوال طبع و زوال اسم سب کچھ ہے پھر زوال اسم ان دونوں اور ان کے غیر کو بھی شامل ظاہر ہے کہ رقت نہ رہے تو پانی نہ کہلائے گا کیچڑ کو کوئی پانی نہیں کہتا اور اگر جنس دیگر برابر یا زائد مل جائے تو ارتفاع نام اظہر ہے کما تقدم قبیل الاضافات و فی نمرۃ ۲۶۲ (جیسا کہ اضافات کی بحث سے ذرا پہلے اور نمبر ۲۶۲ میں گزرا۔ ت) تو اس کا اعتبار دونوں سے معنًی اور سب صورتوں کو جامع تو قول امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ میں اسی کا ارادہ الیق و انسب کہ محیط صور و ضابطہ کلیہ ہو تعریف مطلق میں کہ چار سبب منع بیان ہوئے تھے سب اس میں آگئے ولہذا امام زیلعی نے فرمایا زوال الاسم ھو المعتبر فی الباب (نام کا ختم ہوجانا ہی اس بارے میں معتبر ہے۔ ت) حلیہ سے آتا ہے کہ یہی تمام اقوال کا مرجع ہے و للہ الحمد وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا محمد و الہ وصحبہ وسلم۔

طبخ بالغیر یہاں دو بحثیں ہیں:

بحث اول طبخ کی حقیقت اور یہ کہ اس کے صدق کو کیا کیا درکار **اقول** وباللہ التوفیق اسی میں چند امور کا لحاظ ضرور:

---

[1] **اقول** و بہ ظھر ان قصر التفسیر علی کثرۃ الاجزاء کما توھمہ عبارۃ الغنیۃ [2] و مجمع الانھر و الجوھرۃ وغیرھا او علی زوال الطبع کما توھمہ عبارۃ المنبع وغیرھا لیس کما ینبغی وعلی ھذا یحمل ما فعل فی العنایۃ و البنایۃ وغیرھما من التفسیر مرۃ بھذا و مرۃ بذاک ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

میں کہتا ہوں کہ غلبہ کی تفسیر میں صرف کثرۃ الاجزا کو ذکر کرنا جیسا کہ غنیہ، مجمع الانہر اور جوہرہ وغیرہ کی عبارات سے وہم ہوتا ہے یا صرف زوال طبع کو سمجھنا جیسا کہ منبع وغیرہ کی عبارت سے وہم ہوسکتا ہے، درست نہیں ہے بنایہ اور عنایہ میں غلبہ کی تفسیر کبھی یوں اور کبھی یوں کی گئی ہے (کہ غلبہ کی مواقع کے لحاظ سے تفاسیر مختلف ہیں) اس کی یہی وجہ ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

(۱) تنہا پانی کا جوش دینا پکانا نہیں کہا جاتا جب تک اُس میں کوئی اور چیز نہ ڈالی جائے سادات ثلثہ ابو السعود ازہری علی مسکین پھر طحطاوی پھر شامی میں ہے:

الطبخ یشعر بالخلط والا فمجرد تسخین الماء بدون خلط لایسمی طبخا[1] اھ زاد الشامی ای لان الطبخ ھو الانضاج استواء[عہ] قاموس[2] اھ ای ومعلوم ان الماء لاینضج **اقول** وعلیہ

کہ پکنا، خلط کرنے سے عبارت ہے اگر صرف پانی گرم کیا جائے اور اس میں کسی چیز کا خلط نہ ہو تو اس کو پکنا نہیں کہیں گے اھ اس پر شامی نے یہ زیادہ کیا اور کہا "پکنا مکمل طور پر پک کر اور بھُن کر تیار ہونے کو کہتے ہیں" قاموس

عہ **اقول** فھمہ[ف۱] رحمہ اللہ تعالٰی بالسین المھملۃ فاقتصر علیہ وصوابہ بالمعجمۃ وتمامہ واقتدار کما فی القاموس فالاشتواء الشیّ ومنہ الشواء ویکون بلاماء والاقتدار من القدر بالکسر ای الطبخ فی القدر قال فی القاموس القدار الطابخ فی القدر کالمقتدر[3] قال فی تاج العروس یقال اقتدر وقدر مثل طبخ واطبخ ومنہ قولھم اتقتدرون ام تشتوون[4] اھ ومعنی النضج ھو الادراک کما فی القاموس ویؤدی مؤداہ الاستواء بالمھملۃ فلذا ذھب الیہ وھلہ رحمہ اللہ تعالٰی ولو یعد نظرہ الی قولہ واقتدار ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

میں کہتا ہوں کہ علامہ شامی نے "استواء" کو س مہملہ سے سمجھا لہذا یوں بیان کر دیا اور صحیح یہ ہے کہ یہ ش معجمہ کے ساتھ "اشتواء" ہے اور قاموس میں مکمل یوں ہے "اشتواء" و اقتدار" ہے، الاشتواء، الشیّ، اور اسی سے الشواء ہے

www.alahazratnetwork.org

بغیر پانی بُھنی ہوئی چیز کو کہتے ہیں۔ الاقتدار، قِدر کسرہ کے ساتھ ہے جس کا معنی ہانڈی میں پکانا ہے، قاموس میں بیان ہے القدار ہانڈی میں پکانے والا، جیسے کہ المقتدر کا یہی معنی ہے۔ تاج العروس میں ہے اِقتدر اور قَدَر' طَبَخ اور اطَّبخ کی طرح ہے۔ اسی لفظ سے عرب کہتے ہیں اتقتدرون ام تشتوون یعنی ہانڈی میں پکاؤ گے یا خشک بھُونو گے اھ اور النضج کا معنی "تیار ہونا" ہے جیسا کہ قاموس میں ہے الاستواء (س مہملہ) بھی یہی معنی دیتا ہے اس لیے علامہ شامی رحمہ اللہ کا خیال "الاستوا" کی طرف گیا اور انھوں نے بعد والے لفظ "اقتدار" کی طرف توجہ نہ فرمائی ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] فتح المعین — اکل الطعام المتغیر — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۳

[2] رد المحتار — باب المیاہ — مصطفی البابی مصر ۱/۱۳۵

[3] القاموس المحیط باب الراء فصل القاف مصطفی البابی مصر ۲/۱۱۶ [4] تاج العروس بیروت ۳/۴۸۳

قول الوقایۃ والنقایۃ والوافی والکنز والملتقی والغرر والتنویر ونور الایضاح وکثیرین لایحصون اذ اقتصروا علی ذکر الطبخ ولم یقید وابکونہ مع غیرہ لانہ قد انفہم من نفس اللفظ فمن التجرید لاجل التوضیح قول الاصلاح اوتغیر بالطبخ معہ والھدایۃ فان تغیر بالطبخ بعد ماخلط بہ غیرہ وبہ یضعف مافی العنایۃ والبنایۃ انما قید بہ ای بالخلط لان الماء اذا طبخ وحدہ و تغیر جاز الوضوء بہ[1] اھ وما فی الحموی علی قول مسکین ای تغیر بسبب الطبخ بخلط طاھر الخ انہ اشار بھذہ الزیادۃ الی اصلاح کلام المصنف لان مجرد الطبخ دون الخلط لایکون مانعا[2] اھ وقد تعقبہ السید الازھری بما مرفاصاب واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔

اھ یعنی یہ بات معلوم ہے کہ پانی محض کرتیار نہیں ہوتا، میں کہتا ہوں اسی بنیاد پر وقایہ، نقایہ، وافی، کنز، ملتقی، غرر، تنویر، نور الایضاح اور بے شمار لوگوں نے صرف طبخ کو ذکر کرکے یہی معنی مراد لیا ہے جبکہ اس کے ساتھ کسی دوسری چیز کے پکنے کا ذکر نہ کیا، کیونکہ خود لفظ سے یہ معنی سمجھ آتا ہے، اور اصلاح کے قول تغیر بالطبخ معہ (دوسری چیز کے ساتھ پک کر متغیر ہوجائے) اور ہدایہ کے قول غیر کے ساتھ مل کر پکے اور متغیر ہوجائے (جہاں طبخ ذکر کرنے کے باوجود اس کے ساتھ خلط کا ذکر کیا گیا) کو وضاحت کے لیے تجرید قرار دیں گے (یعنی طبخ کو خلط کے معنی سے خالی کرنے کے بعد خلط کو ذکر کیا ہے) اور اسی معنی کی بنا پر عنایہ اور بنایہ کے اس قول کو ضعیف قرار دیا گیا ہے جس میں انہوں نے طبخ کو خلط کے ساتھ ذکر کرنے کو قید قرار دیا اور کہا کہ طبخ کو خلط کے ساتھ مقید کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر پانی اکیلا پکایا جائے اور متغیر ہوجائے تو اس سے وضو جائز ہے اھ (یہ تضعیف اس لیے کہ خلط طبخ کے معنی کا جز ہے اس کو قید بنانا درست نہیں) اور اسی بنا پر مسکین کے قول "کسی پاک چیز کے ساتھ پکنے سے پانی میں تغیر الخ" پر حموی کے اس قول کو ضعیف قرار دیا گیا ہے جس میں انہوں نے کہا کہ مسکین نے طبخ کے ساتھ غیر کے خلط کا ذکر کرکے مصنف کے کلام کو درست کیا ہے کیونکہ خلط کے بغیر طبخ، وضو سے مانع نہیں ہے" حموی کے اس قول پر سید ازہری نے یہی اعتراض کیا اور درست کیا واللہ تعالٰی اعلم بالصواب (ت)

(۲) جو چیز آگ پر رکھی جائے بالطبع نرم ہو کر آگ کا اثر جلد قبول کرسکے جس سے اس کے اجزا متخلخل ہوجائیں پہلے جو صلابت تھی باقی نہ رہے خامی جا کر استعمال مطلوب کے لیے مہیا ہوسکے لوہے یا پتھر کنکر کو تنہا یا پانی میں

---

[1] العنایۃ مع فتح القدیر الماء الذی یجوز بہ الوضوء نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۴
[2] فتح المعین اکل الطعام المتغیر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۳

ڈال کر آگ پر رکھنے کو پکانا نہ کہیں گے وھذا حاصل بنفس مدلول الانضاج کما لایخفی (اور یہی حاصل ہے مکمل طور پر پکنے کا، جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت)

(۳) صرف اُس شے کا یہ قابلیت رکھنا کافی نہیں یہاں کہ آگ پر رکھی جائے کہ یہ امور بالفعل حاصل ہوجائیں اگر پہلے ہی جُدا کرلی گئی پکانا نہ کہیں گے بلکہ کچا رکھنا۔

(۴) بعد حصول آتنی دیر نہ ہو کہ زائل ہوجائیں اگر اُترنا نہ اور بڑھا کہ استعمال مطلوب کی صلاحیت سے نکل گئی تو پکانا نہ کہیں گے بلکہ جلانا وھذا التوسط ھو الانضاج (یہ واسطہ وہ تیار ہونا ہے۔ ت)

(۵) پکانے کو ضرور ہے کہ وُہ شے مقصود ہو اگر پانی میں جوش دینے سے مقصود صرف پانی ہے مثلاً اس کی اصلاح و رفع غائلہ وغیرہ کے لیے دوسری شے کا صرف اثر لے کر پھینک دینا تو اسے اس چیز کا پکانا نہ کہیں گے زخم دھونے کے لیے پانی میں نیم ڈال کر جوش دینے کو نہ کہا جائے گا کہ نیم کے پتے پکا رہے ہیں۔

تنبیہ پانی میں پکانے سے کبھی پانی بھی مقصود ہوتا ہے جیسے شوربا دار گوشت مگر یہ طبخ کے لیے لازم نہیں جیسے پانی میں شنجرف پکاتے نشاستہ کے لیے گیہوں آش کے لیے جَو اور وُہ پانی پھینکے اور یہ چھچھ بدلے جاتے ہیں اما ما فی المغرب قال الکرخی الطبیخ مالہ مرق وفیہ لحم اوشحم فاما القلیۃ الیابسۃ ونحوھا فلا[1] اھ (مغرب میں ہے کرخی نے فرمایا طبیخ وہ ہے جس میں شوربا اور اس کے ساتھ گوشت اور چربی ہو لیکن خالص مشک بُھونی ہوئی چیز وغیرہ کو طبیخ نہیں کہا جائیگا۔ ت)

www.alahazratnetwork.org

فاقول فی خصوص اللفظ لاعموم الطبیخ کالشریب لما لیس فیہ عذوبۃ وقد یشرب علی ما فیہ والشروب ادون منہ ولا یشرب الا ضرورۃ کما فی التاج عن التھذیب عن ابی زید قال ومثلہ حکاہ صاحب کتاب المعالم وابن سیدہ فی المخصص والمحکم[2] اھ فھو فی خصوص اللفظین لا فی الشرب الشراب وسائر مشتقاتہ۔

پس میں کہتا ہُوں خاص طبیخ لفظ کے بارے میں یہ قول ہے ورنہ عام طبخ میں یہ خصوصیت نہیں، جیسا کہ شریب خاص ایسے مشروب کو کہا جاتا ہے جس میں میٹھا نہ ہو حالانکہ میٹھا بھی مشروب ہوتا ہے اور لفظ شروب اس سے بھی کم درجہ ہوتا ہے جس کو صرف ضرورت کے وقت پیا جاتا ہے اس کو تاج العروس میں تہذیب کے حوالے سے ابوزید سے نقل کیا اور اس نے کہا کہ اس کو کتاب المعالم اور ابن سیدہ نے مخصص اور محکم میں بیان کیا ہے اھ لہذا یہ خاص معانی لفظ "شریب" اور "شروب" کے بارے میں ہیں اس مادہ سے دوسرے مشتقات شرب، شراب وغیرہ کے لیے یہ خصوصیات نہیں ہیں۔ (ت)

بحث دوم طبخ میں منع کس وجہ سے ہے ۲۱ میں طبخ کی بحث گزری اور یہ کہ اس میں عبارات مختلف آئیں

---

[1] المغرب
[2] تاج العروس، باب الباء، فصل الشین احیاء دار التراث العربی بیروت ۱/۳۱۲

اور یہ کہ طبخ موجب کمال امتزاج ہے ذی جرم شے معتدبہ کا پانی سے کامل امتزاج ضرور اس کی رقت میں فرق لائیگا، اور یہ کہ یہی مآل جملہ عبارات مذکورہ ہے اور یہ کہ امام ناطفی و عامۂ کتب جامع کبیر و ملتقی و ینابیع و تبیین و فتح القدیر و تجنیس امام صاحب ہدایہ و تجنیس ملتقط و حلیہ و ظہیریہ و غنیہ و مراقی الفلاح نے پکانے سے اسی زوال رقت آب پر مدار حکم رکھا اسی کو غنیہ نے جامع صغیر امام قاضی خان سے نقل کیا اسی پر متون سے وقایہ و ملتقی و غرر و تنویر و نور نے جزم فرمایا کہ لابماء زال طبعہ بالطبخ[1] (جس پانی کی طبیعت پکانے سے زائل ہوجائے اس سے وضو جائز نہیں۔ ت) امام صدر الشریعۃ نے شرح میں فرمایا: المراد بہ ان یخرجہ عن الرقۃ[2] (اس سے مراد وہ پانی ہے جس کو رقت سے خارج کردے۔ ت)

اقول یہی مختصر امام ابو الحسن و ہدایہ امام برہان الدین سے مستفاد لانہما احلا الامر علی اخراج الماء عن طبعہ و ذکرا فی الامثلۃ المرق[3] (وہ دونوں معاملہ کا مدار اس پر رکھتے ہیں کہ پانی کو اس کی طبع سے نکال دے، اس کی مثال میں شوربا ذکر کیا۔ ت) نیز ان دونوں نے زوال طبع کی مثال میں آب باقلا گنا ہدایہ نے اسی مطبوخ پر حمل کیا اسی طرف کافی نے اشارہ فرمایا بنایہ و کفایہ و عنایہ و غایۃ البیان و فتح نے اسے مقرر رکھا نمبر ۸۹ میں جوہرہ نیرہ کی عبارت گزری المراد المطبوخ بحیث اذا برد ثخن[4] (ایسا مطبوخ مراد ہے جو ٹھنڈا ہونے پر گاڑھا ہوجائے۔ ت) یہی مضمون کفایہ و بنایہ و غایہ نیز معراج الدرایہ پر شلبی علی الزیلعی سے آتا ہے نیز ان دو سے نمبر ۲۱۲ میں گزرا اور یہ کہ انھوں نے یہی مفاد خانیہ ٹھہرایا اور یہی مطلب خانیہ حلیہ نے بتایا کفایہ بھی اس میں شریک درایہ ہے کما سیاتی (جیسا کہ آئیگا۔ ت) بالجملہ عبارات اس پر متظافر و متواتر ہیں اور اس درجہ تواتر کے بعد بدایہ و نقایہ و وافی و کنز و اصلاح کی تعبیر تغیر سے تغیر طبع مراد لینا بہت واضح و آسان ہے۔

اقول بلکہ وہ نفس لفظ کا مفاد ہے کہ انہوں نے پانی کا تغیر لیا اور پانی ذات ہے نہ کہ وصف وصف عارض کا تغیر ذات کا تغیر نہیں عوارض بدلتے رہتے ہیں اور ذات بدستور رہتی ہے ذات نہ رہے تو عوارض بدلیں کس پر بخلاف وصف لازم کہ انتفائے لازم انتفائے ملزوم ہے اور اصل کلام میں حقیقت ہے جب تک وہ ممکن ہو مجاز ممکن نہیں جس طرح عنایہ میں فرمایا کہ الغلبۃ بالاجزاء غلبۃ حقیقیۃ[5] (اجزاء کے لحاظ سے غلبہ حقیقی ہے۔ ت)

---

[1] شرح الوقایۃ — فصل فیما یجوز الوضوء وما لایجوز — رشیدیہ دہلی — ۱/۸۵
[2] ایضاً
[3] الہدایۃ — الماء الذی یجوز بہ الوضوء — عربیہ کراچی — ۱/۱۸
[4] جوہرۃ النیرۃ — کتاب الطہارۃ — امدادیہ ملتان — ۱/۱۴
[5] عنایۃ مع فتح القدیر — باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء — نوریہ رضویہ سکھر — ۱/۶۴

مجمع الانہر میں بڑھایا: بخلاف الغلبۃ باللون فانہا راجعۃ الی الوصف[1] اھ وقد قدمنا ھذا البحث فی قول الکنز ف ۲۰ (رنگ کے اعتبار سے غلبہ اس کے خلاف ہے کہ وہ وصف کی طرف راجع ہے اس بحث کو ہم نے نمبر ۲۰ میں کنز کے قول میں ذکر کیا ہے۔ت)

اقول وبہ یضعف مافی جامع الرموز[2] تحت قولہ او غیر طبخا فیہ اشارۃ الی ان الغلبۃ مانعۃ فیما طبخ من ھذا الجنس سواء کانت بالاجزاء او باللون اھ[2] ویأتی دفع اٰخر۔

میں کہتا ہوں اور اسی سے جامع الرموز کی اس عبارت کی کمزوری سمجھی گئی ماتن کے قول "او غیرہ طبخا" کے تحت ہے کہ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس جنس میں پکانے سے غلبہ حاصل ہوگا یہ غلبہ اجزاء کے لحاظ سے ہو خواہ رنگ کے اعتبار سے ہو اھ آگے ایک اور اعتراض ہوگا۔(ت)

لاجرم امام قوام الدین کاکی پھر علامہ احمد ابن الشلبی نے فرمایا:

عنی بالتغیر بالطبخ الثخانۃ والغلظ اھ[3] وقد تقدم تمامہ فی ۲۱۔

پکانے کی بناء پر تغیر سے انہوں نے گاڑھا اور غلیظ مراد لیا ہے اھ اس کی پوری بحث ۲۱ میں گزر چکی ہے۔(ت)

کفایہ میں ہے:

عنی بالتغیر الثخونۃ حتی اذا طبخ ولم یثخن بعد بل رقۃ الماء باقیۃ جاز الوضوء بہ ذکرہ الناطفی کذا فی فتاوی قاضی خان[4]۔

پکانے کے سبب تغیر سے انہوں نے گاڑھا ہونا مراد لیا ہے حتی کہ اگر پکایا اور گاڑھا نہ ہوا اور اس میں رقت باقی تھی تو اس سے وضوء جائز ہوگا اس کو ناطفی نے ذکر کیا ہے، فتاوی قاضیخان میں ایسے ہی ہے۔(ت)

بنایہ میں ہے:

مرتغیر بالطبخ ش بان صار ثخینا حتی صار کالمرق حتی اذا طبخ ولم یثخن

متن میں تغیر بالطبخ پر شارح نے کہا کہ وہ گاڑھا ہوجائے حتی کہ شوربے جیسا ہوجائے لیکن اگر پکایا اور گاڑھا

---

[1] مجمع الانہر فصل یجوز الطہارۃ بالماء المطلق دارالطباعۃ العامرۃ مصر ۱/۲۸
[2] جامع الرموز باب الطہارت مکتبۃ اسلامیہ گنبد ایران ۱/۴۷
[3] شلبیہ علی التبیین " المطبعۃ الامیریۃ بولاق مصر ۱/۱۹
[4] الکفایۃ مع الفتح الماء الذی یجوز بہ الوضوء مطبعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۲

www.alahazratnetwork.org

ورقة الماء فيه باقية يجوز الوضوء به[1] — نہ ہوا اور اس میں رقت باقی ہو تو اس سے وضوء جائز ہے۔ (ت)

اسی طرح امام اکمل نے عنایہ میں نقل کرکے مقرر رکھا۔

ولو بلفظة قيل اذ قال قوله تغير بالطبخ قيل المراد بالتغير الثخونة فانه يصير مرقا[2] — اگرچہ قیل کے لفظ کے ساتھ ہے جبکہ انہوں نے ماتن کے قول تغیر بالطبخ پر کہا، بعض نے کہا کہ اس تغیر سے مراد گاڑھا ہونا ہے کیونکہ وہ شوربا بن جاتا ہے۔ (ت)

اسی طرح غایۃ البیان میں ہے یہ تو عام بحث تھی رہی ان میں ہر کتاب پر خاص نظر۔

(۱) ہدایہ اقول متن میں زوال الطبع تھا شارح نے اُسے مقرر رکھ کر آب باقلاء وغیرہ سے مطبوخ مراد لیا پھر ان تغیر بالطبخ لایجوز التوضی بہ[3] (اگر پکانے سے متغیر ہوجائے تو اس سے وضو جائز نہیں۔ ت) فرمایا لاجرم وہی تغیر معہود مقصود وھذا مایقتضی بہ موافقۃ الشرح لمشروحہ لکن فیہ اشکال قوی سنعود الی بیانہ اٰخر ھذا البحث بعونہ تعالٰی (شرح اور مشروح کی موافقت کا یہی تقاضا ہے لیکن اس میں ایک قوی اشکال ہے اس کو بیان کریں گے بحث کے آخر میں ان شاء اللہ تعالٰی۔ ت)

(۲) نقایہ اقول اس کی اصل وقایہ میں زوال طبع ہے اور خود امام صاحب نقایہ نے شرح میں اعتبار رقت کی تصریح فرمائی اگر کہیے ممکن کہ نقایہ میں رائے کو تغیر ہوا کہ جانب تغیر گئی اقول تالیف شرح تصنیف نقایہ سے متاخر ہے کما لایخفی علی من طالعہ (اس پر مخفی نہیں جس نے اس کا مطالعہ کیا ہے۔ ت) اگر کہئے پھر تغیر سے تغییر کیوں فرمائی اقول وہی اشارۂ غامضہ کہ ہم نے ۲۱ میں بیان کیا کہ طبخ میں زوال رقت کا بالفعل ظہور ضرور نہیں بلکہ اس قابل ہوجانا کہ ٹھنڈا ہوکر رقیق نہ رہے کما تقدم التنصیص علیہ من الائمۃ الجلۃ وبہ اندفع ما فی شرح نقایۃ البرجندی من الاستشھاد علی التغایر بجعل التغیر قسیم زوال الطبع کما قدمناہ ثمہ (جیسا کہ اس پر جلیل القدر ائمہ کرام کی تصریح گزر چکی ہے اور اسی سے علامہ برجندی کی شرح نقایہ میں تغایر کے لیے تغیر کو زوال طبع کے مقابل قرار دینے کو دلیل بنانے کا اعتراض ختم ہوگیا، جس کو ہم نے وہاں ذکر کردیا تھا۔ ت)

---

[1] البنایۃ — الماء الذی یجوز بہ الوضوء الخ — ملک سنز فیصل آباد ۱/۱۸۹
[2] العنایۃ مع الفتح — " " " — مطبعۃ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۲
[3] الھدایۃ — " " " — مطبعۃ عربیہ کراچی ۱/۱۸

(۳ و ۴) کنز و وافی **اقول** اُن میں بالطبخ کا عطف بکثرۃ الاوراق پر ہے اور وہاں تغیر طبع ہی مراد تو بالطبخ اس کے نیچے داخل وتاویل[عہ] البحر قد علمت ما فیہ وقد اعترف بھذا فی النھر ۔

عہ تذکر ما تقدم فی ۲۱ من حمل البحر التغیر علی تغیر الاطلاق وقولی انہ لایتمشی فی عبارۃ النقایۃ والاصلاح ۔

بحر کے اس قول جس میں انہوں نے "تغیر" سے اطلاق کا تغیر مراد لیا ہے جو نمبر ۲۱ میں گزرا، اور میرے اس قول کو جس میں کہا تھا کہ یہ بات نقایہ اور اصلاح کی عبارت میں درست نہیں ہوگی، کو یاد کرو۔

فان قلت ھذا قلتہ فی نفس الکنز فان المفاھیم معتبرۃ فالکتب فاذا حمل التغیر علی تغیر الاطلاق کان المعنی لایجوز الوضوء بما تغیر عن اطلاقہ بالطبخ اما لو تغیر عنہ بغیر الطبخ جاز وھو باطل۔

اگر تو اعتراض کرے کہ تم نے اس بارے کنز کا ذکر کیوں نہیں کیا، حالانکہ کتبِ فقہ میں مفہومات کا اعتبار ہوتا ہے پس جب طبخ والے تغیر سے مراد، اطلاق کا تغیر ہے تو پھر معنی یُوں ہوگا کہ پکانے کی وجہ سے جو تغیر پانی کے اطلاق میں پیدا ہوا ہے اس سے وضو جائز نہ ہوگا، اور اگر یہ اطلاق کا تغیر پکانے کے علاوہ کسی اور طریقہ سے حاصل ہو تو اس سے وضو جائز ہوگا حالانکہ یہ باطل ہے۔

اقول عبارۃ الکنز وان احتملت المفھوم احتملت ان یکون الطبخ مطلقا علۃ موجبۃ لتغیر الاطلاق وحصول التقیید وان لم یتغیر شیئ کما ادعی البحر والمعلول لایتخلف عن علتہ فلا یکون لہا مفھوم من ھذہ الجہۃ کان تقول لایتوضوء بماء غُلب بکثرۃ اجزاء الممازج فلا یحتمل انہ وجدت کثرۃ ولم یغلب بھا جاز بہ الوضوء لاستحالۃ انفکاک الغلبۃ عنہا۔

میں کہتا ہوں کہ کنز کی عبارت میں اگر مفہوم کا احتمال ہے تو اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ طبخ علی الاطلاق تغیرِ اطلاق کی علتِ مؤثرہ قرار پائے اور مطلق پانی کو مقید کرنے کی علت بن جائے، اگرچہ طبخ کے ساتھ کوئی تغیر پیدا نہ ہو، جیسا کہ بحر نے دعوٰی کیا ہے تو اب کوئی مفہوم پیدا نہ ہوگا کیونکہ کوئی معلول اپنی علت سے جُدا نہیں ہوسکتا، یہ یُوں ہوا جیسے تم کہو کہ پانی میں ملنے والی چیز کے اجزاء کی کثرت ہونے پر وضو جائز نہیں، تو یہاں مفہوم مخالف پیدا نہیں ہوتا، کہ یوں کہا جاسکے کہ کثرت بغیر غلبہ اگر پائی جائے تو وضو جائز ہوگا، کیونکہ کثرت اجزاء غلبہ کے لیے علت موثرہ ہے جس کا جدا ہونا محال ہے۔

(باقی بر صفحہ آیندہ)

استشکلہ علی تقدیر الاخذ بما فی الخانیۃ من البناء علی وجود ریح الباقلاء فقال کما نقل عنہ ابو السعود وعلی ھذا یشکل عطف الطبخ علی ما تغیرہ بکثرۃ الاوراق لما علمت ان التغیر بکثرۃ الاوراق بالثخن وھذا بنفس الطبخ سواء ثخن اولا[1] اھ (اور بحر کی تاویل کی کمزوری تمہیں معلوم ہو چکی ہے اور نہر میں اس کا اعتراف ہو چکا ہے اور انہوں نے خانیہ کے اُس بیان کو جس میں انہوں نے طبخ کے تغیر باقلا کی بُو کو دلیل بنایا ہے پر اشکال وارد کیا ہے اور یُوں کہا کہ ماتغیرہ بکثرۃ الاوراق پر طبخ کے عطف کرنے سے اعتراض پیدا ہوگا، کیونکہ کثرتِ اوراق (پتّوں کی کثرت) سے گاڑھا ہونے کی وجہ سے تغیر ہوتا ہے اور یہ محض پکانے سے تغیر ہوگا، گاڑھا ہو یا نہ ہو ابو السعود نے ان سے یوں ہی نقل کیا ہے اھ ت)

اقول والاشکال مدفوع **اولا** بما علمت من تواتر النصوص علی اعتبار الثخن

میں کہتا ہوں یہ اشکال مدفوع ہے **اولاً** اس لیے کہ طبخ میں بھی گاڑھے پن کا اعتبار ہے جس پر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فان قلت الیس ان البحر حمل التغیر المذکور فی المتن علی تبدل الاسم بالثخونۃ کما تقدم فی ۔۔ ولا شك ان قولہ بالطبخ داخل تحت ھذا التغیر فیکون المعنی او ثخن بالطبخ فلو لم تحتج علی البحر بقول نفسہ۔

اگر تو اعتراض کرے کہ کیا بحر نے متن کی تفسیر میں تغیر سے مراد پانی کے نام کی تبدیلی گاڑھے پن کی وجہ سے نہیں لی؟ جیسا کہ نمبر۔۔ میں گزرا، اور اس میں شک نہیں کہ اس کا قول "بالطبخ" بھی اس کے تحت ہے تو اب معنی یہ ہوا او ثخن بالطبخ یا پکانے سے گاڑھا ہو جائے تو آپ بحر کا رد خود اس کے اپنے قول سے کیوں نہیں کرتے؟

اقول لو ان یقول معنی التغیر ھو التقیید غیر انہ فی الاوراق بالثخن ففسرتہ بہ ھناك وفی الطبخ بنفسہ اما کلام الفقیر ھھنا فمبنی علی التحقیق والیہ اشرت بقولی وتاویل البحر قد علمت ما فیہ فافھم ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

تو میں جواب دیتا ہوں کہ بحر یہ کہہ سکتے ہیں کہ تغیر سے میری مراد تقیید یعنی پانی کو مقید کرنا ہے مگر اوراق (پتوں) میں یہ تقیید گاڑھے پن سے ہوتی ہے اس لیے میں نے وہاں تغیر کی تفسیر گاڑھے پن سے کی ہے، لیکن مجھ فقیر کا یہ کلام محض تحقیق پر مبنی ہے جس کی طرف میں نے (تاویل البحر قد علمت ما فیہ) بحر کی تاویل میں اعتراض تمہیں معلوم ہے، کہہ کر اشارہ کیا تھا، فافہم ۱۲ منہ غفرلہ۔

---

[1] فتح المعین کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۶۳

www.alahazratnetwork.org

فی الطبخ ایضا وثانیا[1] بما سمعت ان الثخن لازم الطبخ عادۃ وثالثا[2] اعلمناك فی ۲۱۰ مآل کلام الخانیۃ ھذا واجاب الحموی ثم ابو السعود عن اشکال النھر انہ یشکل ان لوکان مختار المصنف ان التغیر بکثرۃ الاوراق بالثخن ولیس کذلك لما مر من ان ظاھر قولہ وان غیر طاھر احد اوصافہ انہ لو غیر اوصافہ الجمیع لایجوز وان لم یصر ثخینا[1] اھ۔

نصوص کا تواتر تمھیں معلوم ہے اور ثانیاً اس لیے کہ تم سن چکے ہو کہ گاڑھا پن، طبخ کو عادتاً لازم ہے اور ثالثاً اس لیے کہ ہم نے خانیہ کی اس کلام کا ماحاصل ۲۱۰ میں آپ کو بتایا تھا اور حموی اور پھر ابو سعود نے نہر کے اشکال کا یہ جواب دیا کہ اشکال تب ہوتا جب مصنف کثرتِ اوراق میں تغیر کی وجہ سے گاڑھا ہونے کو قرار دیتے حالانکہ ایسا نہیں جیسا کہ گزرا کہ ان کے قول (وان غیر طاھر احد اوصافہ) کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی پاک چیز پانی کے تمام اوصاف کو متغیر کردے تو وضو جائز نہیں اگرچہ وہ گاڑھا نہ ہوا ھ (ت)

اقول اولا[1] لیس الاولی بنا ان نحمل کلام الائمۃ علی الضعیف المھجور مع صحۃ المعنی الصحیح الموافق للجمھور وحدیث احد الاوصاف یأتی ما فیہ بعون اللہ تعالٰی۔

میں کہتا ہوں اولاً، ہمارے لیے مناسب نہیں کہ ائمہ کرام کے کلام کو کسی ضعیف اور متروک پر محمول کریں جبکہ اس کا صحیح اور جمہور کے موافق معنی درست ہوسکتا ہو، جس حدیث میں پانی کے کسی ایک وصف کی تبدیلی کا ذکر ہے اس کے بارے میں اللہ کی مدد سے آئندہ بحث آئے گی۔

وثانیا[2] الامام النسفی حافظ الدین صاحب الکنز ھو القائل فی مستصفاہ ان اعتبار احد الاوصاف خلاف الروایۃ الصحیحۃ[2] کما تقدم فی ۱۰۱۔

اور ثانیاً کنز کے مصنف امام حافظ الدین نسفی نے اپنی مستصفی میں کہا ہے کہ کسی ایک وصف کی تبدیلی والی روایت صحیح روایت کے خلاف ہے جیسا کہ ۱۰۱ میں گزرا۔

(۳) اصلاح اقول کان الاولی بہ الحمل علی مایوافق النصوص المتواترۃ

اصلاح، میں کہتا ہوں کہ اس کو نصوص متواترہ کے موافق معنی پر محمول کرنا بہتر ہے، لیکن علامہ

---

[1] فتح المعین کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۳

[2] مستصفی

لکن العلامۃ الوزیر رحمہ اللہ تعالٰی قال فی منھوا تہ من ھھنا علم ان المعتبر فی صورۃ الطبخ تغیر الماء بہ لاخروجہ عن طبعہ کما یفھم من قول تاج الشریعۃ او بطبخ کیف والمرق لایجوز بہ الوضوء مع انہ انما وجد فیہ تغیر الماء بالطبخ لاخروجہ عن حد الرقۃ والسیلان اھ

وزیر رحمہ اللہ نے اپنے منہیات میں فرمایا کہ "یہاں سے معلوم ہوا کہ پکانے کی صورت میں پانی کا تغیر معتبر ہے پانی کا اپنی طبع سے نکلنا مراد نہیں جیسا کہ تاج الشریعۃ کے اس قول سے مفہوم ہے جس میں انہوں نے فرمایا کہ یا پکانے سے متغیر ہو، تو اس سے وضو کیسے جائز ہو، حالانکہ شوربے سے وضو جائز نہیں باوجودیکہ اس میں پکانے کی وجہ سے تغیر پایا جاتا ہے وہ تغیر ایسا نہیں کہ جس کی وجہ سے پانی رقت وسیلان کی حد سے نکل جائے اھ (ت)

اقول اولا مایفھم من تاج الشریعۃ بل الذی ھو نصہ ھو الموافق لمتواترات النصوص وثانیا ما استند الیہ من المرق قد جعلہ القدوری والھدایۃ والوقایۃ والملتقی والغرر والتنویر وغیرھا مما غلب علیہ غیرہ فاخرجہ عن طبع الماء وتقدم انفا قول البنایۃ وقیل العنایۃ بالثخونۃ یصیر مرقا وثالثا قد علمت ان الثخن لازم الطبخ عادۃ ورابعا قد عرفت معنی الرقۃ ولا شک ان المرق اذا سال لاینبسط کلا فقد تجسد۔

میں کہتا ہوں اولاً تاج الشریعۃ کے کلام سے یہ نہیں سمجھا جاتا بلکہ انہوں نے جو نص کے طور پر بیان کیا وہ تو نصوص متواترہ کے موافق ہے اور ثانیاً یہ کہ شوربے کے بارے میں انہوں نے تاج الشریعۃ کی طرف جو منسوب کیا اس کو قدوری، ہدایہ، وقایہ، ملتقی، غرر اور تنویر وغیرہا نے اس صورت میں سے بنایا جس میں غیر کے غلبہ کی بنا پر پانی اپنی طبع سے نکل جاتا ہے، اور ابھی بنایہ کا قول اور عنایہ کا قیل گزرا کہ گاڑھے پن کی وجہ سے شوربا بنتا ہے، ثالثاً یہ کہ آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ عادی طور پر گاڑھا پن، طبخ کو لازم ہے اور رابعاً آپ کو رقت کا معنی معلوم ہو چکا ہے اور اس میں شک نہیں کہ شوربا جب بہتا ہے تو وہ پوری طرح پھیلتا نہیں۔ (ت)

۱؎ اصلاح للعلامہ وزیر ابن کمال پاشا

۲؎ الہدایۃ | الماء الذی یجوز بہ الوضوء الخ | عربیہ کراچی | ۱/۱۸

۳؎ العنایۃ مع الفتح | " " " | نوریہ رضویہ سکھر | ۱/۶۲

اکمال فی بیان الاشکال وحلہ بفضل الملک المفضال: کان فی متن الہدایۃ لاتجوز بماء غلب علیہ غیرہ فاخرجہ عن طبع الماء کماء الباقلاء والمرق وماء الزردج[1] فقال فی الہدایۃ المراد بماء الباقلاء وغیرہ ما تغیر بالطبخ فان تغیر بدون الطبخ یجوز التوضی بہ ثم قال مستثنیا عما تغیر بالطبخ الا اذا طبخ فیہ ما یقصد بہ المبالغۃ فی النظافۃ کالاشنان الا ان یغلب علی الماء فیصیر کالسویق المخلوط لزوال اسم الماء عنہ اھ[2]

اشکال اور اس کے حل کا بیان اللہ تعالٰی کے فضل سے، ہدایہ کے متن میں ہے کہ ایسے پانی سے وضو جائز نہیں جس پر غیر کا غلبہ ہوا ہو اور پانی کو اپنی طبع سے خارج کر دیا ہو، جیسا کہ شوربا، زردج اور باقلاء کا پانی، اس پر ہدایہ میں کہا کہ ماء الباقلاء وغیرہ سے مراد پکانے سے متغیر ہونے والا پانی ہے اور اگر پکائے بغیر پانی متغیر ہو جائے تو اس سے وضو جائز ہے، پھر انھوں نے پکانے کی وجہ سے متغیر ہونے والے پانی میں سے استثناء کرتے ہوئے فرمایا، مگر وہ پانی جس میں ایسی چیز پکائی گئی ہو جس سے صفائی میں مبالغہ مقصود ہو جیسے اشنان، الّا یہ کہ اس پر اشنان غالب ہو کر مخلوط ستو کی طرح بنا دے (یعنی گاڑھا کر دے) تو وضو جائز نہ ہوگا کیونکہ اس صورت میں اس کا نام پانی نہیں رہتا اھ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اقول وفیہ عندی اشکال قوی وذلک لان المراد بالتغیر بالطبخ اما تغیر الطبع او تغیر الاوصاف لا سبیل الی الثانی۔

میں کہتا ہوں میرے نزدیک ہدایہ کی عبارت میں قوی اشکال ہے، یہ اس لیے کہ تغیر بالطبخ سے کیا مراد ہے تغیر الطبع ہے یا تغیر الاوصاف، دوسرا یعنی تغیر الاوصاف مراد نہیں ہو سکتا۔

اوّلا لان کلام المتن فی زوال الطبع وھو مانع مطلقا بالاجماع فیم التقیید بالمطبوخ وھذا ما قدمتہ فی ۸۹۔

اولاً اس لیے کہ مصنّف، پانی کی طبع کے زوال کے بارے میں کلام فرما رہے ہیں اور زوالِ طبع ہر طرح وضوء سے مانع ہے اس پر اجماع ہے لہٰذا اس صورت میں پانی کے پکانے کی قید بے معنی ہے اور یہ بات میں پہلے ۸۹ میں کہہ چکا ہوں۔

وثانیا کیف یراد بخروجہ عن طبعہ

ثانیاً اس لیے کہ "خروج عن طبع" سے "تغیر

---

[1] الہدایۃ الماء الذی یجوز بہ الوضوء الخ عربیہ کراچی ۱/۱۸

[2] ایضاً

تغیر وصفہ بالطبخ۔

وثالثاً فرق بین بین طبخ المتغیر والتغیر بالطبخ والمتحقق فی ماء الباقلاء والحمص والزرج وامثالہا ھو الاول لان مجرد خلط بعضہا بالماء ومکث بعضہا فیہ مغیر لوصفہ والخلط والمکث متقدمان علی حصول الطبخ وھو الانضاج کما ھو معلوم مشہود فلم یحصل التغیر بالطبخ بل ورد الطبخ علی المتغیر وشتان ماھما وکذا لاسبیل الی الاول اولاً یکون المعنی فان زال طبعہ بدون الطبخ یجوز التوضی بہ وھو بدیھی البطلان وثانیاً یبطل استثناء المنظف من المطبوخ فان زوال الطبع لاثنیا فیہ وثالثاً یتناقض الحکم والثنیا فان قولہ الا اذا طبخ فیہ مایقصد بہ دل علی جواز التوضی بما زال طبعہ بطبخہ مع المنظف وھذا ھو الذی ابطلہ بالثنیا الاخیرۃ الا ان یغلب الخ فعلی کل من الوجہین ثلثۃ وجوہ من الاشکال ولم ار من تعرض لشئ من ھذا اوحام حولہ فضلا عمن رام حلہ وقد تبعہ علی الوجہ الاول فی الدرایۃ والشلبیۃ[1] والکفایۃ والبنایۃ والدر فقال الاولان عنی بالتغیر الثخانۃ (الٰی قولہما) ھذا اذا لم

فی الاوصاف بالطبخ" کیسے مراد لیا جاسکتا ہے؟

اور ثالثاً، اس لیے کہ "متغیر کو پکانے" اور "پکانے سے تغیر" میں بڑا فرق ہے، اور یہاں باقلی، چنوں، زردج وغیرہا کے پانی میں پہلی یعنی "متغیر کا پکانا" صورت پائی جاتی ہے کیونکہ ان میں سے بعض کے ملنے اور بعض کے پانی میں کچھ دیر پڑے رہنے سے ہی پانی متغیر ہوجاتا ہے اور اس کو پکانے کا مرحلہ بعد میں ہوتا ہے جس کو تیاری کا مرحلہ کہتے ہیں یہ بات مشاہدہ سے معلوم ہے پس یہاں طبخ سے تغیر نہ ہُوا بلکہ متغیر شدہ چیز پر طبخ واقع ہوا ہے، اور ان دونوں میں فرق واضح ہے اسی طرح پہلی شق (یعنی تغیر الطبع، مراد نہیں ہوسکتی) اولاً اس لیے کہ اس صورت میں معنی یُوں ہوگا کہ اگر پکائے بغیر پانی کی طبع زائل ہوجائے تو وضوء جائز ہے، حالانکہ یہ بدیہی طور پر غلط ہے (کیونکہ زوال طبع کے بعد کسی صورت میں وضو جائز نہیں ہے) اور ثانیاً، اس لیے کہ صفائی کی خاطر پکائی ہوئی چیز کا استثناء، اس صورت میں درست نہ ہوگا کیونکہ زوال طبع بلا استثناء جس چیز سے بھی ہو تو وضو جائز نہیں ہے، اور ثالثاً اس لیے کہ اس صورت میں حکم اور استثناء دونوں ایک دوسرے کے مخالف ہونگے کیونکہ ہدایہ میں پہلے متغیر بالطبخ کے ساتھ وضو کو ناجائز قرار دے کر اس سے نظافت کے مقصد کے لیے پانی میں پکائی ہُوئی چیز کو مستثنٰی کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ نظافت کی خاطر پانی میں پکائی ہُوئی چیز جس سے پانی کی طبع

---

[1] شلبیہ علی التبیین کتاب الطہارۃ الاسلامیہ بولاق مصر ۱/ ۱۹

www.alahazratnetwork.org

یکن المقصود بالطبخ المبالغۃ فی التنظیف فان کان کالاشنان والصابون یجوز الا ان یصیر کالسویق المخلوط لزوال اسم الماء عنہ[1] اھ ونحوہ فی التبیین وقال الدر لا یجوز بماء زال طبعہ وھو السیلان بطبخ الا بما قصد بہ التنظیف فیجوز ان بقی رقتہ[2] اھ و[ف1] العجب ان لم یتنبہ لہ الشراح السادۃ حتی[ف2] الاخذ علی المراق بما یأتی وقد اغتر بہ[ف3] الفاضل عبد الحلیم اذ قال لا اختلاف فی عدم جواز التوضی بماء زال طبعہ بالطبخ بخلاف ما زال طبعہ بالخلط من غیر طبخ[3] اھ و یا سبحٰن اللہ من ذا الذی اجاز الوضوء بماء زال طبعہ ھذا لا یساعدہ عقل ولا نقل وقد صرح رابع ابحاث زوال الطبع انہ لا یجوز بالاجماع بلا خلاف[4] اھ

ختم ہوچکی ہو، سے وضو جائز ہو حالانکہ یہی وہ صورت ہے جس کو دوبارہ استثناء سے باطل کیا ہے اور یوں کہا الا ان یغلب الخ (یعنی نظافت کی خاطر پانی میں پکائی ہوئی چیز سے وضوء اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ وہ نظافت والی چیز پانی پر غالب نہ ہو یعنی اس چیز نے پانی کی طبع کو زائل نہ کیا ہو) پس ہدایہ کی عبارت میں دونوں احتمال تین تین وجوہ سے اشکال کے حامل ہیں، میری نظر میں ان اشکال میں سے کسی ایک کو بیان کرنے یا ان کے قریب پھٹکنے والا کوئی نہیں چہ جائیکہ وہ ان کا حل پیش کرے، ہدایہ کی عبارت، تغیر بالطبخ کے دو احتمالوں میں سے پہلے احتمال کو درایہ، شلبیہ، کفایہ، بنایہ اور دُر میں ذکر کیا گیا ہے، پہلی دونوں کتب یعنی درایہ اور شلبیہ نے کہا کہ ہدایہ نے تغیر سے گاڑھا پن مراد لیا ہے اور اس کو آخر تک یوں بیان کیا، یہ اس صورت میں ہے جب پکانے میں نظافت کا مبالغہ مقصود نہ ہو اور اگر یہ مقصد ہو تو پھر وضو جائز ہے جیسے اشنان اور صابون وغیرہ ہے، بشرطیکہ اس صورت میں اشنان و صابون کی وجہ سے پانی مخلوط ستوؤں کی طرح نہ بن جائے کیونکہ ایسا ہوجانے پر اس کو پانی نہیں کہا جاتا اھ، اور اسی طرح کا بیان دوسری دونوں کتب یعنی کفایہ اور بنایہ میں ہے، اور دُر نے یوں کہا ایسے پانی سے وضوء ناجائز ہے پکانے سے جس کی طبع زائل ہوچکی ہو اور وہ طبع، پانی کا سیلان ہے، مگر جب پانی میں پکانے سے مقصد صفائی مقصود ہو تو وضوء جائز ہوگا بشرطیکہ پانی کی رقت باقی ہو اھ اور تعجب ہے کہ سید شارح حضرات بھی اس اشکال کی طرف متوجہ نہ ہوئے حتی کہ

---

[1] الہدایۃ، باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء الخ، مطبع عربیہ کراچی ۱/۱۸

[2] درمختار، باب المیاہ، مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۷

[3] حاشیۃ الدرر للمولی عبد الحلیم، کتاب الطہارۃ، عثمانیہ بیروت ۱/۱۸

و خلاصۃ الفتاوٰی، ماء المقید، نولکشور لکھنؤ ۱/۹

[4] بدائع الصنائع، "، سعید کمپنی کراچی ۱/۱۷

طحطاوی بھی جنہوں نے مراقی الفلاح پر گرفت کی جو آئندہ آئے گی، اور یہاں فاضل عبد الحلیم کو غلط فہمی ہوئی جہاں انہوں نے کہا کہ پکانے کی وجہ سے جس پانی کی طبع زائل ہوجائے تو اس سے وضو کے ناجائز ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے اس کے برخلاف جبکہ بغیر پکائے کسی چیز کے خلط سے پانی کی طبع زائل ہوجائے تو وضو جائز ہے اھ یا سبحان اللہ وہ کون ہے جو زوالِ طبع کے بعد بھی پانی سے وضو کو جائز قرار دیتا ہو، یہ ایسی بات ہے جو عقل و نقل کے مخالف ہے، اور زوالِ طبع کی چوتھی بحث میں یہ بات گزر چکی ہے کہ زوالِ طبع کے بعد وضو جائز نہیں ہے بلا اختلاف یہ بات سب کو مسلّم ہے اھ (ت)

وانا **اقول** وباللہ التوفیق وجہد المقل دموعہ یبتنی کشف الغمۃ بعونہ تعالٰی علی تقدیم مقدمات فاعلم۔

اوّلاً ان قول المتن ماء غلب علیہ غیرہ فاخرجہ عن طبع الماء لابد فیہ من التجوز وذلك لانہ جعلہ خارجا عن طبع الماء ثم سماہ ماء وما خرج عن طبعہ حقیقۃ لایبقی ماء لما تقدم ان الطبع لازم الذات فتنتفی بانتفائہ وقد افاد المحقق علی الاطلاق فی الفتح ان ما سلب رقتہ لیس ماء اصلا کما یشیر الیہ قول المصنف فی المختلط بالاشنان فیصیر کالسویق لزوال اسم الماء عنہ[1] اھ فلابد من التجوز اما فی الماء سماہ ماء باعتبار ما کان واما فی الخروج سمی قرب الخروج خروجا والثانی اکثر واقرب لان الاٰتی قریبا احق بالاعتبار من الفائت الساقط وایضا موضوع

میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی سے ہی توفیق، اور اس اشکال کی پریشانی کو کم کرنے والی کوشش ہے۔ اس اشکال کے حل کی بنیاد چند مقدمات پر ہے۔

اوّلاً یہ سمجھو کہ ہدایہ کے متن میں یہ قول "ماء غلب علیہ غیرہ فاخرجہ عن طبع الماء" جس پانی میں کوئی چیز مل کر اس پر غالب ہوکر اسے طبع سے خارج کردے، اس قول میں مجاز لازمی ہے کیونکہ یہاں پانی کی طبع ختم ہوجانے کے باوجود اس کو پانی کہا گیا ہے حالانکہ پانی کی طبیعت ختم ہوجانے کے بعد وہ پانی نہیں رہتا ہے اس لیے کہ وہ بات پہلے کہی جاچکی ہے کہ طبع پانی کی ذات کو لازم ہے تو لازم کے ختم ہونے پر ذات کا خاتمہ ضروری ہے محقق مطلق نے فتح القدیر میں یہ واضح کیا ہے کہ جب رقت ختم ہوجائے تو وہ پانی نہیں رہتا، جیسا کہ مصنف نے کہا ستوؤں کی طرح گاڑھا ہونے والے اس پانی کو جس میں اشنان ملا ہو، کے بارے میں کہا کہ اس کا نام پانی نہیں ہوگا اھ، لہٰذا یہاں مجاز ماننا ضروری ہے یہ مجاز لفظ ماء

[1] فتح القدیر — الماء الذی یجوز بہ الوضوء الخ — نوریہ رضویہ سکھر — ۱/۶۵

الباب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالا وایضا ھو اکثر فائدۃ لان الاعلام بماء لایجوز الوضوء بہ اھم من منع الوضوء بمالیس بماء۔

(پانی) میں ہوگا کہ قبل ازیں وہ پانی تھا (اس لیے مجازاً، زوالِ طبع کے بعد اسے پانی کہا گیا ہے) یا یہ مجاز لفظِ "خروج" میں ماننا ہوگا کہ موجودہ پانی سے عنقریب اس کی طبع خارج ہونے والی ہے (اس لیے طبع سے اس کو خارج قرار دے دیا، پہلی صورت میں ماکان اور دوسری میں مایکون کے اعتبار سے مجاز ہے) جبکہ مجاز کی دوسری (مایکون والی) قسم کا استعمال زیادہ ہے اور یہ اقرب الی الفہم بھی ہے کیونکہ عنقریب پائی جانے والی چیز اس چیز سے زیادہ معتبر ہے جو پائے جانے کے بعد ختم ہوچکی ہے نیز مجاز کی دوسری قسم کا یہاں اعتبار اس لیے بھی ضروری ہے کہ یہاں اس پانی کی بحث ہے جس سے وضو جائز یا ناجائز ہے (یعنی پانی کا وجود ہونا ضروری ہے) نیز اس لیے بھی کہ دوسری قسم کے مجاز میں یہاں زیادہ فائدہ ہے یہ اس لیے کہ پانی موجود ہونے پر یہ بتانا کہ اس سے وضو جائز نہیں، زیادہ مفید ہے اس قول کے مقابلہ میں کہ یوں کہا جائے جو پانی نہیں اس سے وضو منع ہے۔ (ت)

وثانیاً السبب ھھنا کمال الامتزاج کما نص علیہ فی الکافی والکفایۃ والبنایۃ وغیرھا وسیأتی ان شاء اللہ تعالٰی وکمال الامتزاج اثرہ فی الشیئ المخالط بغیر طبخ اخراج الماء عن الرقۃ بالفعل وفی المخالط طبخا جعلہ متھیئا للخروج بالقوۃ القریبۃ وذلک لان المخالط یرید اثخانہ والنار تلطفہ وترققہ فلا یظھر اثرہ کما ھو الا اذا زال المعارض وبرد کما تقدم التنصیص علیہ عن الکتب الکثیرۃ فی ۲۱۷۔

ثانیاً اس پانی سے طبع کے زائل و خارج ہونے کا سبب یہ ہے کہ پانی میں کوئی چیز مکمل طور پر مخلوط ہو جائے جیسا کہ اس کو کافی، کفایہ، بنایہ وغیرہا نے واضح طور پر بیان کیا ہے اور عنقریب اس کا ذکر آئیگا ان شاء اللہ تعالٰی، جبکہ کمالِ امتزاج (مکمل ملاوٹ) اگر بغیر پکائے ہو تو اس کا فوری اثر یہ ہوتا ہے کہ پانی کی رقت ختم ہوجاتی ہے (یعنی بالفعل ختم ہوجاتی ہے) اگر یہ کمالِ امتزاج پکانے کی وجہ سے ہو تو پھر اس کا اثر یہ ہوتا کہ پانی کی رقت عنقریب ختم ہونے والی ہوتی ہے (یعنی بالفعل ختم نہیں ہوتی) کیونکہ ملاوٹ کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ پانی گاڑھا ہوجائے اور آگ کی حرارت اس کو پتلا رکھتی ہے جس کی وجہ سے کمال امتزاج کا اثر فوری طور پر ظاہر نہیں ہوتا، لیکن جب رکاوٹ دور ہوجاتی ہے اور یہ مخلوط ٹھنڈا ہوجاتا ہے تو وہ گاڑھا ہوجاتا ہے جیسا کہ ۲۱۷ میں متعدد کتب کی تصریحات گزر چکی ہیں۔ (ت)

وثالثاً مجرد کمال الامتزاج مع

ثالث، محض کمالِ امتزاج جبکہ منطبخ میں بالفعل گاڑھا پن ہو

عدم الثخن بالفعل غیر مانع فی المنظف لسرياً تيك بيانه بعونه جل شانه وقد قال فی الكافی ومن معها فی الامتزاج بالطبخ انما يمنع الوضوء ان لم يكن مقصوداً للغرض المطلوب من الوضوء وهو التنظيف كالاشنان والصابون الا اذا غلب فيصير كالسويق المخلوط لزوال اسم الماء عنه[1] اذا علمت هذا فالشیخ الامام رحمه الله تعالى ورحمنا به حمل المتن على المجاز الثانی لما تقدم من ترجیحاته وایاه اراد بالتغیر وقد انحلت الاشکالات جمیعا فان حکم المتن علی ما یتهیؤ لزوال الطبع مع بقائه بعد علیه بعدم جواز التوضی به لابد من تقییده بالمطبوخ لانه فی غیره لا یدل علی سبب المنع وهو کمال الامتزاج بل یدل علی عدمه اذ لو کمل لثخن بخلاف المطبوخ فانه فیه دلیل علیه کما علمت غیر انه لا یمنع فی المنظف الا اذا حصل الثخن بالفعل فاستقام الاستثناء ان ولله الحمد وبه اندفع ما اورده السید ابو السعود ثم السید ط علی العلامة الشرنبلالی اذ قال فی مراقی الفلاح لا یجوز بماء زال طبعه بالطبخ بحمص وعدس لانه اذا برد

— — — — — — — وضو کے لیے مانع نہیں ہے اس کی وجہ (راز) کا ان شاء اللہ وبعونہ عنقریب بیان ہوگا، جبکہ کافی میں کہا کہ پانی میں کسی چیز کو پکانے سے کمالِ امتزاج، وضو سے مانع تب ہوگا جبکہ یہ امتزاج نظافت کے لیے جو کہ وضوء کی غرضِ مطلوب ہے، نہ ہو، جیسا کہ اشنان وصابون جب تک ان کا ایسا غلبہ نہ ہو جائے جو پانی کو ستوؤں کی طرح گاڑھا کردے تو اس صورت میں وضوء جائز نہیں کیونکہ اتنا گاڑھا ہونے پر اس کا نام پانی نہیں رہتا اھ جب یہ تین مقدمات آپ کو معلوم ہوگئے تو شیخ (صاحبِ ہدایہ) نے متن میں مذکور تغیر کو مجاز کی مذکور قسمِ ثانی قرار دیا اُن ترجیحات کی بنا پر جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ اس سے تمام اشکالات ختم ہوگئے کیونکہ متن کا حکم اس پانی کے بارے میں ہے جو ابھی تک پانی ہے اگرچہ کچھ دیر بعد وہ اپنی طبیعت کھو بیٹھے گا، اس پانی کے بارے میں کہا کہ اس سے وضوء جائز نہیں ہے، تو اس صورت میں اس پانی کے تغیر (زوالِ رقت و طبع) کو طبخ (پکانے) سے مقید کرنا ضروری ہے کیونکہ پکائے بغیر دوسری کسی صورت میں وضوء سے مانع سبب (کمالِ امتزاج) پر دلیل نہیں پائی جاتی، بلکہ وہاں عدمِ سبب پر دلیل پائی جاتی ہے، کیونکہ اگر وہ سبب (کمالِ امتزاج) پایا جاتا تو پانی مکمل طور پر گاڑھا ہوتا، پکانے کی صورت اس کے خلاف ہے جیسا کہ مذکور ہوا

www.alahazratnetwork.org

---

[1] فتح القدیر الماء الذی یجوز به الوضوء الخ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۳

ثخن کما اذا طبخ بما یقصد بہ النظافۃ کالسدر وصار ثخینا[1] اھ فقالا ھذا من المصنف لیس علی ما ینبغی فانہ متی طبخ بما لایقصد بہ النظافۃ لایرفع الحدث وان بقی رقیقا سائلا لکمال الامتزاج بخلاف ما یقصد بہ النظافۃ فانہ لایمتنع بہ رفعہ الا اذا خرج عن رقتہ وسیلانہ فالفرق بینھما ثابت وتسویۃ المصنف بینھما ممنوعۃ[2] اھ۔

(اس کی وجہ یہ مذکور ہوئی ہے کہ ٹھنڈا ہونے کی صورت میں کمال امتزاج سے گاڑھا پن فوراً پیدا ہو جاتا ہے جبکہ پکانے کی صورت میں حرارت گاڑھے پن سے مانع ہوتی ہے) ہاں پکانے کی صورت میں گاڑھے پن کے بغیر کمال امتزاج، وضو کے لیے اس وقت مانع نہ ہوگا جب پانی میں نظافت کی غرض سے کوئی چیز پکائی گئی ہو بشرطیکہ اس سے بالفعل گاڑھا پن پیدا نہ ہو، پس اب ہدایہ کی عبارت میں دونوں استثناء درست ہوگئے۔ اس جواب کی تقریر سے سید ابو سعود اور سید طحطاوی کا علامہ شرنبلالی پر اعتراض بھی ختم ہوگیا جو انہوں نے علامہ کی اس عبارت پر کیا جو علامہ نے مراقی الفلاح میں یُوں کہی ہے "چنے اور مسور جیسی چیزوں کو پانی میں پکانے سے جب پانی کی طبع زائل ہو جائے کہ ٹھنڈا ہونے پر گاڑھا ہو جائے تو وضو جائز نہیں ہے جس طرح نظافت کے مقصد سے پانی میں پکائی ہوئی چیز (جیسے بیری کے پتے وغیرہ) جو کہ پکنے میں گاڑھا ہو جائے تو وضو جائز نہیں ہے اھ اس پر دونوں حضرات نے یہ اعتراض کیا کہ مصنف (علامہ شرنبلالی) کا یہ کہنا مناسب نہیں ہے کیونکہ جب ایسی چیز پانی میں پکائی جائے جس سے نظافت مقصود نہ ہو تو اس سے طہارت جائز نہیں، اگرچہ اس میں رقت وسیلان باقی ہو اس لیے کہ یہاں کمالِ امتزاج پایا جاتا ہے۔ لیکن جس چیز سے نظافت مقصود ہو تو وہاں جب تک رقت وسیلان ختم نہیں ہوتا اس وقت تک اس سے طہارت جائز ہے یہ فرق واضح ہے اور مصنف (شرنبلالی) کا دونوں صورتوں کو برابر قرار دینا درست نہیں ہے اھ (ت)

اقول اولا متی سوی وقد قال فی المنظف وصار ثخینا فاعتبر الثخونۃ بالفعل وقال فی غیرہ اذا برد ثخن فاعتبر التھیؤ للثخن۔

میں کہتا ہوں اولاً کہ علامہ شرنبلالی نے کب دونوں صورتوں کو برابر قرار دیا ہے؟ حالانکہ انہوں نے نظافت والی چیز کے بارے میں کہا کہ گاڑھا پن پایا جائے تو انہوں نے یہاں گاڑھے پن کا بالفعل پایا جانا معتبر قرار دیا اور غیر منظف میں انہوں نے کہا جب ٹھنڈا ہو کر گاڑھا ہو تو یہاں انہوں نے

---

[1] مراقی الفلاح کتاب الطہارت الامیریہ بولاق مصر ص ۱۶

[2] حاشیہ طحطاوی " " " " " "

بالفعل گاڑھے ہونے کا اعتبار نہیں کیا بلکہ اس کے قابل ہونے کا اعتبار کیا ہے۔ (ت)

وثانیا (ف۱) قولهما ان بقی رقیقا ان اراد به ما علیه المطبوخ قبل ان یبرد فلم ینکره المصنف بل قد نص علیه اذ اعتبره رقیقا بعد ومنع الوضوء به وان اراد به ما یبقی رقیقا بعد ما یبرد ایضا فمنع الوضوء به ممنوع وکمال الامتزاج مدفوع اذ لو کمل لثخن ولو بعد حین۔

اور ثانیا ان دونوں کا یہ قول، کہ غیر منظف سے وضوء جائز نہیں اگرچہ اس کی رقت باقی ہو، تو اس رقت کی بقاء سے مراد اگر ٹھنڈا ہونے سے قبل ایسا ہو، تو مصنف نے اس کا انکار نہیں کیا بلکہ انہوں نے اس رقت پر یہ کہہ کر نص کر دی کہ ٹھنڈا ہونے سے قبل رقیق ہو اور ٹھنڈا ہونے کے بعد گاڑھا ہو کیونکہ انہوں نے ٹھنڈا ہونے کے بعد رقیق کا اعتبار کیا ہے اور یہ کہ اس سے انہوں نے وضو کو ناجائز کہا اور اگر ان کی مراد یہ ہو کہ ٹھنڈا ہونے کے بعد بھی رقیق رہے تو پھر ان دونوں حضرات کا اس سے وضوء کو منع کرنا درست نہیں ہے اور یہاں کمالِ امتزاج ماننا درست نہیں ہے کیونکہ اگر اس وقت کمالِ امتزاج ہوتا تو پھر کچھ دیر بعد گاڑھا ہو جاتا۔ (ت)

وثالثا (ف۲) لئن سلم فالمنقول عن امامی المذهب ابی یوسف ومحمد رحمهما الله تعالٰی هو التسویة بین المنظف وغیره علی الروایة المشهورة عن ابی یوسف وعلی کلتا الروایتین عن محمد تذکر ما اسلفنا فی ۱۰۰ عن الحلیة عن التتمة والذخیرة ان ابا یوسف یعتبر فی المنظف سلب الرقة روایة واحدة واختلف الروایة عنه فی غیره ففی بعضها اعتبر سلب الرقة ای وهی المشهورة عنه وفی بعضها لم یشترطه ای واکتفی بتغیر الاوصاف وهی الروایة الضعیفة المرجوحة وان محمدا اعتبر الغلبة باللون ای وهی الروایة المشهورة عنه وفی بعضها سلب الرقة

www.alahazratnetwork.org

اور ثالثا اور اگر یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ علامہ شرنبلالی نے منظف اور غیر منظف پکنے والے دونوں کو برابر و مساوی قرار دیا ہے تو بھی یہ درست ہے کیونکہ امام یوسف اور امام محمد دونوں اماموں کے ہاں منظف اور غیر منظف دونوں برابر ہیں، جیسا کہ امام ابو یوسف سے مشہور اور امام محمد سے مشہور اور غیر مشہور دونوں طرح منقول ہے نمبر ۱۰۰ میں حلیہ، تتمہ اور ذخیرہ کے حوالے سے ہم نے جو بیان کیا تھا اس کو یاد کرو، وہ یہ کہ امام ابو یوسف منظف میں رقت ختم ہونے کا اعتبار کرتے ہیں ان سے یہ ایک ہی روایت ہے جبکہ غیر منظف کے بارے میں ان سے مروی روایات مختلف ہیں، بعض روایات میں وہ یہاں رقت کے خاتمہ کا اعتبار کرتے ہیں یہی روایت مشہور ہے۔ اور بعض روایات میں یہ ہے کہ وہ

وکذا هما مطلقة عن التفصیل بین المنقلف وغیرہ فای عتب علی من سوی بینهما تبعا لامامی مذهبه وهما المرأن یقتدی بهما بعد الامام الاعظم رضی الله تعالٰی عنهم اجمعین والله تعالٰی اعلم۔

یہ شرط نہیں لگاتے اور صرف اوصاف کی تبدیلی کا اعتبار کرتے ہیں یہ روایت ضعیف ہے اور امام محمد دونوں صورتوں میں غلبہ کے لیے رنگ کی تبدیلی کا اعتبار کرتے ہیں، ان سے یہی مشہور روایت ہے۔ اور بعض روایت میں وہ غلبہ میں رقت کے خاتمہ کا اعتبار کرتے ہیں اور انہوں نے منقلف وغیر منقلف کے فرق کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا، لہذا، اگر بقول دونوں معترضین حضرات، علامہ شرنبلالی، دونوں صورتوں کو امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالٰی کی اتباع میں مساوی قرار دیں تو کیا قباحت ہے جبکہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے بعد یہ دونوں امام ہی قابلِ اتباع ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

بالجملہ قول مشہور و مسلک جمہور یہی ہے کہ طبخ میں وجہ منع زوالِ رقت ف١ ہے یہی ہے وہ کہ ہم نے ۲۱۷ میں تحقیق کیا والاٰن اقول (اور اب میں کہتا ہوں۔ ت) وباللہ التوفیق (اور اللہ کی توفیق سے۔ ت)، اوپر معلوم ہُوا کہ یہاں چار چیزیں ہیں: (۱) اجزا (۲) اوصاف (۳) طبیعت (۴) اسم۔ اور اعتبار اجزا تین وجہ پر ہے: مقدار، طبیعت، اسم۔ طبخ میں علتِ منع کثرتِ اجزا البتہ تو محتمل نہیں کہ یہ کثرت ہوگی تو ابتدا سے نہ کہ بوجہ طبخ۔ یُوں ہی تغیر لون وطعم وریح۔

اولاً غالباً قبل حصول طبخ ونضج ہوجائے گا تو اُسے بھی تغیر بالطبخ میں نہیں لے سکتے اور بعض جگہ کہ بعد تمامی طبخ ہواسے علت قرار دینے پر عام مطبوخات تغیر بالطبخ سے نکل جائیں گے کہ ان میں تغیر وصف طبخ سے نہ ہوا۔

ثانیاً اس سب سے قطع نظر ہو تو اعتبار اوصاف مذہب صحیح معتمد کے خلاف ہے خود خانیہ میں اس کے خلاف کی تصحیح فرمائی، کما تقدم مشروحا فی ۱۰۱ و ۱۲۲ فهذا رد جدید علی ما فی البحر ف٢ والنهر ف٣ مستندین الی عبارة الخانیة البانیة الحکم علی وجود ریح الباقلاء وجامع الرموز ف٤ المعتبر تغیر اللون (جیسا کہ واضح طور پر پہلے ۱۰۱ اور ۱۲۲ میں گزرا۔ پس یہ بحر اور نہر کے اُس بیان کی نئی تردید ہے جو خانیہ کی عبارت کی طرف منسوب ہے جس میں حکم کی بنیاد باقلی کی بُو پر ہے نیز یہ جامع الرموز کی تردید ہے جس نے رنگ کی تبدیلی کا اعتبار کیا ہے۔ (ت)

ثم اعتبار الریح ف٥ فیه نظر فان محمدا الناظر الی الاوصاف لم یعتبرها فی المشهور عنه انما اعتبر اللون ثم الطعم

پھر تغیر اوصاف میں بُو کا اعتبار محلِ نظر ہے کیونکہ خود امام محمد جنہوں نے اوصاف کا لحاظ کیا ہے بُو کا اعتبار نہیں کرتے ان سے مشہور روایت یہی ہے

www.alahazratnetwork.org

ثم الاجزاء کما سیأتی ان شاء اللہ تعالٰی ولو سلم فلو اقتصر علیھا۔

کہ وہ صرف رنگ اور پھر ذائقہ اجزاء کا اعتبار کرتے ہیں جیسا کہ ان شاء اللہ آئندہ آئے گا، اور اگر بُو کے اعتبار کو تسلیم بھی کرلیا جائے تو بھی صرف اسی کا اعتبار کیوں۔ (ت)

باقی رہے دو طبیعت و اسم۔ اعتبارِ طبیعت تو وہی قول مذکور جمہور ہے اور امام زیلعی و اتقانی نے اعتبارِ اسم ذکر فرمایا۔

ففی التبیین ما تغیر بالطبخ لایجوز الوضوء به لزوال اسم الماء عنه وھو المعتبر فی الباب[1] اھ ولما قال فی الھدایۃ ان تغیر بالطبخ لایجوز لانه لم یبق فی معنی المنزل من السماء اذ النار غیرته[2] اھ علله فی غایۃ البیان[عه] بزوال الاسم۔

تبیین میں ہے پکانے سے جو تغیر پانی میں پیدا ہوا اس سے وضوء جائز نہیں ہے کیونکہ ایسی صورت میں پانی کا نام ختم ہوجاتا ہے اور پانی کی تبدیلی میں اس کے نام کی تبدیلی ہی معتبر ہے اھ اور یوں ہی ہدایہ کے قول کی بنیاد پر جس میں ہے کہ اگر پکانے کی وجہ سے پانی میں تغیر پیدا ہوا تو اس سے وضوء جائز نہ ہوگا کیونکہ اب وہ آسمانی پانی کی کیفیت پر نہیں رہا بلکہ آگ نے اس کو متغیر کردیا ہے اھ غایۃ البیان میں وضوء جائز نہ ہونے کی علت زوالِ اسم کو قرار دیا ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اقول وہ اعتبارِ طبیعت کے منافی نہیں کہ تغیرِ طبع قطعاً موجب زوالِ اسم ہے مگر یہاں ایک دقیقہ اور ہے۔

فاقول وبہ نستعین اوپر گزرا کہ طبخ[3] میں کبھی پانی مقصود نہیں ہوتا تو یہاں زوالِ اسم بے زوالِ طبع نہ ہوگا لعدم صیرورته شیئا اٰخر لمقصود اٰخر (کیونکہ چیز دگر مقصد دگر کے لیے نہیں ہوئی۔ ت) اور کبھی خود بھی مقصود ہوتا ہے اس میں تین صورتیں ہیں:

ایک معہود کہ پانی قدر مناسب یا اس سے کم ہو یہ بعد طبخ طبع و اسم دونوں میں متغیر ہوجائے گا۔

عه بل فی نفس الھدایۃ وایضا الکافی فیما طبخ فیه المنظف فغلب علیه لزوال اسم الماء عنه[3] ۱۲ منه غفرله۔ (م)

بلکہ خود ہدایہ اور کافی میں بھی ہے کہ وہ پانی جس میں ایسی چیز جو نظافت کے لیے مفید ہو، کو پکایا اور وہ چیز غالب ہوجائے تو پانی کا نام تبدیل ہوجائیگا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الطہارۃ الامیریہ بولاق مصر ۱/۱۹

[2] و [3] الہدایۃ باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء الخ المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/۱۸

دوم اس درجہ کثیر و وافر ہو کہ شے مخلوط اس میں عمل نہ کرسکے اس سے نہ طبع بدلے گی نہ اسم کہ بوجہ افراط صالح مقصود آخر نہ ہوگا۔

سوم زائد ہو مگر نہ اُس درجہ مفرط اس میں محتمل کہ زوالِ طبع نہ ہو اور نام بدل جائے مثلاً کہا جائے شوربا کس قدر زائد کردیا ہے بخلاف اس صورت کے کہ مثلاً دیگچہ بھر [ف۱] پانی میں چھٹانک بھر گوشت پکائیں اسے کوئی شوربا نہ کہے گا جمہور نے بلحاظ معہود زوال طبع پر اقتصار فرمایا اور ان بعض نے شمول غیر معہود کے لیے بلفظ تغیر تعبیر فرمایا جس سے تغیر اسم مقصود ہے نہ تغیر وصف کہ طبخ پر موقوف نہیں وقد اشرنا الی ھذا فی ۲۱۰ عند التوفیق بین قولھم اذا برد ثخن وقول الغنیۃ غالبا واللّٰہ تعالٰی اعلم (ہم ۲۱۰ میں اس کی طرف اشارہ کرچکے ہیں جہاں پر ان کے قول "اذا برد ثخن" اور غنیہ کے قول "غالباً" میں توفیق بیان کی، واللّٰہ تعالٰی اعلم۔ ت)

اقول وبہ ظھر الفرق بین المنظف وغیرہ فانہ اذا زال الاسم حصل المنع ولا یزول الاسم فی المنظف الا بزوال الطبع بالفعل لانہ لایقصد بہ الا ما یقصد من الماء وھو التنظیف فھذا غایۃ التحقیق واللّٰہ سبحٰنہ ولی التوفیق۔

میں کہتا ہوں اسی سے منظّف (یعنی نظافت والی چیز کو پکانے) اور غیر منظّف کا فرق واضح ہوا، کیونکہ پانی کا نام بدل جانے پر وضو منع ہوجاتا ہے جبکہ منظّف میں نام کی تبدیلی اسی صورت میں ہوتی ہے جب بالفعل پانی کی طبع ختم ہوجائے، کیونکہ خالص پانی اور منظّف دونوں کا مقصد نظافت کا حصول ہے، یہ کامل تحقیق ہے اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے (ت)

www.alahazratnetwork.org

بالجملہ حاصل تنقید وتنقیح [ف۲] یہ ہے کہ اگر کلام طبخ معہود سے خاص ہو تو مدار زوال طبع پر ہے اور یہی ہے وہ جسے عامہ کتب معتمدہ نے اختیار کیا اور اس وقت منظّف وغیر منظّف میں فرق یہ ہوگا کہ غیر منظف میں زوال بالقوۃ کافی ہے یعنی ٹھنڈی ہونے پر جرم دار ہوجائے اور منظف مثل صابون واُشنان میں زوال بالفعل درکار اور اگر معہود وغیر معہود سب کو شامل کریں تو مدار زوال اسم پر ہے خواہ صرف زوال طبع کے ضمن میں پایا جائے جبکہ پانی مقصود نہ ہو یا صرف چیز دیگر مقصد دیگر کے لیے ہوجانے کے ضمن میں جیسے طبخ غیر معہود میں جبکہ زیادت مفرط نہ ہو خواہ دونوں کے ضمن میں جہاں طبخ معہود اور پانی مقصود اس وقت بجائے زوال طبع تغیر کہیں گے امام دقیق النظر حافظ الدین نسفی نے وافی وکنز میں یہی مسلک لیا اور نقایہ واصلاح وتبیین وغایۃ البیان نے ان کا اتباع کیا اب منظف وغیر منظف میں فرق یہ ہوگا کہ غیر منظف میں کبھی باوصف بقائے رقت زوال اسم ہوجاتا ہے بخلاف منظف۔ اس کی نظیریں غیر مطبوخ میں کثیر ہیں جیسے نبیذ وصبغ ومداد وغیرہا مسائل کثیرہ۔ یہ ہے وہ جس سے بتوفیقہ تعالٰی تمام کلماتِ ائمہ ملتئم ہوگئے وللہ الحمد علی الدوامہ وعلی نبیہ وذویہ

الصلٰوۃ والسلام۔ یہاں تک نو بحثیں ہوئیں ایک اور اضافہ کریں کہ تلک عشرۃ کاملۃ ہوں۔

بحث دہم ارشاداتِ متون پر نظر **اقول** ہم فصل دوم میں ثابت کر آئے کہ مائے طاہر غیر مستعمل کے فی نفسہ ناقابل وضو ہوجانے کے چار بلکہ تین ہی سبب ہیں:

(۱) کثرت اجزائے مخالط جس میں حکماً دوسری صورت مساوات بھی داخل۔

(۲) زوالِ رقت کہ جرم دار ہوجائے۔

(۳) زوال اسم جس سے یہاں اُس کی وہ خاص صورت مراد کہ مقصد دیگر کے لیے چیز دیگر ہوجائے۔ نیز فصل حاضر کی بحث دوم ابحاث غلبہ میں گزرا کہ غلبۂ اجزا کہ مذہب امام یوسف رحمہ اللہ تعالٰی ہے ان تینوں صورتوں پر بولا جاتا ہے بالجملہ مائے مطلق کی تعریف جو ہم نے محقق و منقح کی اور امام ابویوسف کا مذہب کہ وہی صحیح و معتمد ہے حرف بحرف متطابق ہیں وللہ الحمد۔

اب متون کو دیکھئے تو وہ بھی ان تین سبب سے باہر نہیں انھیں کو وجہ منع ٹھہراتے ہیں اگر سب کا استیعاب نہیں فرماتے اور یہ کچھ نئی بات نہیں متون[1] نہ متون جن کی وضع اختصار پر ہے بلکہ شروح میں بھی جن کا کام ہی تفصیل و تکمیل ہے صدہا جگہ احاطہ منظور نہیں ہوتا۔ بعض کی تصریح بعض کی تلویح کہ اشارت دلالت اقتضا فحوٰی سے مفہوم ہوں اور کبھی بعض یکسر مطوی کما لایخفی علی من خدم کلماتھم وھذا من اعظم وجوہ العسر فی ادراک الفقہ واللہ المیسر لکل عسیر ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم (جیسا کہ یہ بات ان لوگوں پر مخفی نہیں جو مصنفین کی عبارات پر کام کرتے ہیں، فقہ کے ادراک میں یہ مشکل مرحلہ ہے، اور اللہ تعالٰی ہر مشکل کو آسان فرماتا ہے لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ ت) یہاں اکثر متون نے صرف سبب دوم یعنی زوال طبع کا ذکر فرمایا قدوری و ہدایہ نے عبارت میں اس کی کچھ تفصیل نہ فرمائی ہاں مثالوں سے صورت طبخ وغیرہ کی طرف اشارہ کیا وقایہ وغررو نورالایضاح نے اُسے دو سببوں کی طرف مفصل کیا طبخ و غلبہ غیر اور ملتقٰی نے تیسرا سبب جزئی اور اضافہ کیا کثرت اوراق۔ پھر غلبۂ غیر کو ان سب نے مطلق رکھا مگر اول نے کہ اجزا سے مقید کیا۔ **اقول** اور اسی کا ارادہ ملتقٰی میں چاہیے ورنہ کثرت اوراق بھی غلبۂ غیر ہی ہے بہرحال کثرتِ اجزاء و زوال اسم جن میں زوال طبع نہ ہو ان چھ میں مذکور نہ ہوئے ہدایہ نے شرح میں ان کا اشعار فرمایا اول کا ان لفظوں سے الخلط القلیل لامعتبر بہ فیعتبر الغالب والغلبۃ بالاجزاء[1] (قلیل ملاوٹ کا اعتبار نہیں صرف غالب کا اعتبار ہوتا ہے اور غلبہ میں اجزاء کا لحاظ ہوتا ہے۔ ت) دوم کا اشارۂ خفیہ اس عبارت سے ان تغیر بالطبخ

---

[1] الہدایۃ باب الماء الذی یجوز بہ الوضو مطبع عربیہ کراچی ۱/۱۸

www.alahazratnetwork.org

لایجوز اذ النار غیرتہ الا اذا طبخ فیہ ما یقصد بہ النظافۃ[1] (اگر تغیر پکانے کی وجہ سے ہوا تو وضو جائز نہ ہوگا کیونکہ آگ سے تغیر پیدا ہوگیا ہے لیکن اگر ایسی چیز ملا کر پانی کو پکایا جائے جس سے نظافت مقصود ہو تو پھر جائز ہے۔ت) یہ اعتبار مقصد کی طرف ایما ہے کما تقدم الاٰن تقریرہ (جیسا کہ اس کی تقریر اب گزری ہے۔ت) تو کلام ہدایہ جامع اسباب ثلثہ ہوا اور وافی وکنز نے دو سبب ذکر فرمائے کثرتِ اجزاء و زوالِ طبع۔

اقول اور اسے کثرتِ اوراق و طبخ سے مفصل فرماکر اشارہ کیا کہ زوالِ طبع طبخ سے ہو خواہ بلا طبخ، اور اگر تغیر کو تغیرِ طبع و مقاصد دونوں کو عام لے کر کثرتِ اوراق میں صرف اول اور طبخ میں دونوں رکھیں تو بعض صور سببِ سوم یعنی زوالِ اسم کی طرف بھی اشارہ ہوگا اصلاح نے دو سبب اخیر لیے زوالِ طبع و اسم **اقول** مگر دونوں کی صرف بعض صور پر اقتصار کیا کہ اول کو غلبۂ اجزاء اور دوم کو طبخ سے مقید کر دیا، نقایہ میں اگر تغیر بمعنی زوالِ طبع ہو تو اپنی اصل وقایہ کی طرح ہے اور بمعنی زوالِ اسم لیں اور یہی انسب ہے تو مثل اصلاح دو سببوں کا ذکر ہوا **اقول** اور بہرحال سبب اول میں وقایہ و اصلاح سے اصلح کہ غلبۂ اجزاء سے مقید نہ فرمایا۔

www.alahazratnetwork.org

اقول لکن فیہ[1] اشکال قوی فان بالحکم الکلی والاستثناء انحصر سبب المنع فیما ذکر والعجب[2] ان لم یتنبہ لہ الشارحان الفاضلان۔

میں کہتا ہوں، لیکن اس میں اشکال ہے کیونکہ کلی حکم اور استثناء کی وجہ سے وضوء سے منع کا سبب صرف اس کا ذکر کردہ ہی ہوگا، اور تعجب ہے کہ دونوں فاضل شارح حضرات کی توجہ اس طرف نہ ہوئی۔ (ت)

اقول ویمکن الجواب عن السبب الاول بان کلامہ مشعر بکون المخالط اقل اجزاء لما قدمنا فی ثانی ابحاث زوال الطبع ان الاختلاط ینسب الی اقل الخلیطین فکانہ قال یتوضو بہ وان خالطہ ماھو اقل اجزاء منہ الا اذا اخرجہ عن رقتہ

میں کہتا ہوں، اور پہلے سبب کا جواب یوں ممکن ہے کہ اس کے کلام سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ پانی میں ملائی ہوئی چیز کے اجزاء کم ہوں، جیسا کہ ہم زوالِ طبع کی ابحاث میں سے دوسری بحث میں ذکر کرچکے ہیں کہ اختلاط کو کم اجزاء والی چیز کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، گویا اب اس کا کلام یوں ہوا

---

[1] الہدایۃ باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء مطبع عربیہ کراچی ۱/۱۸

او غیر اسمه طبخا لکن یبقی وارد اقصر الثالث علی صورة الطبخ الا ان یقال اشار الی غیره دلالة فان الذی یغیر اسمه بدون الاستعانة بالنار اقوی مما لایزیله الا بمعالجة النار فکانه قال او غیر اسمه ولو طبخا ای فضلا عما یغیره بنفسه وبهذا التقریر تصیر تشیر الی الاسباب الثلثة فتکون من احسن العبارات هذا غایة ما ظهر لی فی توجیهه واللہ تعالٰی اعلم۔

کہ اس پانی سے وضو جائز ہے اگرچہ اس میں ملنے والی چیز کے اجزاء کم ہوں، مگر جب یہ چیز پانی کی رقت کو ختم کردے یا پکنے کی صورت میں اس کے نام کو تبدیل کردے تو وضو ناجائز ہوگا لیکن اس جواب سے ایک اعتراض باقی رہا، وہ یہ کہ تیسرے سبب (نام کی تبدیلی) کو صرف پکانے کی صورت سے مختص کردیا ہے۔ ہاں اگر یوں کہا جائے کہ دوسری صورت کی طرف دلالۃً اشارہ انہوں نے کردیا ہے کیونکہ نام کی تبدیلی جب آگ کے بغیر ہوگی تو یہ صورت زیادہ قوی ہوگی اس صورت سے جس میں صرف آگ سے ہی تبدیلی آسکتی ہے گویا یوں کہا کہ یا پانی کے نام کو تبدیل کردے خواہ پکانے کی وجہ سے ہو چہ جائیکہ پکائے بغیر خودبخود نام کی تبدیلی والی صورت پیدا ہوجائے اس تقریر سے اس کی طہارت تینوں اسباب کی طرف اشارہ کرے گی تو اب یہ بہترین عبارت قرار پائے گی، یہ اس عبارت کی انتہائی توجیہ ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

www.alahazratnetwork.org

تنویر نے اگرچہ زوال طبع کو طبخ سے مقید کیا مگر غلبۂ غیر کو مطلق رکھا جس سے ظاہر غلبہ بکثرت اجزاء ہے تو سبب اول اور بعض صور سبب دوم کا ذکر ہوا اور اگر غلبہ کو بوجہ اطلاق غلبہ طبعاً و اسماً و اجزاءً کو عام لیا جائے تو اسی قدر اسباب ثلثہ کو عام ہوجائیگا اور ذکر زوال طبع بطبخ از قبیل تخصیص بعد تعمیم ہوگا۔

بل **اقول** کانه رحمه اللہ تعالٰی لاحظ ان زائل الطبع بالطبخ لم یغلبه المخالط نفسه بل النار غیرته فیکون العطف علی ظاهره واذن تکون هذه احسن العبارات وترتقی من الضوابط الجزئیة الی الکلیات

بلکہ میں کہتا ہوں کہ انہوں نے گویا یہ لحاظ کیا کہ پکانے کی وجہ سے طبع کا زوال پانی میں ملنے والی چیز کے غلبہ سے نہیں ہے بلکہ آگ نے اس کو متغیر کیا ہے پس یہ عطف اپنے ظاہر پر رہا۔ اب یہ تمام عبارات میں احسن قرار پائی اور جزئی ضابطہ کی بجائے کلی ضابطوں میں شمار ہوگی۔ (ت)

متون کے ضوابط منع پر یہ نہایت کلام ہے وللہ الحمد کما یرضاہ، والصلوۃ والسلام علی مصطفاہ، وآلہ وصحبہ ومن والاہ۔

(ضابطہ ۵) اب متون ایک کلیہ دربارۂ جواز افادہ فرماتے ہیں کہ اختلاط طاہر سے پانی کے صرف وصف میں تغیر مانع وضو نہیں۔ وصف سے مراد رنگ، مزہ، بو۔ عبارات اس میں تین طرح آئیں:

(۱) احد اوصافہ یعنی کسی ایک وصف میں تغیر۔ قدوری میں ہے:

تجوز بماء خالطہ طاھر فغیر احد اوصافہ کماء السمد والماء الذی اختلط بہ الزعفران والصابون والاشنان[1]۔

ایسے پانی سے وضوء جائز ہے جس میں کسی پاک چیز نے مل کر اس کے ایک وصف کو تبدیل کردیا ہو جیسے سیلاب کا پانی اور وہ پانی جس میں زعفران، صابون اور اُشنان ملا ہو۔ (ت)

بعینہٖ اسی طرح ہدایہ و وافی ومنیہ میں ہے:

غیران ھذہ زادت بشرط ان یکون الغلبۃ للماء من حیث الاجزاء الخ وزاد الامثلۃ الماء الذی اختلط بہ اللبن[2]۔

مگر انہوں نے ایک زائد بات کی کہ وصف کی تبدیل میں پانی کے اجزاء کا غلبہ ہو الخ اور وافی اور منیہ نے ایک مثال زائد بھی بیان کی ہے کہ وہ پانی جس میں دودھ ملا ہو۔ (ت)

وقایہ، کنز، اصلاح اور مختار وغیرہا

www.alahazratnetwork.org

وان غیر احد اوصافہ طاھر[3] اھ ومثلت الوقایۃ بامثلۃ القدوری والاصلاح بالتراب والزعفران۔

اگرچہ کسی پاک چیز نے پانی کا ایک وصف تبدیل کردیا ہو اھ وقایہ نے قدوری والی مثالیں ذکر کی ہیں اور اصلاح نے مٹی اور زعفران کی مثال دی ہے۔ (ت)

(۲) بعض اوصافہ کہ دو کو بھی شامل۔ بحر میں مجمع البحرین سے ہے:

نجیزہ بغالب علی طاھر کزعفران تغیر بہ بعض اوصافہ[4]۔

ہم وضو کو جائز قرار دیتے ہیں اس پانی سے جو ملنے والی پاک چیز پر غالب ہو اور اس کے بعض اوصاف متغیر ہوجائیں جیسے زعفران (ت)

---

[1] قدوری کتاب الطہارت مطبع مجیدی کان پور ص ۶
[2] منیۃ المصلی باب المیاہ مطبع عزیزیہ کشمیری بازار لاہور ص ۱۸
[3] کنز الدقائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱
[4] بحر الرائق " " " ۱/۶۹

ملتقی میں ہے :

وان غیر طاھر بعض اوصافہ کالتراب و الزعفران والصابون[1]۔

اگرچہ پانی کے بعض اوصاف کو پاک چیز نے متغیر کردیا ہو جیسے مٹی، زعفران اور صابون۔ (ت)

(۳) کل اوصاف۔ غرر میں ہے :

وان غیر اوصافہ طاھر جامد کاشنان و زعفران و فاکھۃ و ورق فی الاصح ان بقی رقتہ[2]۔

اگرچہ پانی کے اوصاف کو کسی پاک جامد چیز نے تبدیل کردیا ہو جیسے اشنان، زعفران، پھل اور پتّے جبکہ پانی کی رقّت باقی رہے یہی اصح قول ہے (ت)

یہی مفاد تنویر ہے ،

فانہ ذکر مثلہ تبعالہ کعادتہ رحمھما اللہ تعالٰی وان ترک قولہ غیر اوصافہ فقد دل علیہ بادارۃ الحکم علی بقاء الرقۃ مطلقا۔

کیونکہ انہوں نے بھی اس کی مثل کہا اپنی عادت کے مطابق ان کی اتباع کرتے ہوئے، اگرچہ انہوں نے غرر کا قول 'غیر اوصافہ' کو چھوڑدیا ہے لیکن اس پر دلالت کے لیے انہوں نے حکم کو پانی کی رقت کی بقاء پر مطلقاً قائم رکھا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ولہذا درمختار میں فرمایا : وان غیر کل اوصافہ[3] (اگرچہ اس کے تمام اوصاف کو بدل دے۔ ت) سادات ثلثہ حلبی طحطاوی شامی نے اسے مقرر رکھا نورالایضاح میں ہے : ولایضر تغیر اوصافہ کلھا بجامد[4] (کسی جامد کی وجہ سے اگر پانی کے تمام اوصاف بدل جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ت) اس پر شرح میں بڑھایا ،

بدون طبخ ثم قال مستدلا علیہ لمافی صحیح البخاری و مسلم ان النبی صلی اللہ تعالٰی

بدون طبخ (پکائے بغیر)، پھر اس پر دلیل پیش کرتے ہوئے وہ روایت ذکر کی جس کو بخاری اور

---

[1] ملتقی الابحر تجوز الطہارۃ بالماء المطلق عامرہ مصر ۱/۲۷

[2] غرر مع شرح الدرر فرض الغسل عثمانیہ مصر ۱/۲۱

[3] درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۵

[4] نورالایضاح کتاب الطہارۃ علیمیہ لاہور ص ۳

علیہ وسلم امر بغسل الذی وقصتہ ناقتہ وھو محرم بماء وسدر و امر قیس بن عاصم حین اسلم ان یغتسل بماء وسدر واغتسل النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بماء فیہ اثر العجین وکان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یغتسل ویغسل راسہ بالخطمی وھو جنب ویجتزئ بذلک اھ[1] وتعقبہ السید ط فقال قد یقال غیر نحو السدر لایقاس علیہ لان المقصود بہ التنظیف فاغتفر فیہ تغیر الاوصاف ولا کذلک غیرہ[2] اھ

مسلم نے بیان کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس شخص کو جو کہ احرام کی حالت میں اونٹنی سے گر کر زخمی ہوا، حکم فرمایا کہ وہ بیری کے پتّوں والے پانی سے دھوئے۔ اور آپ نے قیس بن عاصم کو مسلمان ہونے پر بیری کے پتّوں والے پانی سے غسل کرنے کا حکم فرمایا۔ اور خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آٹے کے اثر والے پانی سے غسل فرمایا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جنابت کے غسل میں خطمی والے پانی کے استعمال کو کافی سمجھتے اھ شرح نور الایضاح کی عبارت پر سید طحطاوی نے تعاقب کیا اور کہا کہ بیری کے پتّوں جیسی چیز پانی میں تغیر پیدا کرے تو معاف ہے، اس حکم پر دوسری چیزوں کو قیاس نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ اس سے توصفائی مقصود ہے جبکہ دوسری چیزوں میں یہ مقصد نہیں ہوتا اھ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اقول تعقب علی الاستدلال بالحدیثین الاولین والرابع لا علی الحکم فقد سلمہ من قبل وسلم منہ الحدیث الثالث **ثم** قد علمت مما حققنا ان المغتفر فی المنظف تھیؤہ للثخن اما الاوصاف فلا عبرۃ بھا اصلا لکن یکفی منعا علی الدلیل۔

میں کہتا ہوں کہ سید طحطاوی نے شرح نور الایضاح پر تعاقب حکم کے بارے میں نہیں کیا بلکہ پہلی دو اور چوتھی حدیثوں سے استدلال پر تعاقب کیا ہے لہٰذا حکم اور تیسری حدیث کو انہوں نے محفوظ رکھا، پھر آپ کو ہماری تحقیق سے معلوم ہو چکا ہے کہ صفائی والی چیز میں گاڑھے پن کی استعداد تک معاف ہے اس میں اوصاف کا بالکل اعتبار نہیں ہے لیکن دلیل پر منع (اعتراض) کے لیے اتنا کافی ہے۔ (ت)

و اور تحقیق یہی ہے کہ تینوں وصفوں کا تغیر بھی کچھ مضر نہیں جب تک موانع ثلٰثہ مذکورہ سے کوئی مانع نہ پایا جائے

بیانہ ان الانظار افترقوا فی العبارۃ الاولٰی مثلھا الثانیۃ فرقتین **فریق** یعتبر فیھا

اس کا بیان یہ ہے کہ پہلی عبارت (ایک وصف والی) اور دوسری عبارت (دو وصفوں والی) کے

---

[1] مراقی الفلاح کتاب الطہارۃ الامیریہ بولاق مصر ص ۱۶
[2] طحطاوی علی مراقی الفلاح مطبعۃ الامیریہ بولاق مصر ص ۱۶

٩ المفہوم فتدل علی المنع بتغیر وصفین والثانیۃ علی الجواز فیہ والمنع بتغیر الکل ثم یعترضہ محققوھم بانہ خلاف الصحیح الصحیح الجواز وان تغیرا لکل قال الامام الزیلعی فی التبیین اشار القدوری الی انہ اذا غیر وصفین لایجوز الوضوء بہ[1] ومثلہ فی الفتح والبحر وکذا علی عبارۃ البدایۃ فی النہایۃ والعنایۃ والبنایۃ و الدرایۃ والکفایۃ والغایۃ الاتقانیۃ قال الاولان قولہ احداوصافہ یشیر الی انہ اذا غیرا الاثنین لا یجوز لکن المنقول عن الاساتذۃ خلافہ فذکرا ما تقدم فی ۹ء زاد فی العنایۃ وکذا اشار فی شرح الطحاوی الیہ اھ[2] واقرہ سعدی افندی وقال الثانیان فی قولہ احداوصافہ اشارۃ الی انہ اذا تغیرا ثنان لایجوز التوضی بہ لکن صحت الروایۃ بخلافہ کذا عن الکرخی اھ[3] و الکفایۃ ذکرت الاشارۃ ثم اثرت عن النہایۃ ما عن الاساتذۃ و ذکرا لاتقانی اشارۃ القدوری ثم قال لکن الظاہر عن اصحابنا انہ یجوز الا تری الی ما فی

بارے میں علماء کے دو فریق بن چکے ہیں، ایک فریق ان عبارات میں مفہوم مخالف کا اعتبار کرتے ہوئے پہلی عبارت میں دو وصفوں کی تبدیلی پر وضوء کو ناجائز کہتا ہے اور دوسری عبارت میں مفہوم کا اعتبار نہ کرتے ہوئے وضو کو جائز کہتا ہے اور یہ گروہ تمام اوصاف (رنگ بو، ذائقہ) کی تبدیلی پر وضوء ناجائز مانتا ہے لیکن پھر اس گروہ میں سے محقق لوگوں نے اس پر اعتراض کیا اور کہا کہ تمام اوصاف کی تبدیلی سے عدمِ جواز، صحیح قول کے خلاف ہے کیونکہ صحیح یہ ہے کہ اگرچہ تمام اوصاف بھی تبدیل ہوجائیں تب بھی وضو جائز ہے (اس بحث کے بارے میں عبارات درج ذیل ہیں) امام زیلعی نے تبیین میں فرمایا کہ قدوری نے اشارہ کیا ہے کہ اگر دو وصف تبدیل ہوجائیں تو وضوء ناجائز ہوگا اھ اسی طرح یہ درج ذیل کتب میں، فتح، بحر، نہایہ میں ہدایہ کی عبارت پر، عنایہ۔بنایہ۔درایہ۔کفایہ۔غایۃ اتقانیہ۔ ان میں سے پہلے دونوں نے کہا کہ ان کا قول "احد اوصافہ" اس بات کا اشارہ ہے کہ اگر دو وصف بدل جائیں تو وضو جائز نہ ہوگا لیکن ماہرین سے اس کا خلاف منقول ہے، یہ کہہ کر پھر ان دونوں نے ۹ء میں گزشتہ بحث کو ذکر کیا، اور اس پر عنایہ میں کذا

www.alahazratnetwork.org

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الطہارت مطبع الامیریہ بولاق مصر ۱/۲۰

[2] العنایۃ مع فتح القدیر الماء الذی یجوز بہ الوضو سکھر ۱/۶۳

[3] البنایۃ الماء الذی یجوز بہ الوضوء ملک سنز فیصل آباد ۱/۱۸۹

9/9

شرح الطحاوی الخ وفی الجوھرۃ ان
غیر وصفین فعلی اشارۃ الشیخ لا یجوز
والصحیح یجوز کذا فی المستصفی[1] اھ وقد مر
فی ١٠١ وکذا مر عن الحلیۃ اعتبار المفھوم
فی ١٧ وردہ بتصحیح المستصفی فی ١٠١ ثم
ذکر کلام النھایۃ وفی فتح اللہ المعین یفھم
من التقیید عدم جواز الاستعمال اذا تغیر
وصفان ولیس کذلك اھ[2] واغرب فی الکفایۃ
واذ ذکر ما مر ثم استدرك علیہ بما فی التتمۃ
عن الفقیہ المیدانی من مسألۃ وقوع
الاوراق فی الحوض المارۃ[3] فی ٦٧ قال قال
صاحب النھایۃ لما تغیر لون الماء بالاوراق
لابد ان یتغیر طعمہ ایضا فکان وصفان
زائلین فصار موافقا لما اشار الیہ
الکتاب[4] اھ

اشار فی شرح الطحاوی الیہ (طحاوی کی شرح
میں ایسا ہی اشارہ کیا ہے) کا اضافہ کیا ہے اھ اور
سعدی آفندی نے اس کی تائید کی ہے۔ اور ان کے
بعد والے دونوں نے یہ کہا کہ "ان قول احد اوصافہ"
میں اشارہ ہے کہ اگر دو وصف بدل جائیں تو وضوء
جائز نہ ہوگا۔ لیکن صحیح روایات اس کے خلاف ہیں
امام کرخی سے ایسا ہی مروی ہے اھ کفایہ نے یہی
اشارہ ذکر کرکے پھر نہایہ والا ماہرین سے منقول قول
کا حوالہ بیان کیا۔ اتقانی نے قدوری والا اشارہ
ذکر کرکے پھر کہا کہ ہمارے اصحاب کے ظاہر قول
کے مطابق اس سے وضوء جائز ہے، کیا طحاوی کی
شرح میں موجود قول نہیں دیکھا الخ؟ اھ اور جوہرہ
میں ہے کہ اگر دو وصف تبدیل ہو جائیں تو وضوء
ناجائز ہے جیسا کہ شیخ نے اشارہ کیا ہے لیکن صحیح
یہ ہے کہ وضوء جائز ہے، مستصفی میں ایسا ہے

www.alahazratnetwork.org

اھ یہ بات ١٠١ میں گزر چکی ہے اور یوں ہی ١٧ میں حلیہ کے حوالہ سے مفہوم کے اعتبار کے بارے میں
گزرا، اور پھر اس کے رد میں مستصفی کی تصحیح کے حوالہ سے ١٠١ میں ذکر کرکے پھر نہایہ کے کلام کو ذکر کیا ہے
فتح اللہ المعین میں ہے کہ ایک وصف کی قید سے دو وصف کی تبدیلی میں وضوء کا عدم جواز سمجھ آتا ہے حالانکہ
ایسا نہیں ہے اھ کفایہ میں عجیب انداز سے مذکورہ بات کو بیان کرکے پھر فقیہ میدانی سے تتمہ میں منقول مسئلہ سے
اس پر استدراک کیا اور وہ مسئلہ حوض میں پتے گرنے کے بارے میں ہے جو ٦٧ میں گزرا ہے، تو کفایہ نے کہا

---

[1] الجوہرۃ النیرۃ — کتاب الطہارۃ — امدادیہ ملتان — ١/١٤
[2] فتح اللہ المعین — " " — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ١/٦٢
[3] الکفایۃ مع الفتح — الماء الذی یجوز بہ الوضو — نوریہ رضویہ سکھر — ١/٦٣
[4] ایضاً

کہ صاحبِ نہایہ نے یہ بیان کیا کہ جب پتّوں کی وجہ سے پانی کا رنگ تبدیل ہوگا تو لازمی طور پر اس کا ذائقہ بھی تبدیل ہوگا۔ تو دو وصف کی تبدیلی ہونے پر یہ کتاب کے موافق ہوجائے گا۔ (ت)

اقول وانت تعلم انہ لایدفع ماعن الاساتذۃ ولذا لم تعتمدہ النھایۃ والبنایۃ مع ذکرھم جمیعا ان الماء اذا تغیر لونہ تغیر طعمہ ایضا[1] اھ ھذہ عبارۃ الاخیرین۔

میں کہتا ہوں کہ اس سے اساتذہ (ماہرین) سے منقول شدہ موقف کا رد نہیں ہوتا جس سے آپ آگاہ ہیں اس کے باوجود کہ یہ بات سب نے ذکر کی کہ جب رنگ بدلے گا تو ذائقہ بھی ضرور بدلے گا۔ نہایہ اور بنایہ نے اس کو قابلِ اعتماد نہ سمجھا اھ یہ آخری دونوں (کفایہ اور غایہ) کی عبارت تھی۔ (ت)

اقول والمراد فی صورۃ الاوراق کما افصح عنہ النھایۃ فلا یقال قد یتغیر لونہ بقلیل من اللبن والزعفران لاطعمہ وبالجملۃ کان الحق ان یستدرک بما عن الاساتذۃ علی ماعن الفقیہ کما فعلوا لا العکس کالکفایۃ وتبعہ مسکین فتعقب المفھوم بما نقل فی النھایۃ عن الاساتذۃ ثم عاد فقال لایتوضؤ وان اجازہ الاساتذۃ[2] اھ ومثلہ تعقب ورجع فی مجمع الانھر ثم قال لکن یمکن التوجیہ بان نقل صاحب النھایۃ محمول علی الضرورۃ فلا ینافی القول بعدم الجواز عند عدم الضرورۃ کما فی التحفۃ[3] اھ

میں کہتا ہوں کہ پانی میں پتّے گرنے کی وہ صورت مراد ہے جس کو نہایہ نے ذکر کیا ہے لہٰذا اب یہ کہنے کی گنجائش نہیں کہ اگر پانی میں تھوڑا سا دُودھ یا زعفران ڈال دیا جائے تو پانی کا رنگ بدلنے کے باوجود اس کا ذائقہ تبدیل نہیں ہوتا، تاہم حاصل یہ ہے کہ فقیہ میدانی پر اساتذہ سے منقول قول سے استدراک کرنا چاہیے تھا، جیسا کہ دیگر حضرات نے کیا ہے کفایہ کی طرح اس کا عکس نہیں کرنا چاہیے تھا، اور مسکین نے کفایہ کی پیروی میں مفہوم کا اعتبار کرتے ہوئے، نہایہ میں ماہرین کے نقل کردہ قول پر تعاقب کیا اور پھر دوبارہ کہا کہ (دو وصف تبدیل ہوجانے پر) پانی سے وضوء جائز نہیں ہے اگرچہ اساتذہ سے اجازت منقول ہے اھ اسی

---

[1] البنایۃ　　الماء الذی یجوز بہ الوضوء　　ملک سنز فیصل آباد　　۱/۱۸۹

[2] شرح ملا مسکین مع فتح المعین　　الماء الذی یجوز بہ الوضوء　　سعید کمپنی کراچی　　۱/۶۲

[3] مجمع الانھر　　تجوز الطہارۃ بالماء المطلق　　مطبعۃ عامرہ مصر　　۱/۲۷

www.alahazratnetwork.org

طرح کا تعاقب و رجوع مجمع الانہر میں کیا اور پھر کہا، لیکن یہ توجیہ ممکن ہے کہ صاحبِ نہایہ کی نقل کردہ ماہرین کی رائے ضرورت کے لیے ہو اور یہ بغیر ضرورت وضوء ناجائز ہونے، والے تحفہ میں مذکور موقف کے خلاف نہیں ہے اھ (ت)

اقول تبع فیہ الحلیۃ وقد علمت سردہ فی ۷۷ **وفریق** یاباہ **اقول** اخذ الاولون لفظۃ احد وبعض بشرط لا وھؤلاء لابشرط فشمل الکل شمول الجزئیۃ للکلیۃ وتقدم فی ۱۰۱ عن الزاھدی[1] فی شرح القدوری قول المصنف احد اوصافہ لا یفید التقیید الخ وقد نقلہ فی الحلیۃ ثم قال لکن الظاھر انہ یرید من حیث الواقع والا فلا شك ان مفھوم المخالفۃ یفید تقیید الجواز بذلك کما ذکرنا وعلی ھذا الفرع الذی سیأتی فی الحمص والباقلاء اذا نقع فی الماء وتغیرت الاوصاف الثلثۃ اھ والفرع المشار الیہ قول المنیۃ وکذا الحمصۃ والباقلاء اذا نقع وان تغیر لونہ وطعمہ وریحہ[1] اھ وفی جامع الرموز مافی الھدایۃ من ذکر احد الاوصاف لیس للتقیید کما فی الزاھدی والیہ اشیر فی المضمرات[2] اھ وقال العلامۃ احمد بن یونس الشلبی علی قول الکنز احد اوصافہ

میں کہتا ہوں مجمع الانہر نے اس بات میں حلیہ کی پیروی کی ہے اور آپ ۷۷ میں اس کا رد معلوم کرچکے ہیں۔ دوسرے فریق، نے مفہوم مخالف کا انکار کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ پہلے فریق نے (ایک وصف یا بعض اوصاف کی تبدیلی کے بارے میں) لفظ "ایک" اور "بعض" کو بشرط لاغیر لیا ہے اور اس دوسرے فریق نے لابشرط غیر، لیا ہے پس اس دوسری صورت میں تمام اوصاف شامل ہوں گے جیسا کہ جزئی کُلی میں شامل ہوتی ہے اور ۱۰۱ میں زاہدی کے حوالہ سے شرح قدوری میں گزرا مصنف کا یہ قول کہ ایک وصف کا ذکر تقیید کا فائدہ نہیں دیتا الخ اور اس کو حلیہ میں نقل کیا پھر کہا کہ یہ عدم تقیید واقع کے لحاظ سے ہوگی ورنہ لفظوں کا مفہوم مخالف تو اسی ایک وصف کی تبدیلی سے جواز ثابت کرتا ہے جیسا کہ میں نے ذکر کیا ہے اور اسی حقیقت پر اس تفریع کا بیان مبنی ہے جو آئندہ چنوں اور باقلی کے بارے میں ہے کہ ان کو جب پانی میں ڈال کر تر کیا جس سے پانی کے تینوں اوصاف تبدیل ہوجائیں اھ اور جس تفریع کی طرف اشارہ کیا وہ منیہ کا قول اور اسی طرح چنے اور

---

[1] منیۃ المصلی فصل فی المیاہ مکتبہ عزیزیہ کشمیری بازار لاہور ص ۱۸

[2] جامع الرموز کتاب الطہارت مطبعۃ اسلامیہ گنبد ایران ۱/۴۷

او جمیع اوصافه اذا بقی علی اصل خلقته[1] اھ وکتب بعدہ لفظة اھ ولم یبین المنقول عنه والظاهر من السیاق انه الشیخ یحیٰی[عـہ] وقال العلامة مولٰی خسرو فی الدرر وقعت عبارة کثیر من المشائخ هکذا غیّرا احد اوصافه طاهر فتوهم بعض شراح الهدایة ان لفظ الاحد احتراز عما فوقه ولیس کذلك لما فی الینابیع لو نقع الحمص او الباقلاء فتغیر لونه وطعمه وریحه یجوز به الوضوء وقال فی النهایة المنقول عن الاساتذة فنقل ما مر ثم قال واشار فی شرح الطحاوی[2] الیه اھ واقرہ الشرنبلالی وعبد الحلیم والمولٰی حسن العجیمی وایده الخادمی بقوله والقول ان ما فی الهدایة غیر روایة النهایة کما توهم بعید[3] اھ وقال علی قوله ولیس کذلك وقد یجاب انه (یرید التقیید باحد الاوصاف) فیما یخالف الماء فی الاوصاف الثلثة فان المخالط للماء اذا لم یوافقه

باقلی جب ان کو پانی میں ڈال کر تر کیا جائے اگرچہ اس کا رنگ، ذائقہ اور بُو بدل جائے، ہے اھ اور جامع الرموز میں ہے کہ ہدایہ میں ایک وصف کا ذکر مقید کرنے کے لیے نہیں جیسا کہ زاہدی میں ہے اور مضمرات میں اسی طرف اشارہ ہے اھ کنز کے قول احد اوصافه او جمیع اوصافه (ایک وصف یا تمام اوصاف کی تبدیلی) پر علامہ احمد بن یونس شلبی نے یہ کہا کہ بشرطیکہ پانی اپنی خلقت پر باقی رہے، اور یہ کہہ کر انھوں نے اھ کہا لیکن انہوں نے یہ واضح نہیں کیا کہ یہ کس کی عبارت نقل کی ہے، اور سیاق سے یوں ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کلام شیخ یحیٰی کا ہے۔ دُرر میں علامہ مُلّا خسرو نے کہا کہ بہت سے مشایخ کی عبارت یوں ہے غیّرا احد اوصافه طاهر (پاک چیز ایک وصف کو تبدیل کر دے) تو اس سے ہدایہ کے بعض شارحین کو وہم ہوا کہ لفظ احد (ایک) سے زائد کی نفی مقصود ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ ینابیع میں ہے کہ اگر چنے یا باقلا پانی میں تر ہو کر اس کے رنگ اور ذائقہ اور بُو کو تبدیل

عـہ لعل یحیٰی هذا هو الشیخ یحیٰی القوجحصاری صاحب الایضاح شرح الکنز واللّٰہ تعالٰی اعلم ۱۲ منه غفرلہ (م)

شاید اس یحیٰی سے مراد شیخ یحیٰی القوجحصاری صاحب ایضاح شرح کنز ہوں، واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] شلبیہ علی التبیین کتاب الطہارۃ الامیریہ ببولاق مصر ۱/۱۹
[2] درر غرر " دار سعادۃ مصر ۱/۲۱
[3] خادمی شرح درر " " ص ۲۰

فیھا فان غیر اثنین او الثلاث لایجوز الوضوء بہ والاجاز اھ[1] قلت ھذا ھو جواب الامام الزیلعی کما یأتی ثم ردہ الخادمی بقولہ لکن لایخفی ان ھذا لیس من ھذا القبیل بل من قبیل الغلبۃ[2] کما یأتی اھ یرید ان ماحملتم علیہ قولھم وان غیر احد اوصافہ وھو اختلاط مایخالف الماء فی الاوصاف الثلثۃ لیس من قبیل مافیہ الکلام ھنا وھو خلط الجامد لان العبرۃ بالاوصاف عند اھل الضابطۃ انما ھی فی المائعات کما سیأتی فھو من قبیل ماغلب علیہ غیرہ وھو المذکور فی الغرر اخرالکلام اما ھنا فالعبرۃ بالرقۃ فکیف یحمل ھذا علی ذاک۔

کردیں تو بھی اس سے وضوء جائز ہے اور نہایہ میں کہا کہ اساتذہ سے منقول ہے اور ان کے گزشتہ قول کو نقل کرکے کہا کہ طحاوی کی شرح میں اس طرف اشارہ ہے اھ شرنبلالی، عبدالحلیم اور مولی ملا حسن عجمی نے اس کو ثابت کیا اور خادمی نے اس کی تائید کرتے ہوئے یُوں کہا کہ یہ کہنا کہ ہدایہ کا بیان نہایہ کی روایت کے خلاف ہے، یہ وہم بعید ہے اھ خادمی نے ملا خسرو کے قول مذکور ولیس کذلک کے بارے میں کہا کہ اس کا جواب یُوں ہوسکتا ہے کہ ایک وصف کی قید وہاں زائد اوصاف کی نفی کریگی جہاں پانی میں ملنے والی چیز تینوں اوصاف میں پانی کے مخالف ہو کیونکہ تمام اوصاف میں مخالف چیز اگر پانی کے دو یا تینوں اوصاف کو تبدیل کردے تو اس پانی سے وضو جائز نہ ہوگا ورنہ جائز ہوگا۔ میں نے یہاں کہا کہ یہی امام زیلعی کا جواب ہے جیسا کہ آئندہ آئے گا اھ پھر خادمی نے خود اس کا رد کرتے ہوئے کہا زیر بحث کلام اوصاف میں پانی کے مخالف چیز کے بارے میں نہیں ہے، خادمی کی مراد یہ ہے کہ ان غیر احد اوصافہ یہ قول پانی میں ملنے والی اس چیز کے بارے میں ہے جو تینوں اوصاف میں پانی کے مخالف ہو، اس قبیلہ سے نہیں جس میں یہاں کلام ہے کیونکہ یہ تو جامد چیز کے بارے میں بحث ہے جبکہ ضابطہ والوں نے اوصاف کا اعتبار صرف بہنے والی چیزوں کے بارے میں کیا ہے جو آئندہ آئیگا، جبکہ یہ غیر کے غلبہ والی بات ہے جو غرر نے اپنے کلام کے آخر میں ذکر کیا ہے، لیکن وہاں جامد میں تو رقت کا اعتبار ہے۔ پس اِس کو اُس پر کیسے محمول کیا جاسکتا ہے۔ (ت)

اقول لکن تخصیص الکلام[ع] بالجامد

میں کہتا ہوں، لیکن اوصاف کی تبدیلی کے

ع: ای حکم الجواز مع تغیر فی الاوصاف ۱۲ منہ غفرلہ (م)

یعنی اوصاف کی تبدیلی کے باوجود وضوء کے جواز کا حکم ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] خادمی شرح درر کتاب الطہارۃ درسعادۃ مصر ۱/ ۲۱

[2] ایضاً

انما حدث بعد الضابطة وکلام کل من قبل الزیلعی مطلق فالحاصل حمله عه علی مائع مخالف فی الاوصاف الثلثة فالاعتراض ساقط عن الزیلعی وبالجملة هما مسلکان لاهل الضابطة الاول حمل احد علی التقیید وحمل الحکم علی مائع مخالف فی الثلثة و هو مسلک الزیلعی والثانی جعل التقیید اتفاقیا وحمل الحکم علی الجامد وهو مسلک الدرر ومن تبعها کالتنویر نور الایضاح وکلاهما صحیح موافق للضابطة فلا ایراد وانما نشأ من خلط المسلکین۔

باوجود وضو کے جواز کو جامد چیز سے خاص کرنا ضابطہ مذکورہ کے بعد کی بات ہے، حالانکہ امام زیلعی سے پہلے تمام حضرات کا کلام مطلق ہے، حاصل یہ کہ امام زیلعی نے اس مطلق کو تینوں اوصاف میں مخالف بہنے والی چیز پر محمول کیا، یوں امام زیلعی پر سے اعتراض ساقط ہوگیا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اہلِ ضابطہ کے دو مسلک ہیں، اول یہ کہ ایک وصف کے ذکر کو قید بنا کر اس کو بہنے والی ایسی چیز کا حکم قرار دیا جو تینوں اوصاف میں پانی کے مخالف ہو، یہ امام زیلعی کا مسلک ہے اور دوسرا یہ کہ وصفِ واحد کے ذکر کو اتفاقی قید بنایا اور اس کو جامد کا حکم قرار دیا یہ دُرر اور اس کے موافق حضرات جیسے تنویر، نور الایضاح کا مسلک ہے اور یہ دونوں مسلک درست ہیں اور ضابطہ کے موافق ہیں لہذا کوئی اعتراض نہیں، صرف دونوں مسلکوں کے خلط سے اشتباہ پیدا ہوا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اقول نعم اذا طوینا الکشح عن الضابطة الحادثة وقصرنا النظر علی نصوص المذهب والمذاهب المنقولة عن ائمة المذهب فهما مسلکان متخالفان لان جعل احد قید احترازیا یقضی باعتبار الغلبة بالاوصاف وهو مذهب محمد و جعله اتفاقیا یطرحه وهو مذهب ابی یوسف رضی الله تعالٰی عنهما وهذا هو الاولی و الاحری لوجوه تتلی۔

میں کہتا ہوں، ہاں اگر ہم نئے ضابطہ سے صرفِ نظر کریں اور مذہب کے ائمہ کرام سے منقول انکی نصوص کا ہی لحاظ کریں تو پھر یہ دونوں مسلک مختلف ہیں کہ واحد وصف کے ذکر کو احترازی قید قرار دے کر اوصاف کے لحاظ سے غلبہ کا فیصلہ کیا جائے تو یہ امام محمد کا مسلک ہوگا اور اس ایک وصف کو اتفاقی قرار دے کر غلبہ میں اوصاف کے اعتبار کو ساقط قرار دیا جائے تو یہ امام ابویوسف کا مذہب ہوگا یہی زیادہ بہتر اور مناسب ہے حسبِ ذیل وجوہ کی بنا پر۔

عه ای حمل الزیلعی ذلك المطلق ۱۲ منه غفر له (م)

یعنی امام زیلعی نے اس مطلق کو تینوں اوصاف میں پانی کے مخالف بہنے والی چیز پر محمول کیا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

فاقول اوّلا [ف١] قد علمت ان مذهب ابی یوسف هو الصحیح المعتمد ومهما قدرنا ان نحمل النصوص علی الصحیح لانعدوه۔

میں کہتا ہوں اوّل یہ کہ آپ کو معلوم ہے کہ امام ابو یوسف کا مذہب ہی قابلِ اعتماد اور صحیح ہے اور جب تک ممکن ہوگا ہم نصوص کو صحیح مذہب پر محمول کرینگے اور آگے نہیں بڑھیں گے۔

وثانیا [ف٢] النصوص مطلقة تشمل الجامد والمائع واعلی اللہ درجات الامامین برهان الدین الفرغانی وحافظ الدین النسفی اذ زادا فی الامثلة الماء الذی خالطه اللبن فاتیا بالتنصیص علی التعمیم وبطلان التخصیص ومحمد انما یقول باعتبار الاوصاف فی المائعات کما یأتی تحقیقه ان شاء اللہ تعالٰی فجعله للاحتراز یجعل النصوص خارجة عن المذهبین والمتون ماشیة علی مالا وجود له فی المذهب وانما کان وضعها لنقل المذهب۔

دوم یہ کہ اس بارے میں نصوص میں اطلاق ہے جو جامد اور بہنے والی دونوں کو شامل ہے اس تعمیم پر امام برہان الدین فرغانی اور امام حافظ الدین نسفی (اللہ تعالٰی ان دونوں اماموں کے درجات کو بلند فرمائے) نے نص کرتے ہوئے اس مسئلہ کی مثالوں میں ایسے پانی کو جس میں دُودھ ملا ہو' کا اضافہ فرمایا جس سے تخصیص کا احتمال باطل ہوگیا' اور امام محمد بہنے والی چیزوں میں اوصاف کا اعتبار کرتے ہیں جیسا کہ آئندہ اس کی تحقیق آئے گی ان شاء اللہ تعالٰی، پس اب ایک وصف کے ذکر کو قیدِ احترازی بنانے کے لیے تمام نصوص کو دونوں مذکور مذاہب سے خارج کرنا ہے اور متون باوجودیکہ وہ مذہب کی ترجمانی کے لیے وضع ہیں ان کو ایسے امور میں رواں کرتے ہیں جن کا مذہب میں وجود ہی نہیں ہے۔

www.alahazratnetwork.org

وثالثا [ف٣] معلوم ان دلالة المفهوم غیر قطعیة ورب قیود تجیئ فی الکتب لا محترز لها فحمل النصوص علی هذا اولی ام جعل القید للاحتراز ثم القیام بالاعتراض۔

اور سوم' یہ کہ واضح طور پر معلوم ہے کہ مفہوم کی دلالت قطعی نہیں ہوتی کیونکہ کتب میں بہت سی قیود غیر احترازی آتی ہیں تو اب نصوص کو اس معنی پر محمول کرنا بہتر ہے یا قید کو احترازی بنا کر پھر اعتراض کا سامنا کیا جائے؟

ورابعا [ف٤] لاشك ان کل کل معه بعضه وما غیر الاوصاف فقد غیر احدها

چہارم' یہ کہ اس میں شک نہیں کہ ہر کُل کے ساتھ اس کا بعض بھی ہوتا ہے تو جب اوصاف کو

واعتبار الواحد علی صفۃ الانفراد غیر لازم (ف۱) ومالہ من اطراد الا تری الی ما فی الخیریۃ لایستفاد من لفظ واحدۃ وصف التوحید (ف۲) فقد نصوا علی انہ لو کان تحتہ اربع نسوۃ ولہ عبید فقال ان طلقت واحدۃ منھن فعبد من عبیدی حر واثنتین فعبدان اوثلثا فثلثۃ او اربعا فاربعۃ فطلقھن معا او مفرقا ای مرتبا فی الکل والبعض عتق عشرۃ من عبیدہ واحد بطلاق الاولی واثنان بطلاق الثانیۃ وثلثۃ بطلاق الثالثۃ واربعۃ بطلاق الرابعۃ مجموع ذلک عشرۃ فلو اشترط وصف التوحید فی لفظ الواحدۃ لما وقع العتق علی الواحد فی صورۃ طلاقھن معا لانہ حینئذ لم یطلق واحدۃ حال کونھا منفردۃ بل طلقھا فی جملۃ نسائہ الاربع اھ[1]

کوئی چیز تبدیل کرے گی تو ان میں سے ایک وصف کو بھی تبدیل کرے گی جبکہ ایک کو انفرادی صفت پر رکھنا لازم نہیں ہے اور نہ ہی اس کے لیے کوئی ضابطہ ہے، کیا آپ نے فتاوٰی خیریہ کے اس مضمون پر غور نہیں کیا جس میں انہوں نے کہا ہے کہ "واحدۃ" کے لفظ سے وحدت کا وصف حاصل نہیں ہوتا (اسی لیے فقہاء کرام) نے اس بات پر نص کی ہے کہ اگر کسی شخص کی چار بیویاں ہوں اور اس کے دس غلام ہوں اور وہ یہ کہے اگر میں ایک بیوی کو طلاق دوں تو ایک غلام آزاد، اگر دو کو طلاق دوں تو دو غلام آزاد، اگر تین کو طلاق دوں تو تین غلام آزاد، اگر چار کو طلاق دوں تو چار غلام آزاد، اس کے بعد اس نے چاروں بیویوں کو ایک ساتھ یا متفرق طور پر طلاق دے دی تو اس کے دس غلام آزاد ہوجائیں گے، پہلی کے ساتھ ایک دوسری کے ساتھ دو اور تیسری کے ساتھ تین اور چوتھی طلاق کے ساتھ چار غلام آزاد ہوں گے یوں کل دس عدد غلام آزاد ہوں گے (اس مسئلہ سے واضح ہوا) کہ اگر "واحدۃ" میں توحید کے وصف کا اعتبار شرط ہوتا تو سب بیویوں کو ایک ساتھ طلاق دینے کی صورت میں ایک غلام کو آزادی والی صورت نہ بنتی کیونکہ ایک غلام کی آزادی ایک بیوی کی طلاق سے مشروط تھی جبکہ ایک ساتھ طلاق دینے میں ایک بیوی کو علیحدہ طلاق نہیں ہوئی بلکہ چاروں بیویوں کو ایک ساتھ طلاق میں ایک طلاق ہے اھ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اقول والانصاف عندی ان الحکم بالمفہوم فی امثال المحال مختلف

میں کہتا ہوں، میرے نزدیک انصاف یہ ہے کہ احوال کے اختلاف کی بنا پر ہر محل میں

---

[1] فتاوٰی خیریہ قبیل باب الایلاء بیروت ۱/ ۵۷

بخلاف الاحوال فان علم ان الانفراد لا مدخل في الحكم لا يسبق الذهن الى المفهوم كقول رجل لبنيه اكرموا من يكرم احدكم لا يفهم منه احد ان لا تكرموا من اكرم كلكم وكذلك قول حنفي من قرأ احدى آيات القرآن صحت صلاته وقول شافعي من مسح احدى شعرات رأسه صح وضوؤه ومن هذا الباب الصورة المذكورة في الخيرية فانا نرى الحكم يزداد بالازدياد فلا توقف له على الانفراد ومن ذلك قوله عز وجل وان احد من المشركين استجارك وانيتم احدٰهن قنطارا او جاء احد منكم من الغائط فانه لا ينفهم منه عدم الحكم عند التعدد حتى عند اصحاب المفاهيم بل لو كان مثله في كلام الناس لم يدل على المفهوم قطعا للعلم بان الانفراد لا دخل له في الحكم وان علم ان له مدخلا فيه ثبت المفهوم كقوله لا تكرموا من يكرم احدكم فمن المعلوم ان الحكم للاقتصار على اكرام واحد فمن اكرمهم جميعا لا يدخل تحت النهي واذا قيل من طلق ثنتين فله ان يراجع فهم منه ان من طلق ثلثا لا رجعة له ولم يفهم منه ان من طلق واحدة لا رجعة له فاجتمع فيه الانفهام وعدمه فاذا كان الامر يتلف هكذا او يبتنى على العلم بالعلة

مفہوم کا حکم مختلف ہوتا ہے کیونکہ اگر یقین کر لیا جائے کہ انفرادی وصف کا حکم میں کوئی دخل نہیں ہوتا تو پھر جب کوئی شخص اپنے بیٹوں کو یہ کہے کہ جو تم میں سے ایک کی عزت کرے تم اس کی عزت کرو، تو اس کلام سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ جو تم سب کی عزت کرے تم اس کی عزت نہ کرو (حالانکہ اس بات سے یہ مفہوم نہیں سمجھتا) اسی طرح کسی حنفی کا یہ قول کہ جس نے قرآن کی آیات میں سے ایک آیت پڑھی اس کی نماز درست ہے۔ اور کسی شافعی کا یہ قول کہ جس نے اپنے سر کے بالوں میں سے ایک بال کا مسح کر لیا اس کا وضو درست ہے۔ ان میں زیادہ آیات پڑھنے میں نماز کی اور زیادہ بالوں کے مسح سے وضوء کی عدم صحت نہیں سمجھی جاتی، فتاوی خیریہ کی مذکورہ صورت اسی باب سے ہے کیونکہ زیادہ کرنے پر حکم بھی زیادہ ہو جاتا ہے اسی طرح حکم ایک پر موقوف نہیں ہوگا۔ اسی قبیل سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ اگر مشرکین میں ایک مشرک پناہ طلب کرنے اور یہ قول کہ عورتوں میں سے ایک کو وافر دو، اور یہ قول بھی کہ تم میں سے کوئی ایک بیت الخلاء سے فارغ ہو، کیونکہ ان اقوال میں عدد زیادہ ہونے پر عدم حکم کا فہم نہیں ہوتا حتی کہ وہ لوگ جو عبارات میں مفہوم اخذ کرنے کے قائل ہیں وہ بھی زیادہ سے حکم کی نفی نہیں کرتے بلکہ عوام الناس کے کلام میں بھی اگر ایک کا عدد ذکر ہو تو اس سے مفہوم مخالف نہیں لیا جاتا کیونکہ انفراد کا حکم میں دخل نہیں ہے۔ اور اگر انفراد کا حکم میں دخل ہو تو پھر مفہوم مخالف ثابت ہو جاتا ہے، جیسے کوئی

www.alahazratnetwork.org

من خارج لم يصح الحكم باحد الطرفين من مجرد الكلام فههنا ان علم ان للتوحد و البعضية مدخلا في جواز الوضوء ثبت المفهوم وان علم عدمه انعدم فالحكم بكونه قيدا احترازيا متوقف على اثبات اعتبار التغير بالاوصاف ولم يثبت بل ثبت خلافه فلا مفهوم وبالجملة هو[1] احتمال قام البرهان على بطلانه فلا يعتبر۔

یہ کہے تم میں سے ایک کی عزت کرنے والے کی عزت نہ کرو، اس جملہ سے واضح ہے کہ یہاں عزت نہ کرنے کا حکم صرف ایک کی عزت سے متعلق ہے اور اگر وہ سب کی عزت کرے تو عزت کرنے میں ممانعت نہ ہوگی اور اگر کسی نے یہ کہا کہ جو شخص دو طلاقیں دے گا تو اس کو رجوع کا حق ہوگا، اس سے تین طلاقیں دینے والے کے لیے رجعت کا حق ثابت نہیں ہوتا جبکہ ایک طلاق دینے والے کے لیے رجعت کا حق ثابت ہوتا ہے اس طرح دو طلاقوں کے حکم میں مفہوم کا فہم اور عدمِ فہم دونوں پائے جاتے ہیں پس اگر معاملہ واضح نہ ہوا اور حکم کا فیصلہ کسی خارجی علّت کے علم پر موقوف ہو تو کسی پہلو پر حکم نفسِ کلام سے حاصل نہ ہوگا لہذا (یہاں پانی میں ملنے والی چیز سے وصف واحد کے ذکر میں) وضوء کے جواز میں واحد یا بعض کا دخل ثابت ہو تو مفہوم مخالف ثابت ہوگا اور اگر واحد یا بعض کے عدمِ دخل کا علم ہو تو پھر مفہوم ثابت نہ ہوگا، اس لیے یہاں واحد کا قید احترازی ہونا اس بات پر موقوف ہے کہ اوصاف سے تغیر کا اعتبار کیا جائے جو کہ یہ بات ثابت نہیں بلکہ اس کا خلاف ثابت ہے لہذا مفہوم بھی ثابت نہ ہوگا، خلاصہ یہ کہ اس احتمال کے بطلان پر دلیل قائم ہے لہذا یہ احتمال معتبر نہ ہوگا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

وخامسا[2] تمثيلهم بماء المد والماء الذي خالطه الصابون من اجلى قرينة على عدم ارادتهم المفهوم فان ماء السيل يكون متغير اللون والطعم معا بل ربما يكون متغير الثلاثة وكذلك الماء اذا خالطه الصابون لا يقتصر على تغيير وصف واحد قط والزعفران ربما يتغير به وصفان والثلثة واقتصاره على واحد نادر في المعتاد وقد ارسلوه ارسالا وجعلوه لما يغير احد الاوصاف مثالا وهذا وان كان فيه مجال مقال فماء المد والصابون

پنجم، یہ کہ ان فقہاء کرام کا "احد الاوصاف" کے ذکر کے بعد اس کے مثال میں سیلاب کے پانی اور صابون والے پانی کا ذکر کرنا اس بات پر واضح قرینہ ہے کہ یہاں مفہوم مراد نہیں ہے کیونکہ سیلاب کا پانی رنگ اور ذائقہ دونوں میں بلکہ تینوں اوصاف میں متغیر ہوتا ہے اور یوں ہی جب پانی میں صابون ملتا ہے تو بھی صرف ایک وصف تبدیل نہیں ہوتا اور زعفران سے دو وصف بلکہ تینوں وصف متغیر ہو جاتے ہیں صرف ایک وصف کا متغیر ہونا عادۃً نادر ہے۔ تو فقہاء کرام نے پابند کیے بغیر "احد الاوصاف" کو بطور مثال ذکر کیا ہے اگرچہ یہاں بحث کی گنجائش ہو سکتی تھی لیکن سیلاب اور

كافيان في الاستدلال، فظهر الامر وزال اللبس وقيل الحمد لله رب العٰلمين۔

صابون کے ذکر سے استدلال کافی ہے یوں معاملہ واضح ہوگیا اور اشتباہ ختم ہوگیا، الحمد للہ رب العٰلمین۔(ت)

یہ ہے ضوابط متون کا بیان ضوابط پیشین نے مذہب امام ابو یوسف کا اثبات کیا اور اس ضابطہ نے مذہب امام ثالث کی نفی اور اطلاق نے واضح کیا کہ پانی میں کوئی شے جامد ملے خواہ مائع مطلق تغیر اوصاف غیر مانع اور دو امام اجل صاحب ہدایہ و صاحب کافی نے پانی میں دودھ ملنے کی مثال زائد فرماکر اس اطلاق کو پورا مسجل فرمادیا اور مذہب امام ابو یوسف کہ اس قدر تصحیحات کثیرہ سے مشید تھا اطباق متون سے اور مؤکد ہوگیا اور بحمد اللہ یہی ہے وہ کہ ماءِ مطلق کی تعریف رضوی نے افادہ کیا وللہ الحمد علی الدوام، وعلٰی نبیہ وآلہ الصلٰوۃ والسلام، علی مر اللیالی والایام۔

ضابطہ ۶: قول امام محمد رضی اللہ عنہ جسے امام اسبیجابی و امام ملک العلماء نے اختیار کیا،

وفي خصوص مسألة الاوراق في الحوض مشى عليه في شرح الوقاية والغنية ايضا مخالفة لنفسها فيما مر عنها في الضابطة الخامسة ونقلها الذخيرة والتتمة عن الامام احمد الميداني وللحلية ميل اليه في المسألة على تصريحاتها بخلافه في غيرها وفيها زعم چلپي في ذخيرة العقبى انه الاصح كما تقدم كل ذلك في ۷۷ و ۹۷ و ۱۰۱ وغيرها وذكر الامام ملك العلماء في النبيذ المطبوخ ان الاقرب الى الصواب عدم جواز الوضوء لغلبة التمر طعما ولونا كما يأتي فهذا ما وجدت من ترجيحاته في صور خاصة ولم ار التصحيح الصريح لمطلق هذا هذا القول الا ما وقع في الجوهرة ان الشيخ يريد الامام القدوري اختار قول محمد حيث قال فغير احد اوصافه

اور خاص طور پر حوض میں پتے گرنے کے مسئلہ میں امام محمد کے قول کو شرح وقایہ میں اختیار کیا اور غنیہ نے بھی پانچویں ضابطہ میں مذکور اپنے قول کے خلاف اس کو اپنایا۔ امام احمد میدانی سے ذخیرہ اور تتمہ نے اس مسئلہ کو نقل کیا ہے حلیہ نے اس مسئلہ کی تصریحات پر امام محمد کے قول کو ترجیح دی جبکہ دوسرے مسائل میں انہوں نے اس کے خلاف کیا ہے اور چلپی نے ذخیرۃ العقبٰی میں امام محمد کے قول کو اس مسئلہ میں اصح کہا ہے جیسا کہ یہ تمام اقوال ۷۷، ۹۷، ۱۰۱ وغیرہ میں گزر چکے ہیں، امام ملک العلماء نے پکائے ہوئے نبیذ کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ اقرب الی الصواب یہ ہے اس سے وضو جائز نہیں کیونکہ اس میں پانی پر کھجور کا رنگ اور ذائقہ کے لحاظ سے غلبہ ہے جیسا کہ آئندہ ذکر ہوگا۔ امام محمد کے قول کے بارے میں میں نے یہ ترجیحات چند خاص صورتوں میں پائی ہیں اور اس قول کے اطلاق کے بارے میں صریح تصریح میں نے

www.alahazratnetwork.org

اھ وقال قبلہ اشار الشیخ الی ان المعتبر بالاوصاف والاصح ان المعتبر بالاجزاء اھ[1]

نہیں دیکھی ماسوائے اس کے کہ میں نے جوہرہ میں پایا جس میں انہوں نے شیخ قدوری کے متعلق فرمایا کہ انہوں نے امام محمد کے قول کو ترجیح دیتے ہوئے کہا "فغیر احد اوصافہ" اھ حالانکہ اس سے قبل جوہرہ نے کہا کہ شیخ نے اشارہ دیا ہے کہ اوصاف کا اعتبار ہے حالانکہ اصح یہ ہے کہ اوصاف کی بجائے اجزاء کا اعتبار ہے اھ (ت)

اقول یبتنی علی جعل احدٍ للتقیید وقد علمت ما فیہ (میں کہتا ہوں کہ جوہرہ کا "احد اوصافہ" کے ذریعہ امام محمد کے قول کی ترجیح سمجھنا لفظ "احد" کو قید بنانے پر موقوف ہے حالانکہ اس میں بحث تم معلوم کرچکے ہو۔ ت) اب یہاں بعض ابحاث ہیں۔

بحث اوّل تنقیح مذہب۔

اقول اس قول کی نقل میں عبارات مختلف آئیں اور اشہر یہ ہے کہ پانی میں اگر کوئی بہتی ہُوئی چیز ملے تو امام محمد اوّلاً رنگ کا اعتبار فرماتے ہیں، اگر اُس کا رنگ پانی پر غالب آجائے قابلِ وضو نہیں ورنہ ہے، اور جس کا رنگ پانی کے خلاف نہ ہو اس میں مزے کا لحاظ فرماتے ہیں اس کا مزہ غالب ہو تو وضو ناجائز ورنہ جائز، اور جس کا مزہ بھی مخالف نہ ہو اس میں اجزاء پر نظر فرماتے ہیں اگر برابر یا زیادہ مقدار پر پانی میں مل جائے تو وضو صحیح نہیں ورنہ صحیح:

www.alahazratnetwork.org

فاولاً تقدم فی ۱۰۰ عن الحلیۃ عن الذخیرۃ والتتمۃ محمد اعتبر غلبۃ المخلوط لکن فی بعضہا اشار الی الغلبۃ من حیث اللون وفی بعضہا الی سلب الرقۃ اھ[2] ونقل فی الفتح عن بعضہم ان

اولاً، ۱۰۰ میں حلیہ کا قول ذخیرہ اور تتمہ کے حوالے سے گزرا ہے کہ امام محمد پانی میں مخلوط چیز کے غلبہ کا اعتبار کرتے ہیں لیکن بعض صورتوں میں وہ رنگ کے لحاظ سے اور بعض میں رقّت سلب ہونے کے لحاظ سے غلبہ قرار دیتے ہیں اھ اور فتح القدیر میں

عہ **اقول** وھذا ایضا من دلائل انھم لم یریدوا التقیید والا لکان اختیارا لقول محمد وھذا نص الھدایۃ عبر باحد الاوصاف وصحح قول ابی یوسف ۱۲ منہ غفرلہ (م)

میں کہتا ہُوں یہ بھی اس بات پر ایک دلیل ہے کہ فقہائے تقیید مراد نہیں لی، ورنہ امام محمد کے قول کو ترجیح ہوجائے گی اور ہدایہ کی نص یہ ہے "احد الاوصاف" سے تعبیر کرکے امام یوسف کے قول کو صحیح قرار دیا ہے۔ (ت)

---

[1] الجوہرۃ النیرۃ ابحاث الماء مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۱۴
[2] حلیہ

محمد یعتبرہ باللون وابایوسف بالاجزاء قال وفی المحیط عکسہ والاول اثبت فان صاحب الاجناس نقل قول محمد نصا بمعناہ ثم نقل کالحلیۃ عن الاجناس قال محمد فی الماء الذی یطبخ فیہ الریحان والاشنان اذا لم یتغیر لونہ حتی یحمر بالاشنان اویسود بالریحان وکان الغالب علیہ الماء فلاباس بالوضوء بہ فمحمد یراعی لون الماء وابو یوسف غلبۃ الاجزاء[۱] اھ ومر فی بحث غلبۃ الاجزاء عن مجمع الانھر انہ قول ابی یوسف ومحمد اعتبر اللون فی الصحیح عنہ[۲] اھ وفی الجوھرۃ النیرۃ عن الفتاوی الظھیریۃ محمد اعتبر اللون وابو یوسف الاجزاء[۳] اھ وفی جامع الرموز اعتبر الغلبۃ من حیث الاجزاء کما قال ابو یوسف وفی روایۃ عن محمد والاشھر قول محمد ان المعتبر اللون کما فی حاشیۃ الھدایۃ[۴] اھ فھؤلاء واٰخرون اقتصروا علی اللون۔

بعض سے منقول ہے کہ امام محمد غلبہ میں رنگ کا اور امام ابو یوسف اجزاء کا اعتبار کرتے ہیں۔ اور محیط میں اس کا عکس بتایا ہے جبکہ اول زیادہ قوی ہے کیونکہ صاحب الاجناس نے امام محمد کے قول کو نصاً نقل کیا ہے پھر اس کو حلیہ نے اجناس سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ جس پانی میں ریحان (گل بابونہ) اور اشنان بوٹی پکائے گئے ہوں تو جب تک اشنان کی وجہ سے پانی سُرخ اور ریحان کی وجہ سے سیاہ ہو کر متغیر نہیں ہوتا اس وقت تک پانی غالب رہے گا لہذا اس سے وضو جائز ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام محمد پانی کے رنگ کا اور امام ابو یوسف اجزاء کے غلبہ کا اعتبار کرتے ہیں اھ اور مجمع الانہر کی غلبہ کی بحث میں گزرا کہ اجزاء کا غلبہ امام ابو یوسف کا قول ہے اور امام محمد رنگ کا اعتبار کرتے ہیں ان سے صحیح طور یہی مروی ہے اھ جوہرہ نیرہ میں فتاوٰی ظہیریہ سے منقول ہے کہ امام محمد رنگ اور امام ابو یوسف اجزاء کا اعتبار کرتے ہیں اھ اور جامع الرموز میں ہے کہ غلبہ میں اجزاء کا اعتبار ہوگا جیسا کہ امام یوسف کا قول ہے اور ایک روایت میں یہ قول امام محمد کا ہے لیکن مشہور قول امام محمد کا یہ ہے کہ وُہ رنگ کا اعتبار کرتے ہیں جیسا کہ ہدایہ کے حاشیہ میں ہے اھ پس ان مذکور حضرات اور ان کے علاوہ دوسرے حضرات نے امام محمد کے

---

[۱] فتح القدیر — باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء وما لایجوز — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر — ۱/۶۵

[۲] مجمع الانہر — فصل تجوز الطہارۃ بالماء المطلق — مطبعہ عامرہ مصر — ۱/۲۸

[۳] الجوہرۃ النیرۃ — کتاب الطہارت — مکتبہ امدادیہ ملتان — ۱/۱۴

[۴] جامع الرموز — ؍؍ — مکتبہ کریمیہ گنبد قاموس ایران — ۱/۴۶

www.alahazratnetwork.org

قول میں صرف رنگ کا ذکر کیا ہے۔ (ت)

وثانیا فی الحلیۃ عن المحیط الرضوی العبرۃ عند محمد لغلبۃ الاجزاء دون اللون او الطعم وعند ابی یوسف للون او الطعم فان لم یوجد کل منهما فغلبۃ الاجزاء[1] اھ قال وعزاہ فی المحیط الی النوادر اھ وھذا کما تری فیه عکس النسبۃ وقد ثبت ان الاول اثبت فالنظر ھھنا الی تردیدہ بین اللون والطعم ثم تقدیمهما علی الاجزاء۔

ثانیاً، حلیہ میں محیط رضوی سے منقول ہے کہ امام محمد کے ہاں اجزاء کے غلبہ کا اعتبار ہے رنگ اور ذائقہ کا اعتبار نہیں اور امام ابو یوسف کے ہاں رنگ یا ذائقہ کا اعتبار ہے اگر دونوں نہ ہوں تو پھر وُہ اجزاء کے غلبہ کا اعتبار کرتے ہیں اھ اور کہا کہ اس کو محیط میں نوادر اقوال میں شمار کیا ہے اھ اس بیان میں اگرچہ غلبہ کے معیار کی نسبت برعکس ہے جبکہ پہلے مذکورہ نسبت زیادہ قوی ہے تاہم اس بیان میں رنگ اور ذائقہ کی تردید اور پھر ان دونوں کے بعد اجزاء کا اعتبار مذکور ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

وثالثا مر فی البحث المذکور عن العنایۃ محمد یعتبر الغلبۃ باللون ثم الطعم ثم الاجزاء اھ وفی التبیین ذکر الاسبیجابی ان الغلبۃ تعتبر اولا من حیث اللون ثم الطعم ثم الاجزاء[2] اھ ونقل فی الشلبیۃ عن یحیی عن الامام الاسبیجابی بلفظ ان الماء ان اختلط به طاھر فان غیر لونه فالعبرۃ للون مثل اللبن والخل والزعفران یختلط بالماء وان لم یغیر لونه بل طعمه فالعبرۃ للطعم مثل ماء البطیخ والاشجار والثمار والانبذۃ وان لم یغیر لونه و

ثالثاً، عنایہ سے منقول ہو کر گزشتہ بحث میں گزرا کہ امام محمد غلبہ میں رنگ پھر ذائقہ اور پھر اجزاء کا اعتبار کرتے ہیں اھ اور تبیین میں ہے کہ امام اسبیجابی نے ذکر کیا ہے کہ پہلے رنگ کے غلبہ پھر ذائقہ اور پھر اجزاء کا اعتبار کیا جائے گا اھ اور شلبیہ میں یحیی کے ذریعہ امام اسبیجابی سے منقول ہے کہ اگر پانی میں کوئی پاک چیز مل جائے تو اس سے اگر رنگ متغیر ہوا تو رنگ کا اعتبار ہوگا جیسا کہ دودھ، سرکہ اور زعفران ہو۔ اور اگر اس سے رنگ نہ بدلے بلکہ ذائقہ بدلا ہو تو پھر ذائقہ کا اعتبار کیا جائیگا، جیسا کہ تربوز کا پانی یا درختوں

---

[1] حلیہ

[2] العنایۃ — الماء الذی یجوز بہ الوضوء — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۴

طعمه فالعبرة للاجزاء فان غلب اجزاؤه على اجزاء الماء لايجوز الوضوء به كالماء المعتصر من الثمر والاشجار كالماء المتقاطر من الكرم بقطعه[1] اھ ومثله فی خزانة المفتین ص[2] بقوله اذا اختلط شیئ بالماء تعتبر الغلبة من حیث اللون ثم الطعم ثم الاجزاء ثم ذكر معناه سواء بسواء غیر انه قال فی الشق الاخیر العبرة فیه لكثرة الاجزاء ان كان اجزاء الماء اكثر یجوز والالا[3] اھ ومثله فی جامع الرموز عن الزاهدی وغیره وبدایته الطاهر ان خالف الماء لونا كاللبن والعصیر والخل وماء الزعفران فالعبرة للون الخ فذكر ماء الزعفران مكان الزعفران ومثله فی البنایة عن شرح القدوری زاد الفقهاء بلفظ ماء الزعفران وكذلك فی الحلیة وقد عزاه ایضا للزیلعی عن الاسبیجابی۔

پھلوں اور نبیذوں کا پانی ہو۔ اور اگر رنگ اور ذائقہ تبدیل نہ ہو تو پھر اجزاء کا اعتبار ہوگا جب پانی کے اجزاء پر ملنے والی چیز کے اجزاء غالب ہو جائیں تو وضوء جائز نہ ہوگا جیسا کہ پھلوں کا نچوڑ ہو، اور اگر رنگ، ذائقہ اور اجزاء کا غلبہ نہ ہو تو پھر وضو جائز ہوگا جیسا کہ انگور کا پودا کاٹنے پر اس سے ٹپکنے والا پانی ہو اھ اور ایسا ہی خزانۃ المفتین میں ہے صرف شروع میں انہوں نے کہا کہ جب پانی میں کوئی چیز ملے تو اعتبار رنگ، ذائقہ پھر اجزاء کا ہوگا پھر اس کا معنیٰ ذکر کیا سواء بسواء، سوائے اس کے کہ آخری شق میں کہا کہ اعتبار کثرت اجزاء کا ہے اگر پانی کے اجزاء غالب ہوں تو وضوء جائز ہوگا ورنہ نہیں اھ اسی کی مثل جامع الرموز کی عبادت ہے جو یوں شروع ہوتی ہے کہ اگر ایسی پاک چیز ہو جو رنگ میں پانی کے مخالف ہو جیسے دودھ، سرکہ، جوس اور زعفران کا پانی وغیرہ تو اس میں رنگ کا اعتبار ہے الخ انہوں نے زعفران کی بجائے زعفران کے پانی کو ذکر کیا ہے۔ بنایہ میں بھی شرح قدوری زاد الفقہاء سے ایسے ہی منقول ہے کہ زعفران کے ساتھ پانی کا لفظ بڑھایا ہے۔ اور یوں ہی حلیہ میں ہے اور اس کو زیلعی کی طرف منسوب کیا ہے کہ انہوں نے اسبیجابی سے نقل کیا ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اقول لكن عبارة الزیلعی عنه ما قد سمعت وقال القهستانی آخر نعله الماء

میں کہتا ہوں کہ زیلعی کی امام اسبیجابی سے نقل کردہ عبارت آپ سن چکے ہیں، قہستانی نے گزشتہ

---

۱ شلبیة علی التبیین کتاب الطهارة الامیریہ مصر ۱/۲۰
۲ خزانة المفتین فصل فی المیاه مسائل السؤر قلمی نسخہ ۱/۹
۳ جامع الرموز کتاب الطهارة اسلامیہ گنبد ایران ۱/۴۶

فالاعتبار اولا للون ثم الطعم ثم الاجزاء[1] اھ وفی البرجندی ذکر فی الھدایۃ انہ یعتبر فی الغلبۃ اولا للون ثم الطعم ثم الاجزاء فان خالف لونہ لون الماء کاللبن والزعفران الخ[2]

نقل شدہ عبارت کے آخر میں فرمایا لہٰذا پہلے رنگ پھر ذائقہ اور اس کے بعد اجزاء کا اعتبار ہوگا اھ اور برجندی میں ہے کہ ہدایہ میں مذکور ہے کہ غلبہ میں پہلے رنگ پھر ذائقہ اور پھر اجزاء کا اعتبار کیا جائیگا، پس اگر اس کا رنگ پانی کے رنگ کے مخالف ہو، جیسے دودھ اور زعفران الخ (ت)

اقول ولیس فی الھدایۃ فلعلہ من تصحیفات الناسخ فھؤلاء رتبوا بین الکل واطلقوا الطاھر غیر مقید بہ بالمائع وقد مثل الاسبیجابی والسمعانی والبرجندی بالزعفران لکن ابدلہ الحلبی والعینی والزاھدی وزاد الفقہاء وغیرھم بماء الزعفران۔

میں کہتا ہوں ـــــــــ ہدایہ میں یہ مذکور نہیں، ہو سکتا ہے کہ لکھنے والے کی طرف سے زیادتی ہو، ان تمام حضرات نے تمام امور میں ترتیب کو تو ذکر کیا ہے لیکن پانی میں ملنے والی پاک چیز کو بہنے والی قید سے مطلق رکھا اور اس سے مقید نہ کیا، اور اسبیجابی اور سمعانی اور برجندی نے اس پاک چیز کی مثال زعفران کو ذکر کیا لیکن حلبی، عینی، زاہدی، زاد الفقہاء وغیرہم نے مثال کو زعفران کے پانی سے مقید کیا۔ (ت)

ورابعًا قال الامام ملک العلماء فی البدائع الماء المطلق اذا خالطہ شیئ من المائعات الطاھرۃ کاللبن والخل ونقیع الزبیب ونحو ذلک علی وجہ زال عنہ اسم الماء بان صار مغلوبا بہ فھو بمعنی الماء المقید ثم ینظر ان کان الذی خالطہ مما یخالف لونہ لون الماء کاللبن وماء العصفر والزعفران ونحو ذلک تعتبر الغلبۃ فی اللون وان کان لایخالف

رابعاً، امام ملک العلماء نے بدائع میں فرمایا کہ مطلق پانی میں جب کوئی بہنے والی پاک چیز مل جائے جیسے دودھ، سرکہ اور خشک انگور سے بنا ہوا شربت اور ان جیسی دوسری اشیاء جن کی وجہ سے پانی کا نام بدل جائے اور پانی مغلوب ہو جائے تو اس صورت میں وہ پانی مطلق نہ رہے گا بلکہ مقید ہو جائیگا پھر اس کے بعد معلوم کیا جائے گا کہ جو چیز پانی میں ملی ہے اگر اس کا رنگ پانی کے رنگ کے مخالف ہو تو غلبہ میں رنگ کا اعتبار کیا جائے گا،

---

[1] جامع الرموز کتاب الطہارت اسلامیہ گنبد ایران ۱/۴۶

[2] نقایۃ برجندی ابحاث الماء نولکشور لکھنؤ ۱/۳۲

الماء في اللون ويخالفه في الطعم كعصير العنب الابيض وخله تعتبر الغلبة في الطعم وان كان لا يخالفه فيهما تعتبر الغلبة في الاجزاء فان استويا في الاجزاء لم يذكر هذا في ظاهر الرواية وقالوا حكمه حكم الماء المغلوب احتياطا هذا اذا لم يكن الذي خالطه مما يقصد منه زيادة نظافة فان كان مما يقصد منه ذلك ويطبخ به او يخالط به كماء الصابون والاشنان يجوز التوضي به وان تغير لون الماء او طعمه او ريحه لان اسم الماء باق وازداد معناه وهو التطهير وكذلك جرت السنة في غسل الميت بالماء المغلي بالسدر والحرض فيجوز الوضوء به الا اذا صار غليظا كالسويق المخلوط لانه حينئذ يزول عنه اسم الماء ومعناه ايضا ولو تغير الماء المطلق بالطين او بالتراب او بالجص او بالنورة او بوقوع الاوراق او الثمار فيه او طول المكث يجوز التوضؤ به لانه لم يزل عنه اسم الماء وبقي معناه ايضا مع ما فيه من الضرورة الظاهرة لتعذر صون الماء عن ذلك وقياس ما ذكرنا انه لا يجوز الوضوء بنبيذ التمر لتغير اسم الماء وصيرورته مغلوبا بطعم التمر فكان في معنى الماء المقيد وبالقياس اخذ ابو يوسف الا ان ابا حنيفة ترك القياس

www.ziaratnetwork.org

جیسے دودھ، عصفر اور زعفران کا پانی اور اگر وہ رنگ میں مخالف نہ ہو اگر وہ ذائقہ میں مخالف ہو تو غلبہ میں ذائقہ کا اعتبار کیا جائے گا جیسے سفید انگور کا جوس اور اس کا سرکہ ہو، اور اگر وہ چیز ان دونوں وصفوں میں مخالف نہ ہو تو پھر اجزاء کے لحاظ سے غلبہ کا اعتبار ہوگا، اور اگر دونوں کے اجزاء برابر ہوں تو اس صورت کو ظاہر روایت میں ذکر نہیں کیا گیا جبکہ فقہاء نے کہا ہے کہ اس صورت کا حکم بھی مغلوب والا ہوگا اس میں احتیاط ہے۔ یہ تفصیل اس صورت میں ہے جبکہ پانی میں ملنے والی چیز سے زیادہ نظافت مقصود نہ ہو، اور اگر اس سے نظافت مقصود ہو اور اسی مقصد کیلئے اسکو پانی میں پکایا گیا ہو یا ملایا گیا ہو جیسے صابن اور اشنان کا پانی تو اس صورت میں اس سے وضو جائز ہوگا اگرچہ اس صورت میں پانی کا رنگ، بو اور ذائقہ بھی تبدیل ہو جائے کیونکہ ابھی اس کو پانی کہیں گے اور پانی کی معنوی حیثیت یعنی تطہیر میں اضافہ ہوا ہے اسی لیے میت کو غسل دینے میں بیری کے پتوں سے پکا ہوا پانی اور اشنان والا پانی استعمال کرنے کا طریقہ مروج ہے لہذا اس سے وضو جائز ہوگا، ہاں اگر اس صورت میں پانی زیادہ گاڑھا ہو کر ستوؤں کی طرح ہو جائے تو اس سے وضو جائز نہ ہوگا کیونکہ اس صورت میں اس کو پانی نہیں کہا جاتا اور نہ ہی اس میں پانی کی معنوی حیثیت باقی رہی ہے، اور اگر پانی میں گارا، غبار، چونا، نورہ، پتے گرنے یا پھل گرنے یا دیر تک پانی پڑے رہنے کی وجہ سے مطلق پانی میں تغیر واقع ہوا تو اس

بالنص (ثم افاض فی بحث النص الی ان قال) ثم لابد من معرفة نبیذ التمر الذی فیہ الخلاف وھو ان یلقی شیٔ من التمر فی الماء فتخرج حلاوتہ الی الماء، فما دام حلوا رقیقا او قارصا یتوضؤ بہ عند ابی حنیفة وان کان غلیظا کالرب لایجوز بلاخلاف ھذا اذا کان نیا فان کان مطبوخا ادنی طبخة فما دام حلوا او قارصا فھو علی الاختلاف وان غلا واشتد وقذف بالزبد ذکر القدوری فی شرحہ لمختصر الکرخی الاختلاف فیہ بین الکرخی و ابی طاھر الدباس علی قول الکرخی یجوز وعلی قول ابی طاھر لا یجوز وجہ قول الکرخی ان اسم النبیذ کما یقع علی النیٔ منہ یقع علی المطبوخ فیدخل تحت النص ولان الماء المطلق اذا اختلط بہ المائعات الطاھرة یجوز التوضوء بہ بلا خلاف بین اصحابنا اذا کان الماء غالبا وھھنا اجزاء الماء غالبة علی اجزاء التمر فیجوز التوضوء بہ وجہ قول ابی طاھر ان الجواز عرفت بالحدیث والحدیث ورد فی النیٔ واما قولہ ان المائع الطاھر اذا اختلط بالماء لایمنع التوضوء بہ فنعم اذا لم یغلب علی الماء اصلا فاما اذا غلب علیہ بوجہ من الوجوہ فلا وھھنا غلب علیہ من حیث الطعم واللون

سے وضوء جائز ہے کیونکہ ابھی پانی کا نام تبدیل نہیں ہوا اور اس کی معنوی حیثیت بھی باقی ہے، نیز اس میں ظاہری ضرورت بھی ہے کیونکہ عام طور پر پانی کو مذکورہ چیزوں سے محفوظ کرنا مشکل ہوتا ہے۔ اسی قاعدہ کی بنا پر نبیذ تمر سے وضو ناجائز ہے کیونکہ اس پر پانی کا نام نہیں بولا جاتا اور وہ کھجور کے ذائقہ سے مغلوب ہو چکا ہے لہٰذا وہ مقید پانی ہے اس کے بارے میں امام یوسف نے قیاس پر عمل کیا ہے لیکن امام ابوحنیفہ اس بارے نص کے پائے جانے کی وجہ سے قیاس کو ترک فرمایا ہے (اس کے بعد ملک العلماء نے نص کے بارے بحث فرمائی) اور اس کے بعد کہا پھر جس نبیذ تمر میں اختلاف ہے اس کی معرفت ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ پانی پر کچھ کھجوریں ڈال دی جائیں تو کھجوروں کی مٹھاس پانی میں منتقل ہو جائے پس جب تک وہ پانی پتلا میٹھا یا ترش رہے تو اس سے امام ابوحنیفہ کے نزدیک وضو جائز ہے اور اگر وہ نبیذ غلیظ ہو کر چاسں (راب) کی طرح ہو جائے تو اس سے بالاتفاق وضو ناجائز ہے یہ مذکورہ صورت کچے نبیذ کے لیے ہے اور اگر اس کو کچھ قدرے پکا لیا جائے تو اس کی رقت مٹھاس یا ترشی کے ساتھ باقی ہے تو اس میں بھی وہی اختلاف ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک وضو جائز ہے اور اگر وہ نبیذ کچا یا پکا ہونے کی صورت میں اُبل جائے اور جھاگ چھوڑ دے جس کی وجہ سے اس میں شدت پیدا ہو جائے تو امام کرخی کی کتاب مختصر کی شرح میں قدوری نے ذکر کیا ہے کہ اس صورت میں امام کرخی اور ابوطاہر الدباس کا اختلاف ہے

وان لوتغلب من حیث الاجزاء فلا یجوز التوضؤ بہ وھذا اقرب القولین الی الصواب[1] اھ کلامہ رحمہ اللہ تعالٰی وانما سقناہ وان تقدم اکثرہ مفرقا للتنبیہ علی فوائد ستعرفہا ان شاء اللہ تعالٰی وقال فی رسائل الارکان الماء المطلق اذا خالطہ مائع وغلب علیہ لایجوز التوضی بہ والا یجوز وتعرف الغلبۃ بان ینظر ان کان المائع مخالفا فی اللون کاللبن وماء الزعفران وماء العصفر یعتبر الغلبۃ فی اللون وان کان موافقا لہ فی اللون ومخالفا فی الطعم کماء الورد وعصیر العنب الابیض تعتبر الغلبۃ فی الطعم وان کان لایخالفہ اصلا کالماء[ع] تعتبر الغلبۃ بالکثرۃ کذا فی فتح القدیر نقلا عن بعض شروح الکنز[2] اھ۔

امام کرخی اس سے وضو جائز کہتے ہیں اور ابوطاہر کے قول پر ناجائز ہے۔ امام کرخی کے قول کی وجہ یہ ہے کہ نبیذ کا نام کچے اور پکے دونوں پر بولا جاتا ہے لہذا یہ دونوں صورتیں نص (حدیث) کے حکم میں داخل ہیں، کیونکہ جب مطلق پانی میں کوئی پاک چیز بہنے والی مل جائے تو ہمارے اصحاب کے ہاں بلا اختلاف اس سے وضو جائز ہے بشرطیکہ پانی غالب رہے، تو یہاں چونکہ کھجور کے اجزاء پر پانی کے اجزاء غالب ہیں لہذا اس سے وضو جائز ہوگا۔ اور ابوطاہر کے قول کی وجہ یہ ہے کہ نبیذ سے وضو کا جواز صرف حدیث سے ثابت ہے اور وہ حدیث کچے نبیذ کے بارے میں وارد ہوئی ہے امام کرخی کے اس قول کہ پانی میں بہنے والی پاک چیز کے ملنے سے وضو ناجائز نہیں ہوتا الخ، کا جواب یہ ہے کہ یہاں یہ درست ہے لیکن اس صورت میں جبکہ کسی طرح بھی پانی پر غلبہ نہ پائے اور اگر ملنے والی چیز نے کسی طرح پانی پر غلبہ پالیا تو تو پھر وضو جائز نہیں ہے جبکہ یہاں مذکورہ صورت میں کھجور نے رنگ اور ذائقہ کے اعتبار سے پانی پر غلبہ حاصل کرلیا ہے اگرچہ اجزاء کے لحاظ سے اس کا غلبہ نہیں ہوا، اس لیے اس سے وضو ناجائز ہوگا، اور یہ ابوطاہر کا قول زیادہ درست ہے اھ امام ملک العلماء رحمہ اللہ تعالٰی کے اس کلام کو ہم نے پورا کردیا ہے یہ بتانے کے لیے کہ اس میں بہت فوائد ہیں جو آپ کو آئندہ معلوم ہوں گے، اگرچہ متفرق طور پر ان کا اکثر کلام

www.alahazratnetwork.org

ع لعلہ کالماء المستعمل فسقط من قلم الناسخ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

کالماء (جیسے پانی) ہوسکتا ہے یہ لفظ کالماء المستعمل (جیسے مستعمل پانی) ہو، جس کو کاتب کی قلم نے پورا نہ لکھا ہو ۱۲ منہ غفرلہ۔ (ت)

---

[1] بدائع الصنائع — الماء المقید — مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/ ۱۵، ۱۷

[2] رسائل الارکان — فصل فی المیاہ — مطبع علوی فرنگی محل — ص ۲۲

پہلے ذکر ہو چکا ہے، اور رسائل الارکان میں فرمایا ہے کہ مطلق پانی میں جب کوئی بہنے والی چیز مل کر غالب ہوجائے تو وضو ناجائز ہے ورنہ وضو جائز ہے اور غلبہ کی پہچان یہ ہے کہ پانی میں ملنے والی مائع چیز اگر رنگ میں پانی کے مخالف ہو تو رنگ کو غلبہ کا معیار قرار دیا جائے گا جیسے دودھ، زعفران اور عصفر کا پانی اور اگر وہ رنگ میں موافق اور ذائقہ میں مخالف ہو تو غلبہ میں ذائقہ کا اعتبار کیا جائے گا، جیسے عرقِ گلاب، سفید انگور کا جوس اور اگر ان دونوں وصفوں میں پانی کے مخالف نہ ہو جیسے پانی تو پھر غلبہ میں کثرت کا اعتبار ہوگا، کنز کی بعض شروح سے فتح القدیر میں یُوں بیان کیا گیا ہے اھ (ت)

اقول وھو سبق قلم فلا اثر منہ فی الفتح فنی ھذا التنصیص علی التخصیص بالمائع۔

میں کہتا ہوں کہ فتح القدیر میں اس عبارت کا کوئی نشان نہیں ہے یہ کاتب کے قلم کی غلطی ہے، تاہم رسائل الارکان کی اس عبارت میں پانی میں ملنے والی چیز کے بارے میں مائع ہونے کی نص ہے جس سے یہ مذکور حکم خاص ہے۔ (ت)

خامسا تراھم جمیعا لم یذکروا الرائحۃ بل نصوص عـہ النوادر[1] والامام الاسبیجابی[2] والامام ملک العلماء[3] والمحیط الرضوی[4] وزاد الفقھاء[5] والامام الزیلعی[6] وخزانۃ المفتین[7] والعنایۃ[8] والبنایۃ[9] والزاھدی[10] والبرجندی[11] والقھستانی[12] ویحیٰی[13] وابن الشلبی[14] وغیرھم ناطقۃ بنفی اعتبارھا حیث احالوا الامر بعد اللون والطعم علی الاجزاء لاجرم ان قال بحر العلوم فی رسائل الارکان[1] لم ار اعتبار الغلبۃ بالریح فی کتاب اھ۔

خامساً، آپ دیکھ رہے ہیں کہ فقہاء میں سے کسی نے بھی غلبہ میں بُو والے وصف کو ذکر نہیں کیا بلکہ درج ذیل کتب النوادر[1]، الامام الاسبیجابی[2]، الامام ملک العلماء[3]، المحیط الرضوی[4]، زاد الفقہاء[5]، الامام الزیلعی[6]، خزانۃ المفتین[7]، العنایۃ[8]، البنایۃ[9]، الزاہدی[10]، البرجندی[11]، القہستانی[12]، یحیٰی[13] اور ابن شلبی[14] وغیرہم کی نصوص بُو کے اعتبار کی نفی پر ناطق ہیں جہاں انہوں نے رنگ اور ذائقہ کے بعد ذائقہ کی بجائے اجزاء کے غلبہ کو ذکر کیا ہے اسی لیے مجبوراً بحر العلوم کو رسائل الارکان میں کہنا پڑا کہ میں نے کسی کتاب میں غلبہ کے لیے بُو کا اعتبار نہیں دیکھا اھ (ت)

عـہ الاضافۃ للعھد ای التی تقدمت ۱۲ منہ غفر لہ۔ (م)

نصوص کی کتب مذکورہ کی طرف اضافت عہدی ہے یعنی گزشتہ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] رسائل الارکان فصل فی المیاہ یوسف فرنگی محل لکھنؤ ص ۴۲

اقول بلٰی قال الامام فقیہ النفس فی الخانیۃ عن ابی یوسف تعتبر الغلبۃ من حیث الاجزاء لامن حیث اللون ھو الصحیح وعلی قول محمد اعتبر الغلبۃ بتغیر الطعم واللون والریح[1] اھ وقد نقلہ عنہا فی النھایۃ والبنایۃ والحلیۃ والشلبیۃ وقال فی الحلیۃ بعد نقلہ فزاد فی قول محمد الطعم والریح[2] اھ وتقدم فی ۲۱ قول الخانیۃ ایضا لوطبخ وریح الباقلاء یوجد منہ لایجوز[3]۔

میں کہتا ہوں کہ ہاں امام فقیہ النفس نے خانیہ میں کہا ہے کہ امام یوسف کے نزدیک غلبہ میں رنگ کی بجائے اجزاء کا اعتبار ہے اور یہی صحیح ہے، اور امام محمد کے قول پر غلبہ میں رنگ، ذائقہ اور بُو کے متغیر ہونے کا اعتبار کیا جائے گا اھ خانیہ کی اس عبارت کو نہایہ، بنایہ، حلیہ اور شلبیہ میں نقل کیا گیا ہے اور حلیہ میں اس کو نقل کرنے کے بعد زائد یہ کہا کہ امام محمد کے قول میں ذائقہ اور بُو کا اعتبار ہے اھ اور نمبر ۲۱ میں خانیہ کا بھی قول گزرا ہے کہ اگر پانی میں باقلاء پکایا جائے اور اس کی بُو پانی میں پائی جائے تو اس سے وضو جائز نہیں ہے۔ (ت)

وسادسا اغرب جدا فی الجوھرۃ فزعم بعد تصحیح قول ابی یوسف ومحمد اعتبار الاوصاف ان غیر الثلثۃ لایجوز وان غیر واحد اجاز وان غیر اثنین لایجوز والشیخ ای القدوری اختار قول محمد حیث قال فغیر احد اوصافہ[3] اھ ھکذا جاء الاختلاف والمسئول من اللہ تعالٰی التنقیح التطبیق اوالترجیح۔

سادساً، جوہرہ میں غریب ترین بات ہے انہوں نے امام یوسف کے قول کو صحیح قرار دینے کے بعد خیال ظاہر کیا کہ امام محمد اوصاف کا اعتبار کرتے ہیں کہ اگر تینوں وصف تبدیل ہوجائیں تو وضوء جائز نہیں ہے، اور اگر ایک وصف تبدیل ہو جائے تو وضو جائز ہے، اور اگر دو وصف تبدیل ہو جائیں تو وضو جائز نہیں ہے۔ اور شیخ قدوری نے امام محمد کے قول کو ترجیح دی ہے جہاں انہوں نے یہ کہا کہ ایک وصف متغیر ہو جائے اھ یوں مذکورہ بالا عبارات میں پانی پر غلبہ کے معیار میں اختلاف واقع ہوا ہے اوراب اللہ تعالٰی سے تنقیح میں تطبیق یا ترجیح کا سوال ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فیما لایجوز بہ التوضی نولکشور لکھنؤ ۱/۹

[2] حلیہ

[3] الجوہرۃ النیرۃ کتاب الطہارۃ مطبع امدادیہ ملتان ۱/۱۴

فاقول وبالله التوفيق ما ذكر في (ف۱)
الجوهرة مخالف لاجماع الرواة عن
آخرهم الثلثة عشر المذكورين في الخامس
والتسعة السابقين الاجناس[١٤] والذخيرة[١٥] و
التتمة[١٦] والظهيرية[١٧] والمحيط[١٨] والفتح[١٩] والحلية[٢٠]
ومجمع الانهر[٢١] حتى (ف۲) الجوهرة[٢٢] نفسها فانهم
اجمعوا ان مجرد الغلبة باللون يقيد الماء
عند محمد وهذا يقول ان غير واحد اجاز
واظن والله تعالى اعلم انه كان في باله ان
محمدا يعتبر الاوصاف ثم رأى الامام
ابا الحسن قيد باحد فاخذ مفهومه فدل
على عبرة الاوصاف فظن انه اختار قول محمد
وقد نص ان تغير واحد لا يضر فحسب ان
هذا المفهوم من منطوقه والمفهوم هو
مذهب محمد وليس كذلك ولا هو مقصود
القدوري كما علمت ثم قد علمت ان الجمهور
قد نفوا الاعتبار بالرائحة فذكرها في
الخانية لايكون من زيادة ثقة بل مخالفة
ثقة السائر الثقات فيكون شذوذا ينافي الصحة
وستعلم بعون الله تعالى ان محمدا لم
يعتبر الريح ثم اقتصار الاولين على
اللون لاينافي اعتبار غيره فان التنصيص
على شيء لاينفي ما عداه لاسيما واللون هو
الملحوظ اولا فان لم يكن فغيره وكذلك
الترديد في اللون والطعم عدم تنصيص

پس میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں کہ جوہرہ
میں جو مذکور ہے وہ تمام راویوں کے اجماع کے خلاف
ہے تیرہ[١٣] راوی جو پانچویں بحث (خامساً) میں مذکور
ہیں اور ان سے پہلے نو یہ ہیں اجناس[١٤]، ذخیرہ[١٥]،
تتمہ[١٦]، ظہیریہ[١٧]، محیط[١٨]، فتح[١٩]، حلیہ[٢٠]، مجمع الانہر[٢١] حتی کہ
خود جوہرہ[٢٢] ان سب نے یہ اجماع کیا ہے کہ امام محمد
کے نزدیک صرف رنگ کے غلبہ سے پانی مقید ہوجاتا
ہے اور یہ (جوہرہ) کہہ رہے ہیں کہ امام محمد کے نزدیک
ایک وصف کی تبدیلی سے وضوء جائز ہے واللہ اعلم
میرا گمان ہے کہ جوہرہ کے دل میں تھا کہ امام محمد
اوصاف کا اعتبار کرتے ہیں۔ پھر اس نے امام ابوالحسن
کو ایک وصف کو قید بناتے ہوئے دیکھا تو اس سے
مفہوم اخذ کرتے ہوئے اوصاف کے اعتبار پر دلالت
پائی تو جوہرہ نے گمان کیا کہ انہوں نے امام محمد کے قول
کو ترجیح دی ہے اور ایک وصف کے بارے میں
نص کر دی کہ اس کی تبدیلی سے کوئی مضائقہ نہیں ہے
یوں اس کو خیال ہوا کہ امام ابوالحسن قدوری کے
منطوق سے جو مفہوم اخذ کیا ہے وہ امام محمد کا
قول ہے جس کو انہوں نے ترجیح دی ہے حالانکہ معاملہ
یوں نہیں ہے اور نہ ہی یہ قدوری کا مقصد ہے جیسا کہ
آپ معلوم کرچکے ہیں۔ پھر اس بحث سے معلوم ہوگیا ہے
کہ جمہور نے غلبہ میں بُو کی تبدیلی کے اعتبار کی نفی کی ہے
خانیہ میں بُو کا ذکر کسی ثقہ شخص کی طرف سے زائد چیز
کا اثبات نہیں ہے بلکہ یہ ایک ثقہ شخص کی طرف باقی
تمام ثقہ لوگوں کی مخالفت ہے۔ لہذا یہ صحت کے منافی

www.alahazratnetwork.org

على الترتيب بينهما لا تنصيص على عدم الترتيب فرواية الجم الغفير بالترتيب زيادة ثقات واجبة القبول بقي النظر في ان الحكم هل يشمل الجامد كما هو مقتضى اطلاق الامام الاسبيجابي وتمثيله بالزعفران ام يختص بالمائع كما هو نص الامام ملك العلماء وارى لكل منهما مؤيدات اما الشمول **فاقول** **اولا** تقدم في صدر هذا البحث عن الفتح والحلية عن الاجناس عن نص محمد اعتبار الالوان في طبيخ الريحان والاشنان وما هما الا من الجامدات **وثانيا** مرفي ۱۲۲ عن الحلية والفتح عن التجنيس ان اعتبار الجرجاني في الزاج والعفص صلوح النقش تفريع على اعتبار الغلبة بالاجزاء فافهم ان على اعتبارها بالاوصاف يتقيد بمجرد التلون وان لم يصلح النقش **وثالثا** خص البدائع بالمائع ثم ذكر ان قياسه عدم الجواز بتبييذ التمر لغلبة طعمه فاعتبره في الجامد **ورابعا** كذلك اجاب من قبل ابي طاهر في مطبوخه واحتج بغلبة اللون والطعم وقد عبّرهٰهنا ايضا في كلامي الكرخي والدباس بالمائع مع ان الكلام في الجامد۔

ایک شذوذ ہے عنقریب آپ کو بعون اللہ یہ معلوم ہوجائے گا کہ امام محمد نے بُو کا اعتبار کیوں نہیں کیا، پھر یہ کہ پہلے حضرات کا صرف رنگ کو ذکر کرنا باقی اوصاف کی نفی نہیں ہے کیونکہ ایک چیز کا ذکر دوسری چیز کی نفی نہیں کرتا خصوصاً جبکہ اوصاف میں سے رنگ کا اعتبار پہلے کیا جاتا ہو کہ اگر رنگ تبدیل نہ ہو پھر دوسرے اوصاف کی تبدیلی کا لحاظ کیا جائے گا یوں ہی رنگ اور ذائقہ میں سے کسی ایک کا بیان اگرچہ یہ ترتیب پر نص نہیں ہے لیکن یہ عدمِ ترتیب پر بھی نص نہیں ہے اس لیے ان دونوں کی ترتیب جس کو ایک جمِ غفیر نے ذکر کیا ہے قبول کرنا ضروری ہے، رہی یہ بحث کہ (پانی میں ملنے والی چیز جس سے اوصاف تبدیل ہوتے ہیں) اس علیہ کا حکم جامد چیز کو بھی شامل ہے جیسا کہ امام اسبیجابی کے اطلاق اور اس کی مثال میں زعفران کے ذکر سے ظاہر ہوتا ہے یا یہ حکم صرف مائع چیز کو ہی خاص ہے جیسا کہ امام ملک العلماء کی نص سے ظاہر ہے میری رائے میں دونوں احتمالات کی تائید میں دلائل ہیں، جامد اور مائع دونوں کا حکم میں شامل ہونا پس اس پر میں کہتا ہوں، اولاً، اس لیے کہ اس بحث کی ابتدا میں فتح اور حلیہ کی الاجناس سے نقل کردہ روایت گزرچکی ہے جس میں ریحان اور اشنان کے پکے ہوئے پانی میں ان کے رنگوں کے اعتبار کے بارے میں محمد کی نص کو بیان کیا گیا ہے حالانکہ وہ دونوں صرف جامد چیزیں ہیں۔ ثانیاً، اس لیے نمبر ۱۲۲ میں تجنیس کے حوالہ سے حلیہ اور فتح کی روایت گزرچکی ہے کہ جرجانی کا زاج اور عفص (گھاس) میں نقش کی صلاحیت کا اعتبار کرنا یہ اجزاء کے لحاظ سے غلبہ کے اعتبار پر تفریع ہے، یہاں قابلِ فہم یہ بات ہے کہ ان میں اوصاف کے اعتبار کا

www.alahazratnetwork.org

کا تعلق صرف رنگ دار ہونے پر ہے نقش کی صلاحیت کا اس میں دخل نہیں ہے۔ ثالثاً، اس لیے کہ بدائع نے اس حکم کو مائع چیز کے ساتھ خاص کرنے کے بعد ذکر کیا کہ اس قاعدہ کے مطابق نبیذِ تمر سے وضو جائز نہیں ہوگا کیونکہ اس کے ذائقہ کا غلبہ ہوتا ہے جبکہ یہ ذائقہ والی چیز تمر (کھجور) ہے جو کہ جامد ہے۔ رابعاً، یوں ہی بدائع نے ابوطاہر کی طرف سے پوچھے ہوئے نبیذ کے بارے میں جواب دیا اور یہاں بھی انہوں نے رنگ اور ذائقہ کے لحاظ سے غلبہ کو دلیل بنایا ہے یہاں بھی امام کرخی اور دباس کے کلام میں اس کو مائع سے تعبیر کیا گیا ہے حالانکہ بات جامد میں ہو رہی ہے۔ (ت)

اقول ویظھر لی واللہ تعالٰی اعلم ان تغیر الطعم او اللون انما یکون بالامتزاج ولایمتزج الجامد بالمائع الا ان ینماع شیئ منہ فتسری الاجزاء فی الاجزاء الاترٰی ان السکر اذا خلط بالماء لایبقی منہ ممتازا عنہ الا شیئ قلیل وکذلک الاصباغ ولو وضعت حجرا اسود احمر اخضر اصفر فی الماء لایتلون الماء بلونہ فظھر ان الامتزاج لایحصل فی مائع الا لمائع وان کان اصلہ جامدا فلعل ھذا ھو سر التعبیر بالمائع مع الکلام فی الجامد اتقنہ فانہ ان شاء اللہ تعالٰی بحث نفیس۔

میں کہتا ہوں کہ جامد کو مائع سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ ذائقہ اور رنگ کی تبدیلی امتزاج کے بعد پائی جاتی ہے جبکہ جامد چیز کا مائع (بہنے والی) چیز کے ساتھ امتزاج نہیں ہوسکتا تاوقتیکہ جامد چیز میں بہاؤ پیدا نہ ہو جس کی وجہ سے ایک کے اجزاء دوسرے کے اجزاء میں گرتے ہیں، مثلاً شکر جب پانی میں ملائی جائے تو اس کا امتزاج ختم ہوجاتا ہے صرف کچھ معمولی اجزاء جدا رہتے ہیں، اسی طرح رنگ کا مادہ بھی پانی میں گھل جاتا ہے لیکن اگر آپ کالا، سرخ، سبز اور زرد پتھر پانی میں رکھ دیں تو اس کی رنگت میں پانی متاثر نہ ہوگا تو واضح ہوگیا کہ امتزاج کے لیے مائع کا مائع سے ملنا ضروری ہوتا ہے اگرچہ وہ اصلاً جامد ہی ہو، ہوسکتا ہے کہ جامد میں گفتگو کے دوران اس کو مائع سے تعبیر کرنے کی وجہ یہی راز ہو، اس کو یاد رکھیں یہ نفیس بحث ہے ان شاء اللہ تعالٰی۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

واما الخصوص **فاقول اولا** اجمعت الامۃ المرحومۃ واجماعھا حجۃ معصومۃ علی جواز الوضوء بماء السیل مع العلم القطعی بتغیر لونہ بل ربما یتغیر الطعم والریح ایضا فثبت ان مجرد تغیر الاوصاف

اور اوصاف کی تبدیلی میں صرف مائع چیز کو خاص کرنے کی وجہ، پس میں کہتا ہوں، اوّلاً اس لئے کہ اس اُمت کا اس بات پر اجماع ہے جبکہ یہ اجماعِ اُمت خطا سے محفوظ ہے کہ سیلابی پانی سے وضو جائز ہے حالانکہ یہ قطعی طور پر معلوم ہے کہ

بالجامد لا یفید التقیید بالاجماع و ثانیا هذا اجماع ائمتنا رضی اللہ تعالٰی عنہم ومنہم محمد ان التمر او الزبیب او التین مثلا اذا نقع فی الماء فانتقلت حلاوۃ منہا الیہ فحلا لم یبلغ الی ان یصیر نبیذا فانہ لا یتقید ویجوز الوضوء بہ اجماعا فمحمد لم یعتبر فیہ الطعم وقال بالجواز مع الاعتراف بتغیرہ بل و تغیر اللون والریح ایضا فمن المعلوم المشھود ان اللون اسبق تغیرا بہا من الطعم واذا تغیر یوجد لہا ریح ایضا قطعا فقد تغیرت الاوصاف الثلثۃ بالجامد ولم یضر بالاجماع مالم یغلب اجزاء بالمعنی الثالث اعنی صیرورتہ شیئا اٰخر لمقصد اٰخر وھذا ھو الفارق بین النبیذ والسیل فانہ لم یصر شیئا اٰخر ولا زال عنہ اسم الماء وھذا ھو مذھب ابی یوسف فعلم ان مذھبہ مجمع علیہ فی الجامد وانما الخلف فی المائع۔

اس کا رنگ بلکہ ذائقہ اور بُو بھی تبدیل ہوئے ہوتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ جامد چیز کے ملنے سے صرف اوصاف کی تبدیلی کی بنا پر پانی کو مقید قرار نہیں دیا جاسکتا بالاجماع۔ ثانیاً اس لیے کہ کھجور، خشک انگور (میوہ) اور خشک انجیر کو پانی میں ڈالنے پر ان کی مٹھاس پانی میں منتقل ہوجائے اور ابھی نبیذ کی حد تک یہ تبدیلی پیدا نہ ہو تو اس شربت سے وضو کے جائز ہونے پر ہمارے تمام ائمہ کرام جن میں امام محمد بھی شامل ہیں کا اجماع ہے تو یہاں امام محمد نے تینوں اوصاف تبدیل ہوجانے کے باوجود ان کی تبدیلی کا لحاظ نہیں کیا اور وضو کو جائز قرار دیا ہے اجماعی طور پر۔ پس امام محمد نے نبیذ میں طعم کا اعتبار نہیں کیا اور تغیر طعم کے باوجود جواز کا قول کیا ہے بلکہ تغیر لون اور ریح سے بھی جواز کا قول کیا ہے۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ ان چیزوں کا رنگ ذائقہ سے جلد اثر انداز ہوتا ہے اور جب ذائقہ متغیر ہوگا تو بُو بھی پائی جائے گی، تو معلوم ہوا کہ جامد سے تینوں وصف تبدیل ہونے کے باوجود اس شربت سے بالاتفاق وضو جائز ہے بشرطیکہ غلبہ اجزا کا تیسرا معنی نہ پایا جائے یعنی کسی دوسرے مقصد کے لیے نئی چیز بن جانا، نہ پایا جائے۔ نبیذ اور سیلاب میں یہی فرق ہے پس سیلاب کی طرح اس شربت نے پانی کا نام تبدیل نہیں کیا اور نہ ہی کوئی دوسری چیز بنا ہے جبکہ جامد چیز کے بارے میں امام یوسف کے مذہب کے موافق سب کا اتفاق ہے اختلاف صرف مائع چیز میں ہے۔

اقول وبہ خرج الجواب عن الشاھدین الاخیرین فان الکلام فیہما فی الانبذۃ فالمراد تغیر الطعم الی حد یزیل عنہ اسم الماء ویجعلہ نبیذا

میں کہتا ہوں اس بحث سے زبیب اور تمر کے نبیذوں کے متعلق جواب معلوم ہوگیا کہ جب ان کا نبیذ بن جائے تو ذائقہ تبدیل ہوکر وہ اپنا نیا نام لے لیتا ہے جس کے مقید ہونے میں کوئی اختلاف

www.alahazratnetwork.org

ولا نزاع فیہ۔

نہیں۔(ت)

وثالثا تقدم فی ۱۲۲ عن الخانیۃ التوضوء بماء الزعفران والزردج یجوز ان کان رقیقا والماء غالب فان غلبتہ الحمرۃ وصار متماسکا لایجوز[1] وعن الخلاصۃ توضأ بماء الزردج او العصفر او الصابون ان کان رقیقا یستبین الماء منہ یجوز وان غلبت الحمرۃ وصار نشاستج لا[2] اھ فافاد ان المدار الثخن لامجرد اللون فان کان غلبۃ اللون تحصل فی ھذہ الاشیاء قبل الثخن فقد صرحا بعدم الاجتزاء بھا مالم یثخن وان کانت لاتحصل الا اذا ثخن فقد بینا ان ذکر غلبۃ اللون لکونھا ھھنا دلیلا علی المناط وھو الثخن فکان وصار متماسکا او نشاستج عطف تفسیر۔

ثالثاً اس لیے کہ نمبر ۱۲۲ میں خانیہ کے حوالہ سے گزرا ہے کہ زعفران اور زردج کے پانی سے وضو جائز ہے بشرطیکہ یہ پانی رقیق ہو اور پانی کا غلبہ ہو، اور اگر یہ گاڑھا ہوجائے اور سرخی بھی غالب ہوجائے تو وضو جائز نہیں ہوگا، اور خلاصہ کے حوالہ سے بھی گزرا کہ زردج، عصفر اور صابون والا پانی اگر پتلا ہو اور پانی اس میں غالب رہے تو وضوء جائز ہے اور اگر سرخی غالب ہوجائے اور یہ پانی گاڑھا ہو کر نشاستہ کی طرح لیپ ہوجائے تو وضوء ناجائز ہے اھ اس سے معلوم ہُوا کہ دارومدار گاڑھے وغلیظ ہونے پر ہے صرف رنگ کا اعتبار نہیں ہے لہذا ان چیزوں کے ملنے سے پانی کا رنگ اگر گاڑھا ہونے سے پہلے تبدیل ہو تو دونوں کی تصریح ہے کہ اس غلبہ کا اعتبار نہیں ہے اور اگر گاڑھا ہوجانے کے بعد رنگ تبدیل ہو تو یہ گاڑھا ہونے کی دلیل ہے جس کو ہم نے بیان کردیا ہے پس گویا کہ گاڑھا ہونے اور نشاستہ بننے کا ذکر بطور عطف تفسیری ہوگا۔(ت)

اقول وبہ تبین الجواب عن نص الاجناس فلم یکتف رحمہ اللہ تعالٰی بقولہ لم یتغیر لونہ حتی یحمر او یسود بل اضاف الیہ وکان الغالب علیہ الماء وھذا ما عبر بہ الخانیۃ والخلاصۃ اذ قالا بعد ذکر الحمرۃ وصار متماسکا بیدان المقام یحتاج

میں کہتا ہوں کہ اس سے الاجناس کی عبارت پر اس اعتراض کا جواب ظاہر ہوگیا کہ اس نے اپنے بیان میں صرف سرخ اور سیاہ رنگوں کے ذکر کو کافی نہ سمجھا بلکہ اس پر پانی کے غالب ہونے کا اضافہ بھی کیا، چنانچہ خانیہ اور خلاصہ نے سرخی کو ذکر کرنے کے بعد گاڑھا ہونے کو جس مقصد کے لیے ذکر کیا ہے

---

[1] خانیہ فیما لایجوز بہ التوضی نولکشور لکھنؤ ۱/۹

[2] خلاصۃ الفتاوی الماء المقید " ۱/۸

www.alahazratnetwork.org

الی تلطیف القریحة و اعمال رؤیة قویة صحیحة و کلا بل الی التوفیق و من رب رفیق و فالنظر الظاهر یتسارع الی الفرق بین العبارة وعبارة الخانیة والخلاصة لانهما ذکرا الشیئین غلبة الحمرة والتماسك فی عدم الجواز فافهما ان تغیر اللون لایکفی للمنع مالم یتماسك لابتناء الامر علی اجتماع الامرین و نقل الاجناس ذکر شیئین سلامة اللون و غلبة الماء فی جانب الجواز فافاد ان ایهما انتفی انتفی الجواز لعین الوجه اعنی بناء الجواز علی الاجتماع۔

وہی مقصد الاجناس کا ہے کہ مدارِ حکم کو ظاہر کیا جائے مگر یہ مقام سوچ کی باریکی اور قوی وصحیح فکر کو عمل میں لانے کا ہے نہیں بلکہ اللہ تعالٰی کی توفیق کی طرف رجوع کرنے کا مقام ہے کہ یہاں ظاہر نظر میں الاجناس اور خانیہ وخلاصہ کی عبارتوں کا فرق واضح ہوجاتا ہے، کیونکہ خانیہ اور خلاصہ نے دو چیزوں کو عدمِ جواز کے بارے میں ذکر کیا ہے ایک سُرخی کا غلبہ اور دوسری چیز گاڑھاپن ہے انہوں نے اس سے یہ بتایا کہ صرف رنگ کی تبدیلی کافی نہیں ہے بلکہ گاڑھاپن بھی ضروری ہے کیونکہ وضو کے ناجائز ہونے کا دارومدار ان دونوں چیزوں پر ہے، اور اجناس کی عبارت میں وضوء کے جواز کے لیے رنگت کا سالم رہنا اور پانی کا غالب رہنا دو چیزوں کو ذکر کیا ہے جس سے انہوں نے یہ ظاہر کیا ہے کہ اگر دونوں چیزوں میں سے ایک ختم ہوجائے تو وضو کا جواز بھی ختم ہوجائیگا کیونکہ جواز کے حکم کا دارومدار دو چیزوں کے مجموعہ پر ہے۔ (ت)

اقول و دقیق النظر یوضح الامر فان هذا المعنی یوجب ان تغیر اللون ینفی الجواز وان کان الغالب هو الماء وهو خلاف الاجماع فان الغلبة هو القطب الذی تدور علیه رحی هذه الاحکام عند جمیع ائمتنا الاعلام اماسمعت قول الفتح ان اعتبار الغالب عدما عکس الثابت لغة وعرفا وشرعا[1] اه واذ من المعلوم ضرورة ان غلبة الماء هی العلة الکافیة للجواز و

میں کہتا ہوں کہ یہاں دقیق نظر سے واضح ہوتا ہے کہ اگر دونوں چیزوں میں سے رنگ بدل جائے اور پانی کا غلبہ باقی رہے تو وضوء ناجائز ہو حالانکہ یہ اجماع کے خلاف ہے کیونکہ غلبہ ہی وُہ چیز ہے جو ان مسائل میں احکام کا معیار ہے جو کہ تمام ائمہ کرام کو تسلیم ہے، کیا تم نے فتح کا قول نہیں سنا جس میں انہوں نے کہا کہ غلبہ کے عدم کا اعتبار شرعاً، عرفاً اور لغۃً ثابت چیز، کا عکس ہے (یعنی غلبہ کا وجود ثابت کا وجود ہے اور غلبہ کا عدم، ثبوت کا عدم ہے) اھ

---

[1] فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۵

عن مها للمنع اذ ليس احد من الامة يجيز الوضوء بالماء المغلوب سلمت اوصافه اولا الاما تقدم من حكاية شاذة عن الامام الاوزاعي على كلام في ثبوتها عنه رحمه الله تعالى فامتنع ان تكون غلبة الحمرة علة برأسها متحازة عن الغلبة او تمام العلة وحينئذ يدور الامر بين وجهين اما ان تكون هي العلة وبها الغلبة فيكون قوله وكان الغالب عليه الماء عطف تفسير لعدم تغير اللون واما ان تكون بمعزل عن العلية وانما ذكرت لانها ههنا اٰية مغلوبية الماء ببلوغ سبيل الامتزاج سرياه وذلك لان الاحمرار بالاشنان و الاسوداد بالريحان لا يحصلان بنفس الطبخ ايضا بل بالطبخ الكامل الا ترى انه فرض المسألة في ماء يطبخان فيه ثم قال اذا لم يتغير لونه وكان الغالب الماء فلا بأس فافاد انهما يطرحان في الماء ويمكثان فيه ويعمل فيهما النار الى ان يطبخا ولا يحصل مع كل ذلك التغير المغير حتى امكن التقييد بعدمه للجواز بل لا بد له من مكث وعمل اٰخر بعد ذلك حتى يحصل الطبخ الكامل الموجب لكمال الامتزاج وحينئذ يصير الماء مغلوبا بلا ريب فذكرت هذه الامارة الظاهرة لكونها مرئية والمغلوبية في المطبوخ

کیونکہ یہ بات واضح طور پر معلوم ہے کہ جب پانی کا غلبہ ہوگا تو اس سے وضو کا جواز ثابت ہوگا کیونکہ پانی کا غلبہ اس جواز کی علت ہے۔ اور عدمِ غلبہ، عدمِ جواز کی علت ہے یہی وجہ ہے کہ اُمت میں سے کسی نے بھی پانی کے مغلوب ہونے پر وضو کو جائز نہیں کہا خواہ پانی کے اوصاف باقی رہیں یا تبدیل ہو جائیں، ماسوائے امام اوزاعی کے ایک قول کے جو کہ ان کی طرف منسوب ہے اگر اس قول کا ثبوت ان سے مل جائے تو ایک شاذ قول کی شاذ حکایت ہوگی، حالانکہ اس قول کے ثبوت میں کلام ہے لہذا اجناس کی عبارت میں سرخی (رنگ) کے غلبہ کو مستقل اور غلبہ سے علیحدہ علت یا تمام علت قرار دینا غلط ہے، لہذا یہاں دو وجہیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ اس سرخی کو ہی علت قرار دیا جائے اور اسی کو غلبہ کہا جائے اس صورت میں الاجناس کے قول "کان الغالب علیہ الماء" کو عطف تفسیری قرار دے کر رنگ کے تبدیل نہ ہونے کا بیان قرار دیا جائیگا، اور دُوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے اس سرخی کو علیت سے الگ رکھا جائے اور اس کے ذکر کو پانی کے مغلوب ہونے کی علامت قرار دیا جائے کیونکہ یہ پانی میں ملنے کی انتہائی صورت کی نشان دہی کرتی ہے کیونکہ اشنان کی وجہ سے سرخی اور ریحان کی وجہ سے سیاہی پانی میں معمولی پکانے سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ کامل طور پر پکانے سے حاصل ہوتی ہے آپ کو معلوم ہے کہ یہاں مسئلہ کی یہ صورت فرض کی گئی ہے کہ اشنان اور ریحان

www.alahazratnetwork.org

غیر مرئیۃ مالم یبرد کما تقدم ثم ذکر الحقیقۃ تنبیھا علی ماھو المناط الحقیقی فھذا محمل نفیس واضح وھذا ھو عین مفاد الخانیۃ والخلاصۃ وللہ الحمد واذا جاء الاحتمال سقط الاستدلال بل ترجح ھذا بعبارتی الخانیۃ والخلاصۃ اذ الروایات یفسر بعضھا بعضا ثم کفی بالاجماعین شاھدی عدل۔

پانی میں پکائے گئے ہوں اس مسئلہ پر یہ کہا ہے کہ جب رنگ تبدیل نہ ہوا اور پانی غالب ہو تو وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، تو اس بیان سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ ان دونوں چیزوں کو پانی میں ڈال کر رکھا جائیگا اور پھر آگ پر خوب پکانے کے بعد کامل امتزاج پیدا ہوجانے پر یقیناً پانی مغلوب ہوجائے گا اس موقعہ پر سرخی یا سیاہی کی علامت کو ذکر کیا گیا ہے کیونکہ یہ نظر آتی ہے جبکہ دیکھنے کی حالت میں پانی کا مغلوب نظر نہیں آسکتا جب تک کہ وہ ٹھنڈا نہ ہوجائے ورنہ معمولی پکانے پر وہ تغیر پیدا نہیں ہوتا جو وضو کے لیے مانع ہو تاکہ اس کی نفی کی قید لگائی جائے اس سے الاجناس نے مکمل پکائے جانے کے ذکر پر حقیقت کو واضح کیا تاکہ حکم کی علت متعین ہوسکے، الاجناس کی عبارت کا یہ محمل نفیس ہے اور یہی خانیہ اور خلاصہ کی عبارت کا مفاد ہے وللہ الحمد، اور اس مذکور احتمال کی بنا پر استدلال ختم ہوجاتا ہے بلکہ خانیہ اور خلاصہ کی عبارتوں سے اس احتمال کو ترجیح مل گئی ہے کیونکہ بعض روایات سے بعض کو ترجیح و تفسیر مل جاتی ہے نیز دونوں اجماع سچے گواہ کافی ہیں۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

فان قلت لعلھما فی غیر المطبوخ فلا ینفعان اعتبار الاوصاف فیہ ونص الاجناس انما ھو فیہ۔

اگر آپ کا اعتراض ہو کہ (سیلاب کے پانی سے باوجودیکہ اس میں اوصاف متغیر ہیں اور نبیذ تمر سے وضو کے جواز پر) یہ دونوں اجماع کچے پانی کے بارے میں ہیں لہذا ان سے پکے ہوئے پانی میں اوصاف کے اعتبار کی نفی نہیں ہوگی، جبکہ الاجناس کی نص پکائے ہوئے پانی سے متعلق ہے۔ (ت)

اقول اولا نصہ مخصوص بما یحدث فیہ تغیر الاوصاف بعد کمال الطبخ کما علمت ولا یقاس علیہ ما یتغیر قبل الطبخ وھو الکثیر الغالب اذ قبلہ لافرق بینہ وبین النیئ وقد انعقد الاجماع علی عدم اعتبارہ فیہ فیؤل الکلام الی ان

اس کے جواب میں میں کہتا ہوں، اولاً، یہ کہ الاجناس کی نص اس صورت سے مخصوص ہے جس میں مکمل پکائے جانے کے بعد اوصاف کا تغیر پیدا ہو جیسا کہ آپ اوپر معلوم کرچکے ہیں، اس پر پکانے سے قبل کے تغیر کو قیاس نہیں کیا جاسکتا جبکہ پکانے سے قبل تغیر عام اور کثیر ہے۔ کیونکہ پکانے سے قبل تغیر اور

الاوصاف لاعبرة بها الا فيما تغير فيه بعد الكمال الطبخ وهذا لايضرنا لما علمت ان الماء يصير مغلوبا اذ ذاك فتحقق العلة سواء عبرتم بها او بلازمها من تغير الاوصاف وثانياً اى فرق بين النى والمطبوخ سوى ان الطبخ يوجب كمال الامتزاج كما نص عليه اهل الضابطة قاطبة قال الامام الزيلعي التقييد اما بكمال الامتزاج او غلبة الممتزج فكمال الامتزاج اما بالطبخ[1] الخ وقال قبيل التيمم انه بالطبخ كمل امتزاجه وكمال الامتزاج يمنع اطلاق اسم الماء عليه[2] اھ وقد قال قبل حدوث الضابطة ايضا الامام الجليل النسفى فى الكافى ان بطلان الاطلاق بكمال الامتزاج وهو بطبخ الماء بخلط الطاهر[3] الخ ويأتى تمامه ان شاء الله تعالٰى واذن نقول بموجبه ولا يكون دليلا على اعتبار مجرد تغير الاوصاف كما لا يخفى فانكشف الامر ولله الحمد۔

بالکل کچے پانی کے تغیر میں کوئی فرق نہیں ہے حالانکہ بالکل کچے پانی کے بارے میں اجماع ہوچکا ہے کہ اس میں اوصاف کے تغیر کا اعتبار نہیں ہے، تو اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اوصاف کی تبدیلی و تغیر کا اعتبار صرف مکمل پکانے کے بعد ہوگا۔ یہ بات ہمارے لیے مضر نہیں ہے کیونکہ آپ کو معلوم ہے کہ مکمل پکانے کے بعد پانی مغلوب ہوجاتا ہے جس کی بنا پر وضو کے عدمِ جواز کی علت پائی گئی ہے اس کو مغلوب کہہ کر تعبیر کرو یا اس کو مغلوبیت کے لازم یعنی اوصاف کی تبدیلی سے تعبیر کرو۔ ثانیاً اس لیے کہ کچے اور پکے پانی میں اس کے سوا کوئی فرق نہیں کہ پکے ہوئے پانی میں پکانے کی وجہ سے امتزاج کامل ہوجاتا ہے جس کو تمام اہلِ ضابطہ نے ذکر کیا ہے۔ امام زیلعی نے کہا کہ پانی کو کمال امتزاج یا اس میں ملی ہوئی چیز کے غلبہ سے مقید قرار دیا جاتا ہے اور کامل امتزاج پکانے سے حاصل ہوتا ہے الخ اور انہوں نے اس بات کو تیمم کی بحث سے تھوڑا پہلے بیان کیا اور کہا کہ پکانے سے امتزاج کامل ہوتا ہے، اور اس کامل امتزاج کی وجہ سے اس کو مطلق پانی کہنا ممنوع ہوجاتا ہے اھ نیز ضابطہ کے بیان سے قبل جلیل القدر امام نسفی نے کافی میں فرمایا کہ پانی کا اطلاق کمال امتزاج سے ختم ہوجاتا ہے اور کمال امتزاج پانی میں پاک چیز کو ملا کر پکانے سے حاصل ہوتا ہے الخ یہ تمام بیان آئندہ آئے گا ان شاء اللہ تعالٰی

www.alahazratnetwork.org

[1] تبیین الحقائق	کتاب الطہارۃ	الامیریہ مصر	۱/۲۰
[2] "	قبیل باب التیمم	"	۱/۳۶
[3] کافی للنسفی			

وہاں ہم اس کے موجبات کو بیان کرینگے جبکہ یہ بیان صرف اوصاف کے تغیر کے اعتبار پر دلیل نہ بن سکے گا جیسا کہ واضح ہے۔ پس معاملہ واضح ہوگیا وللہ الحمد۔ (ت)

بقی الشاهد الثانی من شواهد العموم **اقول** لیس مفهومه ما ذکر بل له مذهب آخر غیر مستتر وذلك ان الامام اباعبدالله الجرجانی لما اعتبر فی تقییده صلوحه للصبغ والنقش وما هو الابتلون الماء وربما یحصل قبل الثخن کان لمتوهم ان یتوهم انه اعتبر الغلبة باللون فنبه الامام البرهان علی بطلانه وقال بل هو تفریع علی اعتبار غلبة الاجزاء لان غلبتها کما علمت علی ثلثة انحاء هذا هو النحو الثالث منها فذهبت الشواهد جمیعا۔

(پانی میں ملنے والی چیز کے غلبہ میں اوصاف کی تبدیلی کا معیار جامد اور مائع) دونوں کو شامل ہونے پر مذکورہ شواہد میں سے دوسرے شاہد کی بحث باقی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کا وہ مفہوم نہیں جس کو ذکر کیا گیا ہے، بلکہ ان کا دوسرا مذہب جو واضح ہے وہ یہ کہ امام ابوعبداللہ الجرجانی نے پانی کو مقید بنانے میں زاج اور عفص کے ملنے پر رنگ ریزی اور نقش ونگار کی صلاحیت کا ذکر کیا جو کہ پانی کے رنگدار ہونے کی وجہ سے ہوسکتی ہے جبکہ پانی کے گاڑھا ہونے سے قبل بھی اس پر رنگ نمایاں ہوجاتا ہے تو اس سے کسی کو یہ وہم ہوسکتا تھا کہ امام جرجانی نے غلبہ کے لیے صرف رنگ کو معیار قرار دیا ہے اس لیے امام برہان الدین نے اس وہم کو باطل قرار دینے کے لیے تنبیہ کرتے ہوئے امام برہان نے فرمایا کہ امام جرجانی کا یہ قول رنگ کے غلبہ کی بجائے اجزاء کے غلبہ پر تفریع ہے کیونکہ غلبہ تین قسم پر ہے اور یہ اجزاء کا غلبہ تیسری قسم ہے۔ یوں تمام شواہد کی بحث ختم ہوئی۔ (ت)

اما تمثیله بالزعفران فقد اشبعنا الکلام علیه فی ۱۲۲ الأن لم یبق الا اطلاق الامام الاسبیجابی **اقول اولا** ف۱ لنا مندوحة عنه فیما تقرر فی مقره ان المطلق ف۲ فی کلامهم یحمل علی المقید وان من عادتهم الاطلاق تعویلا علی معرفة الحذاق قالوا ویفعلونه کیلا یدعی علمهم من لم یزاحمهم بالرکب کل ذلك مذکور فی رد المحتار وغیره وثانیا هذا ولم یجب التقیید فکیف و

امام اسبیجابی (کے اطلاق اور زعفران جو کہ جامد اور مائع دونوں کے شمول کی بنیاد ہے) میں سے زعفران کی مثال کے متعلق ہم سیر حاصل بحث کرچکے ہیں جو نمبر ۱۲۲ میں گزرچکی ہے اب صرف امام اسبیجابی کے اطلاق کی بحث باقی ہے۔ میں کہتا ہوں، اولاً، یہ کہ اس بارے میں وسیع گنجائش ہے جیسا کہ اپنے مقام میں ثابت شدہ بات ہے کہ فقہاء کے کلام میں مطلق کو مقید پر محمول کیا جاتا ہے اور ان کی عادت ہے کہ وہ مقید کی جگہ مطلق کو ذکر کردیتے ہیں کیونکہ ان کو

www.alahazratnetwork.org

قد وجب بشهادة الاجماعين **وثالثا** لك ان تقول الجامد ايضا تعتبر فيه غلبة الاوصاف اذا ادت الى غلبة الاجزاء باحد المعانى الثلثة كما عرفت فى النبيذ والزاج والعفص والعصفر والزعفران وكثير من نظائرها فمن هذا الوجه يصح الاطلاق وانكان نحو التغير المعتبر فى الجامد مغايرا للمعتبر عنده فى المائع **بل** قد يظن اتفاق النحوين من كلام البدائع المار فى ۳۰۴ حيث ناط الامر فى المائعات بزوال الاسم وذكر فى تفصيله غلبة اللون والطعم وزوال الاسم هو المعتبر فى الجامدات ايضا بل عليه مدار الباب كما مر مرارا وكان ينتج هذا ان لاخلف بين الامامين الصاحبين الا فى التعبير۔ 1

ماہرین کے علم وتجربہ پر اعتماد ہے کہ (وہ مطلق کو مقید سمجھیں گے) ماہرینِ فن نے کہا ہے کہ فقہاء کرام یہ اس لیے کرتے ہیں تاکہ ان کے علم میں کوئی نااہل شخص برابری کا دعوٰی نہ کرے، یہ سب کچھ ردالمحتار وغیرہ میں مذکور ہے **ثانیاً** امام اسبیجابی کے قول کو مقید کرنا ضروری ہے (کیونکہ سیلاب کے پانی سے وضو کے جواز پر اجماعِ اُمت اور نبیذِ تمر سے وضو کے جواز پر علماء احناف) کا اجماع، یہ دونوں اجماع اس کے قول کی تقیید کو واجب کرچکے ہیں کہ اوصاف کے تغیر کا اعتبار صرف مائع چیز کے ملنے پر ہوگا جامد میں نہیں) **ثالثاً** آپ جامد چیز کے بارے میں اوصاف کے غلبہ کا اعتبار کہہ سکتے ہیں جبکہ یہ جامد چیز پانی میں اجزاء کے تینوں معانی میں سے کسی معنی کے لحاظ سے غلبہ کا سبب بن جائے، جیسا کہ نبیذ، زاج، عفص، عصفر اور زعفران وغیرہ کے بارے میں آپ معلوم کرچکے ہیں، اس لحاظ سے جامد اور مائع دونوں میں اوصاف کے غلبہ کا اطلاق درست ہوسکتا ہے اگرچہ جامد میں تغیر مائع میں تغیر سے مختلف ہے، بلکہ نمبر ۳۰۴ میں بدائع کی مذکور عبارت سے دونوں کے تغیر میں اتفاق کا گمان ہوتا ہے، وہاں انہوں نے بہنے والی چیزوں (مائعات) میں تغیر کا معیار پانی کے نام کی تبدیلی کو قرار دیا ہے جس کی تفصیل میں انہوں نے رنگ اور ذائقہ کے غلبہ کو بیان کیا ہے حالانکہ یہی نام کی تبدیلی جامد چیزوں میں بھی تغیر کا معیار ہے بلکہ اس میں تغیر کا دارومدار نام کی تبدیلی ہے جیسا کہ بار بار گزر چکا ہے اور اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ صاحبین (امام یوسف وامام محمد) کے درمیان صرف تعبیر کا اختلاف ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اقول وقد كان يعجبنى هذا الان المنقول عن نص محمد انما هى مسألة مطبوخ الاشنان والريحان وفيها كمال الامتزاج الموجب للغلبة بالاجزاء لكن

میں کہتا ہوں مجھے یہ بات پسند ہے کیونکہ امام محمد سے جو نص منقول ہے وہ اشنان اور ریحان کے پکائے ہوئے پانی سے متعلق ہے جبکہ اس مسئلہ میں پکانے کی وجہ سے ایسا کامل امتزاج حاصل

11/11

تعاور عبارتهم على نصب الخلاف بينهما منعني عن ذلك وان عبرة المحقق في الفتح بقوله نقل بعضهم فيه خلافا بين الصاحبين ان محمدا يعتبره باللون وابا يوسف بالاجزاء اھ[1] لكن التحقيق عندي ان زوال الاسم المذكور ههنا في البدائع ليس بالمعنى المعتبر في غير المائع كما سياتيك بيانه ان شاء الله تعالى وبالجملة قد استقر عرش التحقيق ولله الحمد على كل ما نص عليه الامام ملك العلماء في البدائع ان خلاف محمد انما هو في المائع وانه لا يقتصر على اللون بل يعتبر الطعم ايضا وانه يرتب بينهما فيقدم اللون ثم الطعم وانه ينقل الحكم بعدهما الى الاجزاء ولا يعتبر الريح ؛ هكذا ينبغي التنقيح ؛ والحمد لله على تواتر الائه ؛ وافضل صلاته وسلامه على سيد انبيائه ؛ واله وصحبه وابنه واحبائه ؛ امين هذا وزعم العلامة الحدادي في الجوهرة بعد ما صحح قول ابي يوسف ما نصه ومحمد اعتبر الاوصاف ان غير الثلثة لا يجوز وان غير واحدا جاز وان غير اثنين لا يجوز قال والتوفيق بينهما ان كان مائعا جنسه جنس الماء كماء الدباء فالعبرة للاجزاء كما قال ابو يوسف وان كان جنسه غير جنس الماء كاللبن فالعبرة للاوصاف كما قال محمد قال والشيخ يعني

ہوجاتا ہے جو اجزاء کے اعتبار سے غلبہ کا موجب بنتا ہے، لیکن فقہاء کرام کی عبارات کا ظاہر مفہوم میرے لیے مانع ہے کہ میں صاحبین کے اختلاف کو صرف تعبیری اختلاف کہوں۔ اگرچہ اس کو فتح القدیر میں محقق صاحب نے تعبیر کردیا یوں کہہ کر کہ بعض نے اس میں صاحبین کا اختلاف نقل کیا ہے کہ امام محمد رنگ کا اور امام یوسف اجزاء کے غلبہ کا اعتبار کرتے ہیں اھ لیکن میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ بدائع میں اس مقام پر پانی سے زوالِ اسم کا جو ذکر کیا ہے وہ اس معنی میں زوالِ اسم نہیں جس معنی میں غیر مائع میں معتبر ہے جس کا آئندہ بیان آئے گا ان شاء اللہ تعالٰی۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ الحمد للہ، مکمل تحقیق وہ ہے جس کو امام ملک العلماء نے بدائع میں ذکر کیا ہے کہ امام محمد کا اختلاف صرف مائع چیز کے بارے میں ہے اور یہ کہ وہ اس میں صرف رنگ نہیں بلکہ ذائقہ کا بھی اعتبار کرتے ہیں اور ان دونوں میں ترتیب کے قائل ہیں پہلے رنگ کا اور پھر اس کے بعد ذائقہ کا اعتبار کرتے ہیں اور اگر یہ دونوں نہ پائے جائیں تو پھر وہ غلبہ میں اجزاء کی طرف حکم کو منتقل کرتے ہیں اور بُو کا اعتبار نہیں کرتے، یہی تنقیح مناسب ہے انعامات کے ہجوم پر اللہ تعالٰی کی حمد ہے اور صلوٰۃ وسلام تمام انبیاء کے سردار پر اور ان کی آل واصحاب پر، آمین۔ اس کو محفوظ کر۔ جوہرہ میں امام ابویوسف کے قول کو صحیح قرار دینے کے بعد علامہ حدادی نے خیال ظاہر کیا اور کہا کہ امام محمد نے تینوں اوصاف کی تبدیلی پر وضو کو ناجائز قرار دیا، اور اگر

www.alahazratnetwork.org

---

[1] فتح القدير باب الماء الذي يجوز به الوضوء نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۵

الامام القدوری اختار قول محمد حیث قال فغیر احد اوصافہ[1] اھ

ایک وصف تبدیل اور متغیر ہوجائے تو وضو کو جائز اور دو اوصاف کی تبدیلی پر ناجائز کہا ہے، اور امام حدادی نے کہا کہ امام یوسف اور امام محمد کے اقوال میں موافقت یُوں ہوگی، اگر پانی میں ملنے والی چیز مائع ہو جو پانی کی ہم جنس ہو جیسے کدو کا جوس، تو اس صورت میں غلبہ کے لیے اجزاء کا اعتبار ہوگا جیسا کہ امام ابویوسف نے کہا ہے، اگر وہ پانی میں ملنے والا مائع ایسا ہو جو پانی کا ہم جنس نہ ہو جیسے دُودھ۔ تو اس صورت میں غلبہ کے لیے اوصاف کا اعتبار ہوگا، جیسے کہ امام محمد کا مسلک ہے۔ اور اس پر علامہ حدادی نے کہا شیخ قدوری نے امام محمد کے قول کو ترجیح دیتے ہُوئے یُوں کہا "وہ ایک وصف کو تبدیل کرے اھ (ت)

اقول ھذا لیس بتوفیق بل تلفیق ثم النصوص متظافرة عن محمد انه یعتبر اللون ثم الطعم لا انه لا یعتبر الوصف الواحد وکون ماء الدباء[2] من جنس الماء غیر معقول ولا مقبول[3] ومن نظر الفروع المارة علم انه لا یوافق القولین وما اتت به النصوص علی المذهبین ثم هو[4] خلاف الاجماع فی ماء المد فقد اطبقوا انه مادام علی رقته یجوز الوضوء به مع انه ربما یغیر وصفین بل الثلاث وما هو الا الاختلاط ما لیس من جنس الماء من تراب ورمل وغثاء وکذا اجماعهم[5] علی جواز الوضوء بما نقع فیه تمر وان حلا ولا شك ان تغیر اللون لیسبقه ما لم یصر نبیذا فلم یعتبروا فیه الاوصاف بل الاجزاء بالمعنی الثالث والله تعالٰی اعلم۔

میں کہتا ہوں یہ تو موافقت نہ ہُوئی بلکہ ایک نئی بات ہُوئی، کیونکہ تمام نصوص میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ امام محمد پہلے رنگ اور پھر ذائقہ کی تبدیلی کا اعتبار کرتے ہیں نہ کہ وہ ایک وصف کی تبدیلی کا اعتبار نہیں کرتے، نیز کدو کے جوس کو پانی کا ہم جنس بتانا غیر معقول اور غیر مقبول ہے، اور جس کو گزشتہ فروعات کا علم ہے وہ جانتا ہے کہ امام ابویوسف اور امام محمد کے اقوال میں موافقت نہیں ہے، پھر علامہ حدادی کا یہ بیان سیلابی پانی میں اجماع کے بھی خلاف ہے کہ اس سے وضو جائز ہے جب تک رقت باقی رہے حالانکہ دو بلکہ تینوں اوصاف اس میں تبدیل ہوتے ہیں باوجودیکہ یہ تبدیلی پانی کے ہم جنس کی وجہ سے نہیں بلکہ مٹی، ریت اور تنکے ملنے کی وجہ سے ہوتی ہے، اسی طرح ان کا یہ بیان کھجور ڈالنے سے میٹھے پانی میں اس اجماع کے بھی خلاف ہے جس میں اس سے

www.alahazratnetwork.org

---

[1] الجوهرة النیرة کتاب الطهارة مطبع امدادیہ ملتان ١/١٤

وضو کو جائز قرار دیا گیا ہے جب تک یہ کھجور کا میٹھا پانی نبیذ نہ بن جائے حالانکہ اس میں شک نہیں کہ مٹھاس سے پہلے وہاں رنگ بھی تبدیل ہوتا ہے اوصاف کی تبدیلی کے باوجود یہاں اس کا اعتبار نہ کرتے ہوئے وضو جائز ہے بلکہ یہاں اجزاء کے لحاظ سے غلبہ کا تیسرا معنی پائے جانے کے باوجود اس کا اعتبار نہیں کیا جاتا، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

بحث دوم اس قول کی توجیہ احکام

اقول وباللہ التوفیق کتب معللہ کو غالباً ہر خلافیہ میں خصوصاً وہ خلاف کہ امام وصاحبین یا باہم صاحبین میں ہو دلائل فریقین بیان کرنے کا التزام ہوتا ہے اگرچہ خلافیات مشائخ میں ایسا اعتنا نہ کریں مگر اس خلافیہ میں دلیل قول امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کسی کتاب میں نظر فقیر غفر لہ المولی القدیر سے اصلاً نہ گزری حتی کہ بدائع میں جس نے اُس پر مشی فرمائی سوا اس لفظ کے کہ مجمع الانہر میں اعتبار رنگ پر لکھا لان اللون مشاھد (کیونکہ رنگ نظر آتا ہے۔ ت) حالانکہ اس قول کے چار جزء ہیں ہر جزء طالب توجیہ ہے یہ دو حرفی جملہ ایک جزء کے لیے بھی وافی نہیں۔

فاولا[۱] ماکل مشاھد معتبرا فالدلیل اعم من المدعی۔

پس اولاً یہ کہ ہر مشاہدہ کی جانے والی چیز معتبر نہیں ہوتی (لہذا مجمع الانہر کا رنگ کے اعتبار میں رنگ کو مشاہدہ والا قرار دے کر دلیل بنانا درست نہیں) کیونکہ یہ دلیل عام ہے اور دعوی خاص ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

وثانیا[۲] ماکل معتبر مشاھد فالدلیل اخص من المدعی وبالجملۃ لایلزم من کونہ مشاھدا اعتبارہ ولامن عدم مشاھدۃ اٰخرعدم اعتبارہ۔

ثانیاً یہ کہ ہر معتبر چیز قابلِ مشاہدہ نہیں ہوتی پس یوں دلیل، دعوٰی سے خاص ہے، خلاصہ کلام یہ ہے کہ قابلِ مشاہدہ ہونے کو معتبر ہونا لازم نہیں اور یوں ہی دُوسری چیز کے قابلِ مشاہدہ ہونے کو غیر معتبر ہونا لازم نہیں ہے۔ (ت)

وثالثا[۳] ان خصت المشاھدۃ بالرؤیۃ خرج الطعم وقد اعتبرہ محمد وان اُرید بھا الحس دخلت الریح ولم یعتبرھا۔

اور ثالثاً یہ کہ اگر مشاہدہ کو دیکھنے سے مختص کیا جائے تو ذائقہ کا اعتبار نہ رہے گا حالانکہ امام محمد رضی اللہ عنہ ذائقہ کا اعتبار بھی کرتے ہیں اور اگر مشاہدہ سے مراد حس ہو تو پھر بُو کا اعتبار بھی کرنا ہوگا حالانکہ وہ بُو کا اعتبار نہیں کرتے۔ (ت)

وانا اقول وبربی ثم بنبیہ استعین جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ و

اور میں کہتا ہوں، اللہ تعالٰی اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین کی امداد سے، کہ

صحيه اجمعين كان محمدا يقول رضى الله تعالىٰ عنه ان رفع الحدث منوط شـــرعـــا باستعمال الماء المطلق ومطلقه هو الـــذى يتبادر الى الافهام باطلاق لفظ الماء ولاشك انها حقيقة معروفة مشهورة معلومـــة لكل احد لاتلتبس ولايحتاج احد فى ادراكها الى استجلاب العلم من خارج باخبار غيره ان هذا ماء فلايراد بمطلقه الاماشأنه هـــذا ولا شك ان الماء اذا صار على لون مائع أخر يرتاب الناظر فيه ولايقطع انه مـــاء الا اذا اخبره من يعرفه من بدء امره والّلون اول مدرك فان لم يغلب واخذه فى فمـــه للمضمضة فوجده على طعم مائع اخر يأخذه من الارتياب ما كان يأخذ فى متغير اللون بالنظر فخرجا عن الماء المطلق امّا الـــريح فربما تكتسب بالمجاورة من دون خلط شئ فما صح لونه وطعمه لايرتاب المستعمل فى كونه ماء بمجرد تغير فى ريحه فان كـــان فيه امتزاج غيره مساويا اوغالبا لا يقفـــ عليه المستعمل الا بالاخبار من خـــارج وحينئذ يعرف انه ليس بماء فالمائية لم يتوقف ادراكها على الخارج بل عن مهـــا ومعلوم ان هذا الارتياب والالتباس انـــما يكون بالمائع فالماء مهما اخذ لون جامد او طعمه لايلتبس به وانما يتوقف فيه انسلاب

امام محمد رضی اللہ عنہ گویا یوں فرماتے ہیں کہ رفع حدث کیلئے شرعاً مطلق پانی کا استعمال ضروری ہے ، اور مطلق پانی وہ ہے جو پانی کا لفظ بولنے پر ذہن میں آئے ، اور اس میں شک نہیں کہ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو مشہور و معروف اور ہر ایک کو معلوم ہے اس کو جاننے کے لیے کسی کو غیر سے سمجھنے کی ضرورت پیش نہیں آتی کہ وہ یہ بتائے کہ پانی یہ ہے۔ لہٰذا مطلق پانی سے مراد یہی عام فہم حقیقت ہے۔ لہٰذا جب کسی دوسری بہنے والی چیز کا رنگ پانی میں ظاہر ہوتا ہے تو دیکھنے والے کو ضرور تردد ہوتا ہے کہ کیا یہ پانی ہے یا کیا ہے تو جب کوئی دوسرا باخبر شخص بتائے تو اس کا تردد دور ہوتا ہے ورنہ نہیں ، پانی میں سب سے پہلے رنگ کا علم ہوتا ہے اور اگر رنگ پانی پر غالب نہ ہو تو پھر جب کلی کرنے کے لیے پانی منہ میں ڈالا جائے تو اس وقت دوسری مائع چیز کا ذائقہ محسوس ہونے لگتا ہے پھر اس کو تردد ہوتا ہے جو کہ دیکھنے پر رنگت کی تبدیلی سے نہ ہوا تھا ، پس یہ رنگ کی وجہ سے تردد اور ذائقہ کی وجہ سے تردد والا پانی ، مطلق پانی سے خارج ہوگا ، جہاں تک بُو کا تعلق ہے تو وہ قُرب وجوار میں پڑی ہوئی چیز کی خوشبو کا اثر ہوسکتا ہے ضروری نہیں کہ پانی میں مخلوط کسی چیز کی وجہ سے بُو آرہی ہو ، رنگ اور ذائقہ اگر درست ہو تو استعمال کرنے والے کو کوئی تردد پیدا نہیں ہوتا کہ یہ خالص پانی ہے ، پس اگر پانی میں ریح کے بغیر کسی دوسری شئی کی ملاوٹ ہو برابر یا غالب طور پر ہو تو استعمال کرنے والے کو تردد ہوگا مگر جب اسے کوئی خارج سے خبر دے

www.alahazratnetwork.org

اسم الماء علی تھیؤہ لمقصد اٰخر فمن ھھنا حصل الفرق بین الجامد والمائع وظھر مذھب محمد باجزائہ الاربعۃ۔

تو اس وقت وہ جانے گا یہ پانی نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ نفیس پانی کا ادراک کسی خارجی امداد کے بغیر ہوتا ہے اور یہ بات بھی واضح کہ پانی میں تردد پیدا کرنے میں کسی مائع چیز کا دخل ہوتا ہے اس کے برخلاف کسی جامد چیز کے ملنے سے پانی کے رنگ یا ذائقہ کی تبدیلی کی وجہ سے استعمال کرنے والے کو اس وقت تک تردد نہیں ہوتا جب تک کسی دوسرے مقصد کے لیے تیاری سے پانی کے نام کو تبدیل نہ قرار دیا جائے۔ اس بات سے پانی میں جامد چیز اور مائع کے ملنے کا فرق واضح ہو جاتا ہے، اور یوں امام محمد کے مذہب کے چاروں اجزاء واضح ہوئے۔ (ت)

وبعبارۃ اخری اجمعنا ان ماصار شیئا اٰخر لمقصد اٰخر لا تجوز بہ الطھارۃ وان لم تزل رقتہ ولا بلغ الممازج الماء قدرا فاذن لیس الا لتغیر فی اوصافہ اذ لو سلمت مع بقاء الطبع وغلبۃ القدر استحال ان یسلب عنہ اسم الماء من دون موجب فعلم ان التغیر فی الاوصاف ھھنا مقدم علی زوال الطبع ومغلوبیۃ القدر ثم ثم شیاٰن زوال اسم الماء وتجدد اسم اٰخر وھذا یتوقف علی تھیؤہ لمقصد اٰخر و المنع منوط بالاول وان لم یوجد الاٰخر لان الشرع المطھر انما امر بالماء فاذا انسلب عنہ اسم الماء خرج المامور بہ و ان لم یدخل فی مقصد اٰخر غیر ان الجامد یتبع فیہ الاول الاٰخر فلا ینسلب اسم الماء بہ مالم یتھیأ لمقصد اٰخر کما تری فی السیل وماء القی فیہ قلیل سکر او نقع فیہ حمص او تمر بخلاف المائع فانہ

اور امام محمد کے مسلک کی ایک دوسرے انداز سے تقریر یہ ہے کہ ہم سب کا اس بات پر اجماع ہے کہ پانی میں مخلوط چیز کے سبب کوئی اور مقصد مطلوب ہو اور کوئی اور چیز بن گئی ہو تو اگرچہ اس صورت میں پانی کی رقت باقی ہو اور پانی کی مقدار بھی ملی ہوئی چیز سے زیادہ ہو تو پھر بھی اس سے وضو جائز نہیں ہے اس کی وجہ صرف پانی کے اوصاف کی تبدیلی ہو سکتی ہے کیونکہ پانی کی رقت باقی اور اس کی مقدار غالب ہونے پر اوصاف میں بھی تبدیلی نہ ہو تو اس کو پانی نہ کہنا اور اس کو کوئی دوسرا نام دینا محال ہوگا۔ اس حقیقت کے اعتراف پر یہ امر واضح ہوگیا کہ اس صورت میں پانی کی طبع کے زوال (رقت کے ختم ہونے) اور پانی کی مقدار کے مغلوب ہونے سے قبل اس کے اوصاف کی تبدیلی ہوگی۔ پھر یہاں دو اور چیزیں ہیں: ایک پانی کے اطلاق کا نہ ہونا، دوسرا نئے نام سے موسوم ہونا، پانی کو نئے نام سے تب موسوم کیا جاتا ہے جب اس کو کسی دوسرے مقصد کے لیے تیار کیا گیا ہو، لیکن طہارت کی ممانعت کا تعلق

www.alahazratnetwork.org

اذ اغلب علی اوصاف الماء اشتبہ السماء
بہ فلم یبق مما یتبادر الیہ الفہم باطلاق
لفظ الماء فقد زال الاسم وان لم یتجدد
لہ اسم اٰخر لان بالارتیاب والالتباس
لاھذا الاسم یبقی ولا غیرہ یثبت وھذا
ھو المعنی عندی بزوال الاسم المذکور
ھنا فی کلام الامام ملک العلماء الماشی علی
قول محمد بخلاف المعتبر فی الجامد فانہ
الذی یعقبہ حدوث اسم اٰخر کما تقدم
تحقیقہ وباللہ التوفیق ولہ الحمد۔

پہلی صورت یعنی پانی کے اطلاق کے زوال سے ہے اگرچہ وہاں دوسرا نام نہ بھی دیا گیا ہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ شریعت مطہرہ نے طہارت کے لیے پانی کے استعمال کا حکم دیا ہے اور جس چیز پر پانی کا نام اور اطلاق نہ رہا تو وہ مامور بہ (پانی) سے خارج ہوگی خواہ کسی دوسرے مقصد کے لیے ہو یا نہ ہو اور اس کو نئے نام سے موسوم کیا گیا ہو یا نہ کیا گیا ہو، لیکن جامد چیز کے مخلوط ہونے پر یہ ضروری ہے کہ پہلی صورت (پانی کے اطلاق کی نفی) کے بعد دوسری صورت (نئے مقصد کے لیے تیاری کی وجہ سے نیا نام) کو ضرور لاحق ہوگی، جیسا کہ آپ سیلابی پانی، معمولی اور قلیل شکر والا پانی، جس پانی میں چنے ڈالے ہوں یا جس پانی میں کھجور ڈال دی گئی ہو، کو دیکھ سکتے ہیں (کہ ان صورتوں میں نہ صرف یہ کہ پانی کا اطلاق باقی ہے بلکہ نئے مقصد کے لیے نیا نام بھی نہیں دیا گیا، لہذا اس سے وضو جائز ہے) اس کے برخلاف وہ پانی جس میں کوئی مائع چیز ملائی گئی ہو تو اگر پانی کے اوصاف اس سے تبدیل ہوجائیں تو اس کو پانی کہنے اور اس پر پانی کا اطلاق کرنے میں تردد پیدا ہوتا ہے اور اس کا پانی ہونا ذہن میں نہیں آتا، تو نام اور اطلاق پانی کے لیے نہ رہا، لیکن نیا نام بھی اس کو نہ دیا گیا، کیونکہ تردد کی وجہ سے پہلا نام ختم ہوگیا اور نیا نام ثابت نہ ہوسکا، میرے نزدیک امام ملک العلماء کے کلام میں زوال اسم ماء سے یہی مراد ہے جہاں انہوں نے امام محمد کے قول کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔ جامد چیز میں اس کے برخلاف طہارت ممنوع ہوگی جبکہ اس کو نیا نام دیا گیا ہو جیسا کہ پہلے تحقیق ہوچکی ہے، اللہ تعالٰی سے توفیق اور اسی کے لیے حمد ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

وبہ انکشف ما یترای ورودہ
من ان ھذا یوجب اعتبار الاوصاف فی
الجامدات ایضا وان لم یحصل التھیؤ
لمقصد اٰخر ولا نعنی القلیل حتی تقولوا
ان القلیل مغلوب والمغلوب ھدر اجماعا
بل الحد الذی یعتبر فیا یجعلہ شیئا

اس تحقیق سے اس اعتراض کی حقیقت بھی بھی منکشف ہوگئی جس میں یہ کہا گیا تھا کہ مائع کی طرح جامد میں بھی اوصاف کی تبدیلی کا اعتبار کیا جاتا ہے اگرچہ جامد کو پانی میں ملا کر کسی دوسرے مقصد کیلئے تیار نہ کیا گیا ہو، یہ شبہ اس لیے ختم ہوجاتا ہے کہ بالاجماع ہم جامد کی وہ قلیل مقدار مراد نہیں لے رہے

اذا صار لمقصود اٰخر فاذا بلغ التغیر ذلک الحد لم لا یسلب اسم الماء وان لم یتجدد اسم اٰخر لعدم التھیؤ المذکور وذلک کماء الزردج فانہ یطرح ولا یصبغ بہ فلا یصیر لمقصود اٰخر بخلاف ماء الزعفران لکن اذا کان ماء الزردج بحیث یصلح للصبغ لوکان یصبغ بہ فقد تغیر و ای فرق بین المائین اذا بلغا ھذا الحد فی تغیر الماء وکون ھذا یقصد للصبغ لاذاک شیئ اٰخر وراء التغیر فالماء مغلوب فیھما علی السواء وعلیہ تدور رحی المنع وعلیک بتلطیف القریحۃ فان الانسلاب بالتجدد او الارتیاب لاغیر۔

جو صرف مغلوب ہوکر کالعدم ہوجائے بلکہ پانی میں شامل ہونے والے جامد کی اتنی مقدار مراد ہے جو کسی دوسرے مقصد کے لیے پانی کو دوسری چیز بنانے کے لیے معتبر ہوسکے توجب جامد کی وجہ سے پانی میں اس حد تک تغیر پیدا ہوجائے تو لازمی طور پر وہاں پانی کا نام سلب ہوجائے گا خواہ نئے مقصد کے لیے نیا نام اس کو نہ بھی دیا گیا ہو، اس کی مثال زردج (زردہ) والا پانی ہوسکتا ہے کہ جب پانی میں اتنا زردہ ڈالا جائے جس سے کسی چیز کو رنگ نہ دیا جاسکے تو اس صورت میں وہاں دوسرا مقصد تو حاصل نہیں مگر اس کو پانی نہیں کہا جاتا، اس کے برخلاف زعفران والا پانی ہے لیکن جب زردہ کی اتنی مقدار ہو جس سے کسی چیز کو رنگا جاسکتا ہو تو یہ بھی ایک تغیر ہے جو دوسرے مقصد کے لیے تیار کیا گیا ہے، مگر دونوں صورتوں میں اس حد کا تغیر ہے کہ وہاں پانی کا نام سلب ہوجاتا ہے فرق صرف یہ ہے پہلے میں نئے مقصد کے لیے نیا نام نہیں ہے جبکہ دوسری صورت میں نئے مقصد کے لیے نیا نام ہے، جب دونوں صورتوں میں پانی مغلوب ہوکر اپنا نام کھو بیٹھا ہے تو ان دونوں صورتوں میں اس سے وضو ناجائز ہوگا کیونکہ وضو کے منع ہونے کے لیے پانی کا مغلوب ہوجانا ہی معیار رہے۔ آپ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ پانی سے اس کے نام کو سلب کرنے والے دو سبب ہیں ایک نئے مقصد کے لیے تیار ہونا اور دوسرا اس کے پانی ہونے میں تردد پایا جانا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

وبہ ظھر الجواب عن قولھم المار فی البحث الاول من ابحاث غلبۃ الغیر عن العنایۃ ومجمع الانھر ان الغلبۃ بالاجزاء غلبۃ حقیقیۃ اذ وجود المرکب باجزائہ فکان اعتبارہ اولی بخلاف الغلبۃ باللون فانھا راجعۃ الی الوصف

گزشتہ تحقیق سے علماء کے اس قول کا بھی جواب واضح ہوگیا جس کو انہوں نے غیر چیز کے غلبہ کی پہلی بحث میں عنایہ اور مجمع الانہر سے نقل کیا ہے کہ حقیقی غلبہ اجزاء کی وجہ سے ہوتا ہے کیونکہ مرکب چیز کا وجود اجزاء کی وجہ سے ہوتا ہے لہذا اجزاء کے غلبہ کا اعتبار اولٰی ہے بخلاف رنگ والے غلبہ کا

كيف وقد اجمعنا ونص الحديث على اعتبار
الغلبة بالاوصاف فی کثیر یخالطه نجس
وفی الدم ان خرج من الفم تعتبر
الغلبة بينه وبين الريق من حيث اللون
فان كان احمر نقض الوضوء وان اصفر لا كما
فی التبيين والبحر وغيرهما وفی الدم خرج
من اسنانه فابتلعه ان غلب على الريق افطر
ويعرف بوجدان طعمه وعليه الاكثر
وبه جزم فی البزازية واستحسنه الكمال
وشيخ الاسلام الغزی كما فی الدر وهذا
التوزيع على وفق مسلكی فاعتبر فی الوضوء
اللون تقدما له وفی الصوم الطعم لتعذر
ادراك اللون وقلت خاصة انّ ايضا الامام
الثانی فی لبن امرأة خلط بدواء انه ان

اعتبار اولیٰ ہے بخلاف رنگ والے غلبہ کے کیونکہ وہ
وصف کی طرف راجع ہے۔ اس کا جواب اس لیے
واضح ہے کہ بہت سی نجس چیزیں جب پانی میں ملتی ہیں
تو وہاں اوصاف کے غلبہ کے اعتبار سے حدیث کی
نص اور ہمارا اجماع بھی ہے، اس کی مثالیں حسب ذیل
ہیں، جب منہ سے خون نکلے تو وہاں رنگ کے اعتبار سے
غلبہ ہوتا ہے کہ اگر تھوک میں سُرخی ہو تو خون غالب ہوگا
اور اگر سُرخی کی بجائے صرف زردی ہو تو تھوک
غالب ہوتا ہے جس پر وضو ٹوٹنے اور نہ ٹوٹنے کا
حکم نافذ ہوتا ہے، جیسا کہ تبیین، بحر وغیرہما میں ہے،
اور جب دانتوں سے خون نکلے اور روزہ دار اس کو
حلق میں اتار لے تو اگر خون کا ذائقہ ہوا تو خون کو
غالب قرار دے کر روزہ کے فساد کا حکم ہوگا
اور اگر خون کا ذائقہ نہ پایا تو روزہ فاسد نہ ہوگا،

ع عبارة وجيز الكردری لا شیء اذا خرج
الدم من بين اسنانه والبزاق غالب
فابتلعه ولم يجد طعمه وان غلب الدم
اوتساويا فسد[1] اھ ونظم الدر ان غلب
الدم او تساويا فسد الا لا الا اذا وجد طعمه
بزازية[2] الخ اقول فالثنيا باعتبار الغلبة
بالاجزاء والحكم باعتبار الغلبة
بالوصف فان المغلوب لا حكم له
١٢ منه غفر له۔ (م)

وجیز الکردری کی عبارت یوں ہے "جب دانتوں
سے خون نکلے اور اس پر تھوک غالب رہے تو کوئی
حرج نہیں جبکہ نگلنے میں خون کا ذائقہ نہ پاسکے،
اور اگر تھوک پر خون غالب ہو یا برابر ہو تو وضو فاسد
ہوگا اھ اور درمختار کی عبارت یوں ہے، "اگر خون
غالب ہو یا دونوں مساوی ہوں تو صوم فاسد ہوگا
ورنہ نہیں الّا یہ کہ خون کا ذائقہ پائے بزازیہ الخ میں کہتا ہوں
کہ درمختار کی عبارت میں حکم میں وصف کے لحاظ سے
غلبہ کو بیان کیا گیا ہے اور استثناء میں اجزاء کے
لحاظ سے غلبہ کو بیان کیا گیا ہے کیونکہ مغلوب چیز کے لحاظ سے حکم نہیں ہوتا۔ (ت)

[1] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیۃ کتاب الصوم ۴/ ۹۸ [2] درمختار باب ما یفسد الصوم مطبع دہلی ۱/ ۱۴۹

www.alahazratnetwork.org

غیر طعمه ولونه معا لم یتعلق به تحریم الرضاع والاحرم قال فی التبیین فی المنتقی فسر الغلبة فی روایة ابن سماعة عن ابی یوسف فقال اذا جعل فی لبن المرأة دواء فغیر لونه ولم یغیر طعمه او علی العکس فاوجر به صبی حرم وان غیر اللون والطعم ولم یوجد فیه طعم اللبن وذهب لونه لم یحرم وفسر الغلبة فی روایة الولید عن محمد فقال اذا لم یغیره الدواء من ان یکون لبنا تثبت به الحرمة اھ[1]

یہی اکثر علماء کا موقف ہے اور اسی پر بزازیہ نے جزم کیا ہے کمال اور شیخ الاسلام الغزی نے اس کو پسند کیا ہے، جیسا کہ دُرِّمختار میں ہے، اور مذکور تقسیم و ترتیب میرے ضابطہ کے مطابق ہے کہ وضوء کے بارے میں رنگ کا اعتبار پہلے ہوگا اور روزہ کے بارے میں ذائقہ کا اعتبار ہوگا، کیونکہ روزہ کی صورت میں رنگ کا ادراک مشکل ہوتا ہے۔ اور میں خاص طور پر امام ثانی (امام یوسف) کے بارے میں کہتا ہوں کہ انہوں نے عورت کے دودھ کے متعلق فرمایا ہے کہ اگر وہ دوائی میں مل جائے اور دوائی کی وجہ سے اُس دودھ کا رنگ اور ذائقہ تبدیل ہوجائے تو اس سے بچنے کے لیے رضاعت والی حرمت ثابت نہ ہوگی ورنہ حرمت ثابت ہوجائے گی۔ تبیین میں کہا ہے کہ منتقی میں امام یوسف سے مروی غلبہ کی یہ تفسیر کی گئی ہے کہ جب عورت کے دودھ میں دوائی ڈالی جائے جس سے دودھ کے رنگ اور ذائقہ میں سے ایک چیز بدل جائے اور دوسری تبدیل نہ ہو تو پھر کسی بچّے نے اسکو پی لیا تو حرمت ثابت ہوگی اور اگر دوائی کی وجہ سے دودھ کا رنگ اور ذائقہ دونوں تبدیل ہوجائیں اور ذائقہ اور رنگ باقی نہ رہے تو حرمت ثابت نہ ہوگی۔ اور امام محمد سے غلبہ کی تفسیر کو ولید نے یوں بیان کیا ہے کہ جب دوا نے دودھ کی حیثیت کو باقی رکھا تو اس سے حرمت ثابت ہوگی اھ (ت)

فان قلت لم عدل محمد ههنا عن الاوصاف الی الاجزاء **قلت** لان الحکم فی الطهارة علی الماء فلزم المطلق وههنا علی الرضاع والمص من الثدی غیر لازم بالاجماع فبقی وصول اللبن الی الجوف فما دام اللبن لبنا صدق الوصول هذا ما ظهر لی

اگر آپ کا یہ اعتراض ہو کہ امام محمد نے یہاں غلبہ کے اعتبار میں اوصاف کی بجائے اجزاء کی طرف کیوں عدول کیا ہے؟ تو اس کے جواب کے سلسلے میں کہتا ہوں کہ طہارت کے معاملہ میں حکم کا تعلق پانی سے ہوتا ہے جس کو مطلق رکھنا ضروری ہے اور یہاں حکم کا تعلق رضاع سے ہے جس میں پستان سے چوسنا لازم نہیں ہے

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الرضاع مطبع الامیریہ مصر ۲/ ۱۸۵

www.alahazratnetwork.org

فی تقریر مذھب محمد رحمہ اللہ تعالٰی۔ بلکہ بالاجماع یہاں دودھ کا حلق سے اندر اترنا معتبر ہے توجب تک دُودھ کی حیثیت باقی ہے اس وقت تک حلق میں وصول کا لحاظ باقی رہے گا، امام محمد کے مذہب کی تقریر میں یہ میری رائے ہے۔ (ت)

اقول وکان ابایوسف یقول رضی اللہ تعالٰی عنہ الارتیاب والالتباس لعارض لایغیر الذات لایخرج الشیئ عن حقیقتہ المتبادر الیھا الافہام عنہ سماع اسمہ کزید جاء متنکرا فلم یعرفہ الناس ولا معنی لزوال الاسم مع بقاء الحقیقۃ اجزاء ومقصودا کما قدمنا تحقیقہ ولربما یحصل الالتباس بخلط جامد فانہ لایغیر الا ذا انماع فاذا اتحد عملہ وعمل مائع کان اللبس علی حد سواء فانک ان القیت فی الماء عصفرا فاصفر وصار کماء الزردج لاتفرق بینہ وبین ماء القی فیہ ماء الزردج وقد اجمعنا علی اھدارہ مالم یتھیأ لمقصد اٰخر والنجس لایؤثر فی تغییر ذات الماء کما مرمنا تحقیقہ ان الماء النجس والمستعمل من الماء المطلق وانما یسلبہ وصف الطہارۃ فجاز البناء فیہ علی الاوصاف التی لاتتغیر بتغیرھا الذات بخلاف ماھنا فانہ مھما تبقی الذات سالمۃ یبقی داخلا تحت المطلق المامور بہ والمعتبر فی الوضوء[1] سیلان نجس بقوتہ ولانظر بعد ذلک الی امتزاجہ مع

میں کہتا ہوں، امام یوسف گویا یُوں فرماتے ہیں کہ عارضہ کی بنا پر کسی چیز میں تردّد واشتباہ اس چیز کی ذات کو اپنی حقیقت سے خارج نہیں کرسکتا حقیقت اس کی وہی ہے جو اس کے نام سننے پر فہم میں آئے، جیسا کہ زید اپنی حالت تبدیل کرکے آئے تو لوگ اس کو نہیں پہچانیں گے (اس کے باوجود وہ زید ہے) شَی کا نام اُس وقت تک ختم نہیں ہوتا جب تک شَی کی حقیقت اجزاء اور مقصود کے اعتبار سے باقی ہو جیسے کہ ہم نے پہلے تحقیق کردی ہے، یوں تو جامد چیز ملنے سے کبھی اشتباہ پیدا ہوجاتا ہے کیونکہ جامد چیز پانی میں پگھل کر اور گھُل کر ہی اس میں تبدیلی پیدا کرتی ہے، لہذا جب مائع اور جامد دونوں کا عمل قدرے مساوی ہے تو دونوں سے اشتباہ و تردّد کی صورت بھی برابر ہے یقیناً آپ جب پانی میں عصفر ڈالیں گے تو پانی اسی طرح زرد ہوگا جس طرح زردہ والا پانی زرد ہوتا ہے آپ رنگ کی تبدیلی میں دونوں کا فرق واضح نہیں کرپائیں گے جبکہ ہم زردہ کے پانی کے معمولی رنگ کو کالعدم قرار دے چکے ہیں نجاست پانی کی ذات کو تبدیل کرنے میں مؤثر نہیں ہوتی جیسا کہ پہلے ہماری تحقیق گزر چکی ہے کہ ناپاک پانی اور مستعمل پانی مطلق پانی ہوتے ہیں صرف ان کا وصفِ طہارت منتفی ہوتا ہے لہذا نجاست کے

www.alahazratnetwork.org

طاهر اقل منه قدرا او اکثر فاحمرار البزاق یدل علی ان الدم کثیر خارج بقوته واصفراره علی انه قلیل استتبعه البصاق قال الامام الزیلعی الدم ان خرج من نفس الفم تعتبر الغلبة بینه وبین الریق وان تساویا انتقض الوضوء لان البصاق سائل بقوة نفسه فکذا مساویه بخلاف المغلوب لانه سائل بقوة الغالب ویعتبر ذلك من حیث اللون[1] الخ ثم قال لو قاء دما ان نزل من الراس نقض قل او کثر باجماع اصحابنا وان صعد من الجوف فالمختار ان کانت علقا یعتبر ملء الفم لانه لیس بدم وانما هو سوداء احترقت وان کان مائعا نقض وان قل لانه من قرحة فی الجوف وقد وصل الی ما یلحقه حکم التطهیر[2] اه ثم قال تحت قول الکنز لا بلغما او دما غلب علیه البصاق ما نصه هذا اذا خرج من نفس الفم وان خرج من الجوف فقد ذکرنا تفاصیله[3] اه ای ان کان علقا اعتبر ملء الفم والا نقض وان قل قال العلامة الشامی فی منحة الخالق الخارج من الجوف لا یخالطه البزاق الا بعد وصوله الی الفم لان

حکم کی بنیاد ایسے اوصاف پر ہوسکتی ہے جن کی تبدیلی سے پانی کی ذات تبدیل نہ ہو لیکن پانی میں پاک چیز ملنے کی وجہ سے تغیر کا حکم اس کے خلاف ہے کیونکہ یہاں اوصاف کی تبدیلی سے مطلق پانی کی ذات قابل استعمال ہونے میں سالم رہتی ہے۔ اور وضو کے فساد میں بدن سے نجاست کا اپنی قوت سے بہنا معتبر ہوتا ہے اس کے بعد اس نجاست کا پاک چیز سے امتزاج قلیل مقدار میں ہو یا کثیر مقدار میں اسکا کوئی لحاظ نہیں ہوگا تو تھوک کی سرخی سے منہ سے نکلنے والے خون کی کثرت اور قوت سے خارج کی دلیل ہوگی اور تھوک کی زردی خون کے قلیل اور مغلوب ہونے کی دلیل ہوگی۔ امام زیلعی نے فرمایا ہے کہ منہ سے نکلنے والے خون میں غلبہ کا اعتبار ہوگا اور خون اور تھوک مساوی ہوں تو بھی وضو فاسد ہوگا کیونکہ اس صورت میں تھوک اور خون مساوی قوت سے خارج ہوئے ہیں، مغلوب کا معاملہ اس کے برخلاف ہے کیونکہ وہ غالب کے تابع ہوتا ہے اور غلبہ کا اعتبار رنگ سے کیا جائے گا الخ پھر انھوں نے اس کے بعد فرمایا اگر خون کی قے آئے تو معلوم کیا جائے کہ یہ خون سر سے اترا ہے یا پیٹ سے ابھرا ہے اگر سر سے نازل ہوا ہو تو اس سے وضو فاسد ہوجائیگا خواہ وہ خون قلیل ہو یا کثیر ہو اس پر ہمارے اصحاب کا اجماع ہے

---

[1] تبیین الحقائق نواقض الوضوء مطبعہ امیریہ بولاق مصر ۱/ ۸
[2] ایضاً ۱/ ۹
[3] ایضاً ۱/ ۹

البزاق محله الفم لا الجوف وبهذا ظهر الفرق بين الخارج من الفم والخارج من الجوف فان الخارج من الفم انما كان سيلانه بسبب البزاق وجعل غلبته على البزاق دليل سيلانه بنفسه بخلاف الخارج من الجوف فانه لا يصل الى الفم الا اذا كان سائلا بنفسه فالفرق بينهما واضح اه[۱] والمناط في الصوم دخول شیئ من الخارج في الجوف الا ما تعذر التحرز عنه ولذا عفی[ف] عن بلة تبقی بعد المضمضة وعن[ف۲] قليل اثر يبقى في الفم من المأكول وما[ف۳] وجد طعمه غير قليل كما حققه في الفتح قال لنا ان القليل تابع لاسنانه بمنزلة ريقه فلا يفسد كالريق وانما اعتبرتابعا لانه لا يمكن الامتناع عن بقاء اثر ما من المأكل حوالى الاسنان وان قل ثم يجرى مع الريق التابع من محله الى الحلق فامتنع تعليق الافطار بعينه فيعلق بالكثير ومن المشايخ[ف۴] من جعل الفاصل كون ذلك مما يحتاج في ابتلاعه الى الاستعانة بالريق اولا الاول قليل والثاني كثير وهو حسن لان المانع من الافطار بعد تحقق الوصول

اور اگر وہ پیٹ کا خون بستہ ہو تو پھر منہ بھر کر قے ہونے پر وضوء فاسد ہوگا یہی مختار مسلک ہے کیونکہ حقیقت میں وُہ خون نہیں ہے بلکہ وہ سوداء کا جلا ہوا مادہ ہے اور اگر وُہ پیٹ سے اُبھرا ہوا خون رقیق ہو تو پھر قلیل قے سے بھی وضوء فاسد ہوجائے گا کیونکہ وہ پیٹ میں کسی زخم کا خون ہے جو ایسے مرحلہ میں پہنچ گیا یعنی خارج ہو کر ایسی جگہ پہنچ گیا جس جگہ کو پاک رکھنے کا حکم ہے اھ اس کے بعد انہوں نے کنز کے اس قول لا بلغماً او دما غلب علیہ البصاق (یعنی جب بلغم کی یا ایسے خون کی قے ہو جس پر تھوک غالب ہو تو وضوء فاسد نہ ہوگا) کے تحت کہا یہ حکم جب ہے کہ وُہ خون منہ کا ہو اور اگر وہ پیٹ کا ہو تو پھر اس کی تفصیل ہم بیان کرچکے ہیں اھ یعنی یہی کہ اگر خون بستہ ہو تو منہ بھر قے ہونے پر وضوء فاسد ہوگا ورنہ نہیں اور اگر خون رقیق ہو تو پھر قلیل قے سے بھی وضوء فاسد ہوگا علامہ شامی نے منحۃ الخالق میں فرمایا کہ پیٹ سے آنے والے خون میں تھوک کی ملاوٹ منہ میں ہوتی ہے کیونکہ تھوک کا مقام منہ ہے پیٹ نہیں، اس سے منہ سے نکلنے والے خون اور پیٹ سے آنے والے خون کا فرق واضح ہوگیا کیونکہ منہ سے نکلنے والے خون کا سبب تھوک ہے اور تھوک پر اس کا غلبہ اس کے خود بہہ نکلنے کی دلیل ہے لیکن پیٹ سے

---

[۱] منحۃ الخالق علی حاشیۃ البحرالرائق نواقض الوضوء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۶

www.alahazratnetwork.org

کونہ لایسھل الاحتراز عنہ و ذلک فیما یجری بنفسہ مع الریق الی الجوف[1] لا ما یتعمد فی ادخالہ لانہ غیر مضطر فیہ وفی الکافی فی السمسمۃ ان مضغھا لایفسد الا ان یجد طعمہ فی حلقہ وھذا حسن جدا فلیکن الاصل فی کل قلیل مضغۃ اھ[2] فتبین ان اعتبار اللون والطعم فی الوضوء والصوم لیس من جھۃ اعتبار الغلبۃ بالاوصاف بل لان بھما ھھنا تحقق المناط وکذا نصوا فی خمر قبلت ان کان الماء قلیلا او مساویا یحد اذا وصل الی جوفہ وان غلب الماء لا الا ان یسکر کما فی البزازیۃ[3] فاعتبروا الغلبۃ بالاجزاء والا فالخبیثۃ تغلب ضعفھا بل اضعافھا من الماء فی الاوصاف اما مسألۃ الرضاع فالمعتمد فیھا ایضا اعتبار الاجزاء باحد المعانی الثلثۃ کما ھو قول محمد دون الاوصاف کما بینتہ فیما علقتہ علی رد المحتار علا ان المناط ھھنا شرب ما یغذی وینبت اللحم وینشز العظم فظن الامام الثانی ان الدواء اذا ذھب لونہ وطعمہ کسر قوتہ کالمخلوط

آنے والے خون کا معاملہ اس کے خلاف ہے کیونکہ اس کا منہ تک آنا خود بہہ نکلنے کی دلیل ہے اس لیے کہ وہ بہہ کر یہاں پہنچا، یوں فرق واضح ہوا اور روزہ فاسد ہونے کا معیار یہ ہے کہ خارج سے کسی ایسی چیز کا پیٹ میں داخل ہونا جس سے بچاؤ مشکل ہو تو وہ معاف ہے اسی وجہ سے کُلی کرنے کے بعد منہ میں باقی رہنے والی تری روزہ دار کو معاف ہے اور کوئی چیز کھانے کے بعد اگر اس کا قلیل اثر منہ میں باقی رہ جائے تو وہ بھی معاف ہے اور اگر کوئی ذائقہ والی چیز ہو تو وہ قلیل نہ ہوگی اس سے روزہ فاسد ہوگا۔ اس کی تحقیق فتح القدیر میں ہے، انہوں نے فرمایا ہماری دلیل یہ کہ قلیل چیز دانتوں کے تابع ہو کر تھوک کی طرح ہوجائے گی لہذا اس سے روزہ فاسد نہ ہوگا اس کو دانتوں کے تابع اس لیے قرار دیا ہے کہ کھائی ہوئی چیز کے اس اثر سے جو دانتوں کے اردگرد باقی رہ جاتا ہے بچنا مشکل ہوتا ہے کیونکہ وہ لعاب کے ساتھ مل کر حلق میں منتقل ہوجاتا ہے اس لیے روزہ کے فساد کا تعلق اس قلیل اثر سے نہ ہوگا بلکہ کثیر اثر سے ہوگا، روزہ کے لیے مفسد اور غیر مفسد اثر کے بارے میں مشایخ میں سے بعض نے

www.alahazratnetwork.org

---

[1] فتح القدیر باب ما یوجب القضاء والکفارۃ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۲۵۸

[2] " " " " " " " ۲/۲۵۹

[3] فتاوٰی بزازیۃ علی حاشیۃ الفتاوٰی الہندیۃ کتاب الاشربہ نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۱۲۵

بالطعام واللّٰہ تعالٰی اعلم فانکشف الحجاب ؛ وبن ھرالصواب ؛ والحمد للّٰہ الکریم الوھاب ؛ وصلی اللّٰہ تعالٰی علی السید الاواب ؛ وآلہ وصحبہ خیر اٰل واصحاب ؛ الٰی یوم الحساب ؛ اٰمین ۔

یہ فرق بیان فرمایا ہے کہ اگر وہ اثر ایسا ہو جس کو حلق سے اتارنے کے لیے لعاب کی مدد ضروری ہو تو وہ قلیل اور غیر مفسد ہے اور اگر لعاب کے بغیر اس کو حلق سے اتارا جا سکے تو کثیر اور مفسد ہے، یہ فرق خوب ہے کیونکہ حلق تک وصول کے باوجود روزے کا فاسد نہ ہونا اس بنا پر ہے کہ اس سے بچنا مشکل ہے کیونکہ لعاب سے مل کر خود بخود وہ اثر حلق سے بغیر قصد اتر جاتا ہے اور جو اثر قصداً اتارنا پڑا وہ معاف نہیں ہے کیونکہ اس میں کوئی مجبوری نہیں ہے، اور کافی میں ہے کہ اگر تل کا دانہ چبایا تو روزہ فاسد نہ ہوگا لیکن اگر اس کا ذائقہ حلق میں پایا جائے تو فاسد ہوگا۔ یہ فرق بہت خوب ہے اھ اس بحث سے یہ واضح ہُوا کہ روزہ اور وضوء کے فساد میں رنگ اور ذائقہ کا اعتبار غلبہ کی وجہ سے نہیں بلکہ اس لیے کہ ان دونوں وصفوں کی وجہ ان کے فساد کا معیار پایا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے شراب کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ شراب میں پانی قلیل یا مساوی ہو تو پینے والے کو حد لگے گی بشرطیکہ یہ شراب اس کے حلق سے نیچے اتر گئی ہو، اور اس میں پانی کثیر اور زیادہ تھا تو حد نافذ نہ ہوگی بشرطیکہ نشہ نہ ہوا ہو، اس کو بزازیہ میں ذکر کیا ہے، یہاں فقہاء نے اجزاء کے لحاظ سے غلبہ کا اعتبار کیا ہے، ورنہ خبیث شراب تو اپنے سے کئی گنا زیادہ پانی میں مل کر بھی اوصاف میں غالب رہتی ہے لیکن رضاع کے مسئلہ میں بھی اجزاء کے لحاظ سے غلبہ کا اعتبار ہوتا ہے خواہ وہ غلبہ اپنے تین معانی میں سے کسی معنیٰ میں پایا جائے، یہاں اوصاف کے لحاظ سے غلبہ کا اعتبار نہیں ہے یہ امام محمد کا قول ہے جیسا کہ میں نے اس کو ردالمحتار کی تعلیقات میں ذکر کیا ہے اس کے علاوہ یہاں رضاع میں حکم کا معیار، غذا، گوشت پیدا کرنا اور ہڈی بنانے والی چیز کو پینا ہے تو دوسرے امام (امام ابو یوسف) نے یہ گمان فرمایا کہ جب دوا عورت کے دُودھ میں مل کر اس کے رنگ اور ذائقہ کو ختم کر دے گی تو وہ دودھ کی قوت کو بھی ختم کر دے گی جیسے طعام میں مل کر دُودھ کی قوت ختم ہو جاتی ہے واللّٰہ تعالٰی اعلم، حجاب اُٹھ گیا، درستی کھل گئی، الحمدللّٰہ والصلوٰۃ علٰی رسول اللّٰہ وآلہٖ وصحبہ اجمعین، آمین۔ (ت)

فصل رابع ضوابط کلیہ۔ الحمدللّٰہ ہمارے بیانات سابقہ نے واضح کر دیا کہ دونوں مذہب امامین مذہب رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما دو ضابطۂ کلیہ ہیں،

اوّل ضابطۂ یوسفیہ کہ جب پانی کا سیلان زائل ہو جائے یا رقت نہ رہے اگرچہ بے کسی چیز کے ملنے یا آگ میں اس کا غیر کہ مقدار میں برابر یا پانی سے زائد ہو مل جائے یا دوسری شے سے مل کر

ایک مرکب جداگانہ مقصد آخر کے لیے ہوجائے اگرچہ وہ دوسری شے پانی سے مقدار میں کتنی ہی کم ہو ان صورتوں میں پانی مقید ہوگیا اور قابلِ وضو نہ رہا ورنہ مطلقاً مائے مطلق ہے اگرچہ رنگ مزہ بُو سب بدل جائیں اور یہی صحیح و معتمد اور یہی مفاد متون مستند ہے۔

دوم ضابطہ شیبانیہ کہ اگر سیلان یا رقت نہ رہے تو مقید ہے اگرچہ بے خلط چیزے ہو اور کسی چیز کے خلط سے مقصد دیگر کے لیے چیز دیگر ہوجائے تو مقید ہے اگرچہ مخلوط جامد ہو اور اگر یہ صورتیں نہیں اور مخلوط شے جامد ہے تو مطلقاً مائے مطلق ہے اگرچہ اوصاف بدل جائیں اور اگر مخلوط شے مائع ہے تو اوّلا رنگ دیکھیں گے اگر پانی پر اُس کا رنگ اس درجہ غالب آیا کہ ناظر کو اُس کے پانی ہونے میں اشتباہ پڑے مائع دیگر کا شبہ گزرے تو مقید ہوگیا اور اگر رنگ اتنا نہ بدلا تو مزے پر نظر ہوگی اگر مزہ اُس حدِّ التباس تک بدل گیا تو مقید ہے اور اگر رنگ و مزہ اس حد تک نہ بدلے تو بُو کا لحاظ نہیں صرف یہ دیکھیں گے کہ وُہ دوسرا مائع اگر مقدار میں پانی سے زائد یا برابر ہے مقید ہوگیا ورنہ مطلق ہے۔

سوم ضابطہ برجندیہ کہ پاک چیز جو پانی میں ملے اگر جنس ارض سے ہے جیسے مٹی ہرتال چُونہ یا اُس سے زیادت نظافت مقصود ہوتی ہے جیسے صابون وغیرہ اگرچہ پکنے میں ملے ان دونوں صورتوں میں جب تک پانی اپنی رقت پر باقی ہے وضو جائز ہے ورنہ نہیں اور اگر نہ جنس زمین سے ہے نہ اُس سے زیادت نظافت مقصود تو اُس کا خلط اگر پکتے میں ہوا اور اُس سے پانی میں کچھ بھی تغیر آیا وضو جائز نہیں اگرچہ رقت باقی رہے مگر ظہیریہ نے اس میں بھی اعتبار رقت کیا اور اگر خلط بلا طبخ ہوا تو اس صورت میں امام محمد مطلقاً اعتبار رنگ فرماتے ہیں اور امام ابو یوسف کے نزدیک اگر وہ بہتی ہوئی چیز ہے تو کثرت اجزا کا اعتبار ہے اگر پانی زیادہ ہے وضو جائز ورنہ نہیں اور غیر مائع میں وہی اعتبار رقت ہونا چاہیے کہ پانی اپنی رقت پر رہے تو وضو ناجائز ورنہ جائز۔

www.alahazratnetwork.org

قال رحمہ اللّٰہ تعالٰی تفصیلہ ان الطاھر المخالط امّا[۱] من جنس الارض کالتراب والزرنیخ والنورۃ او من غیر جنس الارض وھو[۲] اما ان لم یختلط بہ بالطبخ او[۳] اختلط بہ بالطبخ وحینئذ اما ان یقصد بہ النظافۃ کالاشنان او[۴] لا فھذہ اربعۃ اقسام وحکم الاقسام الثلثۃ الاُوَل

(علامہ برجندی) رحمہ اللّٰہ تعالٰی نے کہا کہ پانی میں پاک چیز ملنے کی تفصیل یوں ہے کہ وہ مٹی، ہڑتال، چونا جیسی جنس زمین سے ہوگی یا غیر جنس زمین سے، پھر خواہ وُہ پانی میں پکانے سے نہ ملے یا پکانے سے مل گئی اور ملانے سے مقصود طہارت میں مبالغہ ہے جیسے اشنان یا نہیں تو یہ کل چار صورتیں ہوئیں، پہلی تین صورتوں میں تو یہ حکم ہے کہ اگر پانی غالب ہو تو وضو

انه ان غلب الماء جاز التوضئ وان غلب ذلك المخالط لا، ومعنى غلبة المخالط فی الاول والثالث ان تزول الرقة وفی الثانی ان یغلب لون المخالط علی لون الماء عند محمد وفی الاجزاء علی الاجزاء عند ابی یوسف رحمهما الله تعالٰی واذا اعتبر غلبة الاجزاء ففی غیر المائعات ینبغی ان یکون بحیث یخرج الماء عن الرقة وفی روایة عن ابی یوسف فی هذا القسم ان کان مما لا یقصد به النظافة کالصابون فهو غیر طهور مطلقا سواء غلبت الاجزاء اولا هذا هو المفهوم من الفتاوی الظهیریة وشروح الهدایة، وذکر فی الهدایة انه یعتبر فی الغلبة اولا اللون ثم الطعم ثم الاجزاء[له] واما حکم القسم الرابع فاشار الیه بقوله (او غیره طبخا وهو مما لا یقصد به النظافة) واطلاق التغیر وجعله قسیما للاخراج عن طبع الماء مما یتبادر منه ان مطلق التغیر بالطبخ مانع سواء اخرجه عن طبع الماء اولا وهذا هو المفهوم من الهدایة ویؤیده ما فی الخزانة وفتاوی قاضی خان انه اذا طبخ فیه الباقلی وریح الباقلی یوجد منه لا یجوز به التوضی هذا وقد ذکر فی الفتاوی الظهیریة انه اذا طبخ الحمص

جائز ہوگا ورنہ وضو جائز نہ ہوگا، پہلی اور تیسری صورت میں ملنے والی شے کا غلبہ تب ہوگا جب پانی کا پتلا پن جاتا رہے اور دوسری صورت میں امام محمد کے ہاں جب ملنے والی شے کا رنگ پانی پر غالب آجائے غلبہ ہوگا، اور امام ابویوسف کے ہاں جب اس کے اجزاء غالب ہوجائیں تو غلبہ ہوگا، چونکہ امام ابویوسف غلبہ بالاجزاء کے قائل ہیں بنابریں غیر مائع اشیاء کا غلبہ پانی کے پتلے پن کے زوال سے ہونا چاہیے۔ امام ابویوسف سے ایک اور روایت بھی ہے کہ اگر ملنے والی شے سے طہارت میں مبالغہ مقصود نہ ہو مثلاً صابن، تو پانی وضو کے قابل مطلق نہ رہے گا چاہے اجزاء کا غلبہ ہو یا نہ ہو فتاوی ظہیریہ اور شرح ہدایہ کا مفہوم یہی ہے، اور ہدایہ میں یہ مذکور ہے کہ اولاً رنگ پھر ذائقہ پھر اجزاء کے غلبہ کا اعتبار ہوگا۔ رہا چوتھی صورت کا حکم جس کی طرف برجندی نے "یا غیر جنس الارض پکانے سے ملے جس سے مبالغہ طہارت مقصود نہ ہو" کے الفاظ سے اشارہ کیا ہے۔ تغیر کو مطلق رکھنے اور پانی کے طبعی حالت سے اخراج کے مقابل ذکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسری شے کے پانی میں پکنے سے آنے والی تبدیلی وضو سے مانع ہے چاہے پانی کو طبعی حالت سے نکالے یا نہ نکالے، یہ ہدایہ سے مفہوم ہے، جبکہ خزانہ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ اور فتاوی قاضی خان میں ہے کہ جب پانی میں لوبیا پکایا جائے اور اس کی بُو محسوس ہونے لگے تو اس سے

www.alahazratnetwork.org

او ابا قلی فی الماء وصار بحیث اذا برد ثخن لا یجوز بہ التوضی وان لم یثخن ورقۃ الماء باقیۃ جاز اھ وسقناہ تماما وان تقدم اٰخرہ لجمع کلامہ فی محل واحد۔

وضو جائز نہ ہوگا، فتاوٰی ظہیریہ میں ہے کہ چنے یا لوبیا پانی میں ابالے گئے اور سکون ہونے پر پانی گاڑھا ہوگیا تو وضو جائز نہ ہوگا، اور اگر پتلا پن برقرار رہا تو جائز ہوگا۔ یہاں تمام عبارات کو محض یکجا کرنے کی خاطر ذکر کردیا گیا ورنہ اس کا آخری حصہ تو پہلے بھی ذکر ہوچکا ہے۔ (ت)

اقول اس کا خلاصہ یہ کہ امام ابویوسف کے نزدیک مطلقاً رقت آب پر مدار ہے مگر دو صورتوں میں ایک یہ کہ کوئی بہتی چیز بغیر طبخ پانی میں ملے کہ اس میں کثرت اجزاء پر لحاظ ہے دوسرے یہ کہ جس چیز سے زیادت نظافت نہ مطلوب ہو طبخ میں ملے اس میں مطلق تغیر مانع ہے اور امام محمد کے نزدیک مطلقاً اوصاف کا اعتبار ہے مگر دو صورتوں میں ایک یہ کہ ملنے والی چیز جنس زمین سے ہو دوسری یہ کہ اُس سے زیادت نظافت مطلوب ہو ان دونوں میں رقت پر نظر ہے، ہماری تحقیقات وتنقیحات مذکورہ اور ائمہ کے نصوص و تصریحات مسطورہ پر نظر کرنے والا جانے گا جن وجوہ سے اس میں کلام ہے مثلاً

اوّل[۱] مذہب امام ابویوسف میں مقصد آخر کے لیے شَے دیگر ہوجانے کا ذکر باقی رہ گیا اس میں رقت وکثرت اجزا کسی کا لحاظ نہیں۔

فان قلت الیس قال باعتبار الاجزاء علی قولہ وقد تقدم لك ان معناھا الثالث التھیؤ لمقصد اٰخر۔

اعتراض: کیا برجندی نے باعتبار الاجزاء کے الفاظ قد تقدم لك ان معناھا الثالث التھیؤ لمقصد اٰخر کے تحت نہیں کہے؟

اقول لکن کلامہ بمعزل عنہ الاتری انہ خصھا فی الجامدات بانسلاب الرقۃ۔

جواب: برجندی کی کلام کا مقصد ہرگز وہ نہیں جو بیان کیا جارہا ہے کیونکہ اس نے اس صورت کو جامدات کے ملنے پر پانی کی رقت ختم ہوجانے کے ساتھ مخصوص قرار دیا ہے۔ (ت)

ثانی[۲] یونہی مذہب امام محمد میں اس کا ذکر نہ آیا حالانکہ وہ مجمع علیہ ہے جیسا کہ مسائل نبیذ و زعفران وغیرہا میں گزرا۔

ثالث[۳] نمبر ۲۱۷ و بحث دوم ابحاث طبخ میں ۳۱ کتابوں سے تصریح وتحقیق گزری کہ طبخ میں بھی رقت ہی مدار ہے مجرد تغیر وصف کافی نہیں۔

---

[۱] شرح النقایۃ للبرجندی ابحاث الماء من کتاب الطہارۃ مطبعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۲

ف۱ رابع وہیں گزرا کہ منطف وغیر منطف میں کیا فرق ہے ۔

ف۲ خامس نیز یہ کہ صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی سے مذہب منقول میں دونوں کا ایک حکم ہے ۔

ف۳ السادس انما الغلبة قطب لرحی فلا تختص بها الاقسام الاولی ۔

چھٹا اعتراض : پہلی اقسام غلبہ کے ساتھ مختص نہیں ہیں حالانکہ غلبہ ہی اس مسئلہ کا مدار ہے ۔

ف۴ السابع محمد لا یقتصر علی اللون ۔

ساتواں اعتراض : امام محمد محض رنگ پر اکتفا نہیں کرتے ۔

ف۵ الثامن مجرد الخلط بلا تغییر مالا یمنع اجماعا فلا بد من تقیید اطلاق ماذکر روایة عن الثانی فی القسم الثانی ۔

آٹھواں اعتراض : محض ملاوٹ بغیر پانی کی تبدیلی کے جو بالاجماع وضوء سے مانع نہیں ہے لہذا قسم ثانی میں امام ابو یوسف کی مطلق روایت کو مقید بنانا ضروری ہے ۔

ف۶ التاسع قدمنا مافی استشهاده باطلاق التغیر وجعله قسیما لزوال الطبع قبیل ۲۱۸ ۔

نواں اعتراض : ہم نے نمبر ۲۱۸ سے تھوڑا پہلے وہ اعتراض ذکر کیا ہے جو بحوالہ امام ابو یوسف پانی میں تبدیلی کو مطلق رکھنے اور حالت طبعی سے نکلنے کا مقابل بنانے پر ہوتا ہے ۔

ف۷ العاشر حققنا مفهوم الهدایة فی ثانی ابحاث الطبخ وان مافهم منه من الاجتزاء بمجرد تغیر الوصف الذی استشهد علیه بعبارة الخزانة والخانیة غیر مراد ۔

دسواں اعتراض : ہدایہ کے مفہوم کی تحقیق پکانے کی مباحث میں سے بحث ثانی میں ہم بیان کرچکے ہیں اور یہ بھی کہ اس سے جو سمجھا جارہا ہے کہ صرف اس وصف کے تغیر پر اکتفا کیا جائیگا جس پر خزانہ اور خانیہ کی عبارت شاہد ہے یہ مراد نہیں ہے ۔

ف۸ الحادی عشر ذکرنا معنی کلام الخانیة فی ۲۱۷ وانه لا یؤید مایرید ۔

گیارھواں اعتراض : ہم خانیہ کے کلام کا صحیح مفہوم ۲۱۷ میں واضح کرچکے ہیں جو برجندی کے خیال کا مؤید نہیں ہے ۔

ف۹ الثانی عشر ذکرنا فی ثانی ابحاث الطبخ مافی الاستناد بها بثلثة وجوه ۔

بارھواں اعتراض : خانیہ کی عبارت کو سند بنانے پر ہم پکانے کی بحث ثانی میں تین وجوہ سے اعتراض کرچکے ہیں ۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

چہارم ضابطۂ زیلعیہ عبارت امام زیلعی ۲۸۷ میں گزری اور ان کا خلاصۂ ارشاد کہ جو[1] پانی درختوں سبزیوں نے پی لیا منعقات[2] مثل صابون وغیرہ کے سوا اور کوئی چیز اس میں پکانے سے نہایت گھاڑا میل ہوگیا یا[3] اور طرح دوسری چیز مل کر اس پر غالب آگئی اس سے وضو ناجائز ہے ورنہ جائز۔ یہ تین اسباب تقییدہیں اور ان میں سبب سوم یعنی بلا طبخ و تشرب غلبۂ غیر کی یہ تفصیل کہ جامد شے[1] ملی تو پانی رقیق نہ رہے اور[2] بہتی چیز اگر رنگ، مزہ، بُو تینوں وصف میں پانی کے مخالف ہے تو دو وصف بدل دے اور[3] دو یا ایک میں مخالف ہے تو ایک ہی بدلنا کافی ہے اور کسی[4] میں مخالف نہیں تو کثرت مقدار کا اعتبار ہے اگر پانی مقدار میں زاید ہے وضو جائز ہے ورنہ نہیں۔

اقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق (اللہ تعالٰی کی توفیق سے میں کہتا ہوں اسی کی توفیق سے تحقیق کی گہرائی تک پہنچا جاسکتا ہے۔ت) یہ فقیر حقیر غفرلہ الغفور القدیر اکابر کے حضور زبان کھولنے کی کیا لیاقت رکھتا ہے مگر بحمد المولٰی سبحنہ وتعالٰی جب دامن ائمۂ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم ہاتھ میں ہو تو دل قوی ہوتا ہے۔ بیان امام فخر زیلعی رحمہ اللہ تعالٰی کے دو حصے ہیں،

پہلا ضابطۂ تقیید یعنی پانی کس کس سبب سے مقید ہوکر آب مطلق لائق وضو نہیں رہتا یاان لفظوں میں تھا کہ تشرب[1] نبات یا کمال[2] امتزاج بطبخ غیر منظف یا غلبۂ غیر وبس اس میں صرف تین وجہ سے کلام ہے۔

www.alahazratnetwork.org

اول[1] یہ کلام نفیس وصحیح ورجیح ونجیح تھا اگر کلام آتی میں غلبۂ غیر کو زوال رقت وغلبہ اوصاف وکثرت مقدار سے خاص کرتے کہ زوال اسم وتبدل مقصود کو بھی شامل رہتا کما قدمنا فی مبحث غلبۃ الغیر۔

اقول بلکہ اب صرف غلبۂ غیر پر قناعت بس تھی کہ تشرب نبات وامتزاج بالطبخ کو بھی شامل مگر اُس تخصیص سے تقیید کا یہ اجماعی سبب اعنی تبدل مقصود باقی رہ گیا اور بس کہنا صحیح نہ ہوا اس کی تحقیق و تنقیح مستطاب اور کلام بحر وابوالسعود سے جواب ۲۸۷ میں گزرا وباللہ التوفیق یہ اعتراض اصل میں بحر کا ہے۔

دوم تشرب نبات سے قاطرکرم کو کہ آپ ٹپکتا ہے خارج فرمانا اگرچہ ایک جماعت اکابر نے مانا تحقیق اس کے خلاف ہے اس کا بیان ۲۰۵ میں گزرا یہ اعتراض امام ابن امیر الحاج نے حلیہ میں کیا

فقال فی اثناء نقل الضابطۃ حین بلغ ھذا المحل مانصہ لکن عرفت ما فی ھذا الحکم من الخلاف وما فی ھذا التعلیل

ضابطہ نقل کرتے ہوئے امام امیر الحاج نے یہاں پہنچ کر اپنے لفظوں میں یوں کہا لیکن اس حکم میں اختلاف اور بیانِ علت میں جو معنوی تعارض ہے اس سے

من المعارضة فی المعنی کما قد مناہ اٰنفا من الکافی عن المحیط و ذکرنا ان الظاھر انہ الاوجہ اھ۔[1]

تم باخبر ہوچکے ہو، جیسا کہ ہم نے کچھ ہی پہلے کافی سے بحوالہ محیط نقل کیا اور یہ بھی بتایا ہے کہ درحقیقت مضبوط بات بھی یہی ہے (ت)

اقول بلکہ اس کے پانی ہی ہونے میں کلام ہے اس کا بیان حاشیہ ۲۰۷ میں گزرا۔

سوم اقول مطبوخ منظف کا حکم باقی رہ گیا

فانہ اخرجہ من الطبخ بالقید و من الغلبۃ بقولہ و غلبۃ الممتزج بالاختلاط من غیر طبخ ولا بتشرب نبات۔[2]

کیونکہ اس کو طبخ اور غلبہ کی صورتوں سے خارج کردیا ہے۔ طبخ سے (غیر منظفات کی) قید لگاکر، اور غلبہ سے یہ کہہ کر نکال دیا کہ پانی میں ملنے والی چیز کا بغیر پکانے اور بغیر سبزوں کے چوسنے، کے غلبہ ہو۔ (ت)

دوسرا ضابطہ غلبہ بے تشرب و بے طبخ وہ یہاں سے آغاز ہوا کہ اگر جامد شے ملی الی آخرہ۔

اقول اول میں جو کچھ فرمایا منقول تھا یہ دوم ہی امام ممدوح کا ایجاد و اجتہاد ہے جسے امام محقق علی الاطلاق پھر علامہ شرنبلالی پھر علامہ شامی نے بلفظ اقتحام تعبیر فرمایا کہ اقتحمؒ شارح الکنز رحمہ اللہ تعالٰی التوفیق بین کلام الاصحاب باعطاء ضابط فی ذلک۔[3] (شارح کنز علیہ الرحمۃ نے فقہاء کے مختلف اقوال کو موافق بنانے کے لیے ضابطہ دے کر اس میں سینہ زوری سے کام لیا ہے۔ت) اور یہی معترک ایرادات و مجمع ہر گونہ مخالفات ہے۔

از انجملہ **چہارم** کران چیزوں کا ہے جو کہ پانی کو مقید کریں نہ کہ پانی ہی نہ رکھیں اور سلب رقت ہو کر پانی ہی نہ رہے گا تو سبب سوم کی چاروں صورتوں سے پہلی حذف ہونی چاہیے یہ اعتراض امام ابن الہمام

ع‎ه‎ ھذہ عبارۃ المحقق حیث اطلق و مثلہ للشامی و لفظ الشرنبلالی فی الغنیۃ کما قال الزیلعی المقتحم لھذا الضابط ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

یہ عبارت محقق مطلق (صاحبِ فتح القدیر) کی ہے اور شامی نے بھی یہی الفاظ کہے ہیں البتہ شرنبلالی نے غنیہ میں یُوں کہا کہ جیسے زیلعی نے کہا کہ جو اس ضابطہ کا اختراع کنندہ ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] حلیہ

[2] تبیین الحقائق — کتاب الطہارۃ — مطبعہ امیریہ بولاق مصر ۱/۲۰

[3] فتح القدیر — الماء الذی یجوز بہ الوضوء — نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۵

کا ہے،

حيث قال بعد نقل الضابطة والوجه ان يخرج من الاقسام ما خالط جامد افسلب رقته لان هذا ليس بماء مقيد والكلام فيه بل ليس بماء اصلا كما يشير اليه قول المصنف الا ان يغلب فيصير كالسويق لزوال اسم الماء عنه[1] اھ ونقله في منحة الخالق واقره۔

ابن ہمام نے ضابطہ نقل کرنے کے بعد کہا بہتر یہ ہے کہ ان صورتوں میں سے جامد شے کے ملنے سے پانی کی رقت زائل ہوجانے کی صورت نکال دی جائے، کیونکہ یہ مقید پانی نہیں ہے جس میں کہ بات ہورہی ہے بلکہ یہ سرے سے پانی ہی نہیں جس کی طرف خود مصنف نے یوں اشارہ کیا کہ مگر یہ کہ غالب ہوکر ستو جیسی شے بن جائے کیونکہ اسے پانی نہیں کہا جاتا اسکو منحۃ الخالق میں نقل کیا ہے اور ثابت رکھا ہے (ت)

اقول وما هو الا شبه الاخذ على اللفظ اذ لا اثر له على الاحكام وما مثله في الفقه بنادر۔

میں کہتا ہوں، حالانکہ یہ مناسب نہیں، لفظی گرفت سے احکام پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور فقہ میں ایسی چیز نادر نہیں ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

پنجم خرما جامد ہے تو بحکم ضابطہ نبیذ سے وضو جائز ہونا چاہئے جب تک پانی رقیق رہے حالانکہ یہ خلاف صحیح ہے اور روایت جواز سے امام نے رجوع فرمائی۔

اقول خرمے کی کیا تخصیص ہے کہ صحیح و مرجوح و مختار و مرجوع سے فرق کرنا پڑے کشمش مشمش انجیر وغیرہا سب جامد ہیں اور ان کی نبیذ سے وضو بالاجماع باطل اور بحکم ضابطہ جواز چاہئے۔

ششم یونہی زعفران جامد ہے تو اگرچہ تینوں وصف بدل دے بروئے ضابطہ جواز رہے جب تک رقت باقی ہو حالانکہ حکم منصوص عدم جواز ہے جبکہ رنگنے کے قابل ہوجائے یہ دونوں اعتراض علامہ صاحب بحر الرائق کے ہیں ان کا ذکر ۲۸۷ و ۲۹۵ میں گزرا

مع ما حاول البحر من توجيهه ورد النهر عليه وتحقيق الرد بما لا مزيد عليه وقد منا ايضا في ۱۲۴ ما ورد في مسألة الزعفران من عبارات ظواهرها

اس کے ساتھ ہی صاحب بحر الرائق کی توجیہ اور صاحب نہر کے رَد اور رَد کی ایسی تحقیق کی ہے جس پر اضافہ کی گنجائش نہیں ہے اور ہم نے پہلے بھی نمبر ۱۲۴ میں مسئلہ زعفران سے متعلق وہ روایات

---

[1] فتح القدیر الماء الذی یجوز بہ الوضوء نوریہ رضویہ سکھر ۶۵/۱

متنافية وردها بتوفيق الله تعالٰی الٰی جادة واحدة صافية۔

اقول وبه ظهر ولله الحمد محمل ما فی البحر اذ قال بعد ما ذکر تبعا للهداية ان ماء الزعفران ماء مطلق عندنا ومقيد عند الشافعی رضی الله تعالٰی عنه ما نصه فان قيل لو حلف لايشرب ماء فشرب هذا الماء المتغير لم يحنث ولو استعمل المحرم الماء المختلط بالزعفران لزمته الفدية ولو وکل وکيلا بان يشتری له ماء فاشتری هذا الماء لايجوز فعلم بهذا ان الماء المتغير ليس بماء مطلق قلنا لانسلم ذلك هکذا ذکره السراج الهندی

اقول ولئن سلمنا فالجواب اما فی مسألة اليمين والوکالة فالعبرة فيهما للعرف وفی العرف ان هذا الماء لايشرب واما فی مسألة المحرم فانما لزمته الفدية لکونه استعمل عين الطيب وان کان مغلوبا اھ[1] فالکلام فی ماء خالطه زعفران قليل فغير لونه ولم يجعله صالحا للصبغ فهذا هو الباقی علی اطلاقه الصالح للطهارة به وفيه يستقيم قول العلامة السراج لانسلم

بھی ذکر کی ہیں جو بظاہر متنافی ہیں اور ان کا ایسا مطلب بھی بیان کیا ہے جو انہیں بے غبار بنادیتا ہے۔(ت)

میں کہتا ہوں بحمدہٖ تعالٰی اس تقریر سے بحر کی وہ عبارت بھی واضح ہوگئی جو اس نے ہدایہ کی اتباع میں کہی کہ زعفران والا پانی ہمارے نزدیک مطلق پانی ہے اور امام شافعی کے ہاں مقید ہے ان کی عبارت یہ ہے اگر اعتراض کیا جائے کہ اگر کسی نے پانی نہ پینے کی قسم کھائی پھر زعفران ملا پانی پی لیا تو قسم نہیں ٹوٹے گی، یونہی حالت احرام میں زعفران کے پانی سے غسل کرلیا تو فدیہ لازم آئے گا، اور کسی کو پانی خریدنے کے لیے وکیل بنایا گیا ہو اور وہ زعفران ملا پانی خریدے تو یہ جائز نہ ہوگا تو ثابت ہوا کہ زعفران ملا پانی مطلق پانی نہیں ہوتا (جو آپ کے مسلک کے خلاف ہے) تو ہم جواب دینگے کہ ہم ان باتوں کو تسلیم نہیں کرتے جیسا کہ سراج ہندی نے کہا، میں کہتا ہوں کہ اگر ہم آپ کے اعتراضات کو درست تسلیم کربھی لیں (تو بھی ہمارے مسلک کے خلاف لازم نہیں آتا) کیونکہ قسم اور وکالت کی صورتوں میں تو عرف کا اعتبار ہوتا ہے اور عرف میں ہے کہ ایسا پانی پیا نہیں جاتا اور احرام والے مسئلہ میں فدیہ لازم ہونے کی وجہ خوشبو کا استعمال ہے اگرچہ یہاں خوشبو مغلوب ہے، پانی کا مقید ہونا نہیں ہے، پس کلام اس

---

[1] بحرالرائق الماء الذی یجوز بہ الوضوء سعید کمپنی کراچی ۱/۶۸

www.alahazratnetwork.org

ان شاربه لا یحنث وان المحرم یفدی باستعماله وان الوکیل ان شراہ لا یلزم الموکل کیف وھو ماء مطلق و قلیل التغیر ھدر شرعا وعرفا۔

زعفران ملے پانی میں ہوگا جس میں اتنی تھوڑی مقدار میں زعفران ملا ہو جس سے پانی کا رنگ تو بدل گیا مگر وہ رنگنے کے قابل نہ ہو، تو ایسا پانی خالص پانی شمار ہوگا، اور علامہ سراج کا قول لانسلم الخ بھی درست رہے گا کہ ہم نہیں مانتے کہ زعفران والا پانی پینے سے قسم نہیں ٹوٹے گی اور یہ کہ مُحرِم پر فدیہ لازم آجائیگا۔ اس پانی کو استعمال کرنے کی وجہ سے اور وکیل بالشراء زعفران والا پانی خریدنے کا مجاز نہ ہوگا کیونکہ یہ مطلق پانی ہے اور معمولی تبدیل کا عرفاً اور شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ (ت)

اقول والا لم یحنث بشرب ماء المد ولم یجز شراء الوکیل ممن احرزہ وھو کما تری وقد صرحوا[ف1] ان الطیب ان طبخ فی طعام سقط حکمه والا فالحکم للغالب فان غلب الطیب[1] وجب الدم وان لم تظھر رائحته کما فی الفتح والا فلا شیئ علیه غیر انه اذا وجدت معه الرائحة کرہ[ف2] وان خلط بما یستعمل فی البدن کاشنان ونحوہ ففی رد المحتار عن المسلك المتقسط عن المنتقی ان کان اذا نظر الیه قالوا ھذا اشنان فعلیه صدقة وان قالوا ھذا طیب علیه دم[2] اھ وما قالوا[ف3] فیما خلط بمشروب ان الحکم فیه للطیب مطلقا فان غلب وجب الدم والا فالصدقة الا ان یشرب مرارا فالدم فقد بحث فیه فی البحر انه ینبغی التسویة بین

میں کہتا ہوں، اور اگر معمولی تغیر کا اعتبار ہو تو قسم اٹھانے والے کی قسم سیلاب کا گدلا پانی پینے سے نہ ٹوٹے گی اور وکیل بالشراء گدلا پانی خریدنے کا مجاز نہ ہوگا حالانکہ اس کے غلط ہونے پر آپ بخوبی واقف ہیں پھر یہ کہ علماء نے تصریح کی ہے کہ اگر خوشبو کو کھانے میں پکایا جائے تو خوشبو کا حکم ساقط ہوجاتا ہے ورنہ بغیر پکائے حکم غالب اجزاء پر لگایا جائے گا، جیسا کہ فتح القدیر میں ہے، اگر خوشبو غالب ہوئی تو قربانی دینا لازم ہوگا اگرچہ بُو ظاہر نہ ہو، ورنہ اس پر کچھ بھی لازم نہیں آئے گا البتہ اگر مغلوب ہونے پر بھی بُو محسوس ہوتی ہو تو اس کھانے کا استعمال مکروہ ہے اگر اشنان جیسی بدن پر استعمال ہونے والی شے میں خوشبو ملی ہو تو ردالمحتار میں بحوالہ مسلک المتقسط المنتقی سے منقول ہے کہ اگر لوگ اسے

www.alahazratnetwork.org

---

[1] فتح القدیر باب الجنایات نوریہ رضویہ سکھر ۲/۴۴۱
[2] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۲/۲۲۰

المأکول والمشروب المخلوط کل منہما بطیب مغلوب اما عدم وجوب شیئ اصلا ای کما قالوا فی الطعام او وجوب الصدقۃ[1] ای کما قالوا فی الشراب ویؤید بحث البحر ما فی التبیین لو اکل زعفرانا مخلوطا بطعام ولم تمسہ النار یلزمہ دم وان مستہ فلا شیئ علیہ وعلی ھذا التفصیل فی المشروب اھ[2] وفی البحر عن مناسک الامام ابن امیر الحاج بحثا ان کان الطیب غالبا واکل منہ او شرب کثیرا فعلیہ الکفارۃ والا فصدقۃ وان کان مغلوبا واکل منہ او شرب کثیرا فصدقۃ والا فلا شیئ علیہ اھ[3] فقد سوی بین المأکول والمشروب۔

اشنان قرار دیں تو صدقہ اور اگر خوشبو قرار دیں تو قربانی دینا لازم ہوگا، پینے والی شے میں خوشبو ملنے کے بارے میں علماء نے کہا ہے کہ اگر خوشبو غالب ہو اور مُحرم ایسی شئ پئے تو قربانی ورنہ صدقہ لازم ہوگا، مگر مغلوب خوشبو والا پانی بار بار پئے تو قربانی لازم ہوجائے گی تو اس پر بحرالرائق نے بحث کرتے ہوئے کہا کہ جب کھانے اور پینے والی اشیاء میں خوشبو ملے اور وہ غالب نہ ہو تو ان اشیاء کا حکم یکساں ہونا چاہئے کہ یا تو دونوں صورتوں میں کھانے کی اشیاء کی طرح کچھ بھی لازم نہ ہو یا پینے والی اشیاء کی طرح دونوں میں صدقہ لازم ہو بحرالرائق کی تائید تبیین الحقائق کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے کہ اگر ایک شخص نے کچا زعفران ملا کھانا کھایا تو قربانی لازم ہوگی ورنہ نہیں اور یہی حکم پینے کی اشیاء کا بھی ہے۔ اور بحرالرائق میں امام ابن امیر الحاج کی کتاب المناسک سے ایک بحث منقول ہے کہ اگر غالب خوشبو والی کوئی شے زیادہ مقدار میں کھا پی لی ہو تو کفارہ لازم ہوگا بصورت دیگر صرف صدقہ ہے، اور اگر خوشبو کے بجائے غلبہ کھانے پینے کی شئ کا تھا اور زیادہ مقدار میں استعمال کرلی تو صدقہ لازم ہوگا ورنہ کچھ بھی نہیں، تو ان دونوں فقہاء نے کھانے اور پینے کی اشیاء کو حکم میں یکساں قرار دیا ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اقول علی ان ایجاب الصدقۃ فی المشروب بالطیب المغلوب لایوجب

میں کہتا ہوں مغلوب خوشبو والے مشروبات پینے سے صدقہ کا لزوم اس کے مطلق پانی ہونے کے

---

[1] ردالمحتار باب الجنایات مصطفی البابی مصر ۲/۲۱۹
[2] تبیین الحقائق " مطبعہ امیریہ بولاق مصر ۲/۵۳
[3] بحرالرائق " سعید کمپنی کراچی ۳/۶

ان الاطلاق به مسلوب الاترى ان قطرات من ماء الورد تطيب ارطالا من الماء ولا يصح لعاقل ان يقول انه خرج من كونه ماء كلبن خلط بنزر من عنبر او مسك لا يسوغ لاحد ان يقول لم يبق لبنا وبالجملة فالاجوبة انما تستقيم فيما لم يصلح للصبغ وعليه يدل قول الهداية لنا ان اسم الماء باق على الاطلاق الاترى انه لم يتجدد له اسم على حدة[1] اھ فان ما صلح للصبغ قد تجدد له اسم بحياله فيقال له صبغ لا ماء فكيف يحنث شاربه ولم لا يخالف شاريه فقد بان ان الذى سلكه البحر مهيع واضح وهو محمل كلام العلامة السيد الازهرى اذ قال اعلم ان اعتبار بقاء الرقة والسيلان دون تغير الاوصاف فيما اذا كان المخالط جامدا كزعفران يقتضى جواز الاستعمال وان غير الزعفران لون الماء لاطلاق اسم الماء عليه و منع بان المحرم لو استعمله لزمته الفدية[2] فذكر الاسئلة الثلاثة و اجوبة الهندى والبحر فانما اراد التغير القليل المغتفر وحينئذ جواز الاستعمال صحيح مقرر ولم يرد به تقرير ايراد

منافی نہیں ہے۔ کیا یہ بات مشاہدہ میں نہیں کہ ایک دو قطرے عرق گلاب کے کئی رطل پانی کو خوشبودار بنا دیتے ہیں مگر کوئی بھی عقلمند یہ نہیں کہتا کہ یہ پانی نہیں رہا، جیسے کہ دودھ کو عنبر یا کستوری کی معمولی سی مقدار خوشبودار بنا دیتی ہے، مگر کوئی ذی ہوش نہیں کہتا کہ یہ دودھ نہیں ہے۔ حاصل کلام یہ کہ جملہ جوابات زعفران کے ملنے سے رنگنے کے قابل نہ ہونے کی صورت میں درست ہو سکتے ہیں۔ ہدایہ کا قول بھی اسی بات پر دال ہے جو یوں ہے کہ ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ تا حال مطلق پانی ہی کہلاتا ہے۔ کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ اسے نیا نام نہیں دیا گیا اھ پس جو پانی رنگنے کے قابل ہو جائے اسے بالکل علیحدہ نام دیا جاتا ہے کہ اسے رنگ کہا جاتا ہے پانی نہیں کہا جاتا، تو اسے پینے والا کیونکر حانث ہوگا اور اس کا خریدار وکیل کیونکر حکم عدولی کا مرتکب نہ ہوگا تو اس سے واضح ہوگیا کہ بحر الرائق کی اختیار کردہ راہ نہایت واضح اور درست ہے۔ علامہ سید الازہری کے اس قول کا محمل بھی یہی ہے جہاں انہوں نے کہا جان لو کہ زعفران جیسی جامد شے کے پانی میں ملنے کے بعد رقت اور سیلان کی بقاء کا اعتبار کرنا اور اوصاف میں تبدیلی کا اعتبار نہ کرنا استعمال کے جائز ہونے کو چاہتا ہے اگرچہ زعفران پانی کے رنگ کو بدل ڈالے کیونکہ اس پر ابھی پانی کا اطلاق ہوتا ہے اس پر علامہ ازہری نے یہ اعتراض کرنے کے بعد کہ اس پانی کا استعمال منع ہے

---

[1] الہدایۃ باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء المکتبۃ العربیہ کراچی ١/١٧

[2] فتح المعین کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ١/٦٢

البحر على الضابطة فانه فيما صلح للصبغ وعندئذ جواز الاستعمال باطل منكر دل عليه قوله لاطلاق اسم الماء عليه وقد افصح بالمراد قال عقيب ما مر وهذا اذا كان بحال لايصبغ به فان امكن الصبغ به لم يجز كنبيذ تمر در عن البحر[1] اھ فاعرف وتثبت۔

کیونکہ محرم جب ایسا پانی استعمال کرے تو اس پر فدیہ لازم ہوگا۔ تینوں سوال اور ہندی اور بحر کے جوابات بھی ذکر کیے تو علامہ ازہری کی مراد زعفران سے ہونے والا قابلِ معافی معمولی تغیر ہے جس میں استعمال کا جائز اور درست ہونا یقینی امر ہے۔ اس سے علامہ کی مراد ضابطہ پر بحرالرائق کے اعتراض کو تقویت دینا نہیں ہے کیونکہ یہ اعتراض صرف رنگنے کے قابل ہوجانے کی صورت میں وارد ہوتا ہے جس کے بعد استعمال کا جائز قرار دینا بے اصل ہے علامہ کے اس خیال پر ان کا قول لاطلاق اسم الماء علیہ دلالت کرتا ہے بلکہ انہوں نے اپنا مقصد کھل کر اس وقت بھی بیان کردیا جب انہوں نے گزشتہ قول کے کچھ ہی بعد یہ کہا کہ یہ ساری بحث اس صورت میں ہے کہ جب پانی رنگ دینے کے قابل نہ ہوا ہو۔ اگر اس سے رنگ دینا ممکن ہوجائے تو نبیذ تمر کی طرح اس کا استعمال جائز نہ ہوگا یہ بحث بحرالرائق کی ہے اسے پوری طرح پہچانو اور پختہ کرو۔ (ت)

ہفتم دودھ کو اقسام علیہ کی قسم دوم میں شمار فرمانا محلِ کلام ہے بلکہ وہ قسم اول میں ہے کہ بلاشبہ ایک جدا خوشبو رکھتا ہے جو پانی میں نہیں یہ اعتراض علامہ خیر رملی کا ہے،

وقد تقدم فی ۱۳۴ وانه تبعه فیه ش ووقع فی حاشیة مراقی الفلاح للعلامة ط تحت قول المتن مائع له وصفان فقط کاللبن له اللون والطعم ولا رائحة له فیه انه یشم من بعضه رائحة الدسومة[2] اھ

اور ۱۳۴ میں گزرچکا ہے کہ علامہ شامی نے اس اعتراض میں رملی کی اتباع کی ہے اور حاشیہ مراقی الفلاح میں جو علامہ طحطاوی کا ہے۔ متن کے اس قول کے تحت کہ "وہ مائع چیز جس کے دو وصف ہوں جیسے دودھ ہے جس کا ذائقہ اور رنگ تو ہے مگر خوشبو نہیں ہے" یہ اعتراض کیا ہے کہ بعض سے چونکہ چکناہٹ کی خوشبو محسوس ہوتی ہے، تو یہ کہنا درست نہیں کہ اس کی خوشبو نہیں اور یہ دو صفتوں والا مائع ہے۔ (ت)

اقول بل فی کله وان خفی فی بعضه الی ان یغلی کما قدمت۔

میں کہتا ہوں بلکہ ہر دودھ کی خوشبو ہوتی ہے اگرچہ بعض کی اُبالنے تک مخفی رہتی ہے (ت)

ہشتم آب بطیخ کو قسم سوم میں شمار فرمانا بھی محلِ نظر ہے کہ یقیناً اس کی بُو پانی کے خلاف ہے

---

[1] فتح المعین — کتاب الطہارۃ — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/۶۲

[2] طحطاوی علی مراقی الفلاح — کتاب الطہارۃ — مطبعہ ازہریہ مصریہ مصر — ص ۱۶

اور بعض کا رنگ بھی سُرخ یا زرد یہ اعتراض بھی علامہ رملی کا ہے،

وقد مر فی ۲۷۹ واشرنا ثمہ ان مرادہ مالا لون له وان کان ظاهر سياقه حيث جعل اللبن مخالفا للماء فی وصفين اللون والطعم وقال فی ماء البطيخ يخالفه فی الطعم فتعتبر الغلبة فيه بالطعم اھ[1] انه اراد ما لا يخالف منه الماء الا فی الطعم كما قال العلامة الشرنبلالی فی مراقيه ان بعض البطيخ ليس له الا وصف واحد اھ[2] وتبعه ابو السعود ثم ط وكذلك ش اذ قال ماء البطيخ ای بعض انواعه موافق للماء فی عدم اللون والرائحة مباين له فی الطعم اھ[3]

اور ۲۷۹ پر گزرا ہے اور وہاں ہم نے اشارۃً یہ بھی بتایا تھا کہ علامہ رملی کی مراد خربوزے کا وہ پانی ہے جس کی رنگت نہ ہو، اگرچہ علامہ کی اس گفتگو کا ظاہر سیاق یہ ہے کہ اس نے دودھ کو پانی سے رنگ اور ذائقہ میں مخالف بتایا ہے اور تربوز کے پانی کے متعلق کہا کہ پانی سے صرف ذائقہ میں مختلف ہوتا ہے تو اس میں غلبہ کا اعتبار بذریعہ ذائقہ ہوگا اھ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ نے تربوز کی وہ قسم مراد لی ہے جو پانی سے صرف ذائقہ میں مختلف ہو (رنگ اور بُو میں نہیں) جیسا کہ علامہ شرنبلالی نے اپنی مراقی الفلاح میں کہا کہ بعض تربوزوں کے لیے ایک ہی وصف ہوتا ہے اھ شرنبلالی کی اتباع ابوالسعود اور طحطاوی نے بھی کی اور شامی نے بھی یہی بات کہی ہے، جہاں اس نے کہا کہ تربوز کا پانی یعنی اس کی بعض اقسام رنگ اور بُو نہ ہونے میں پانی کے موافق اور ذائقہ میں مخالف ہوتی ہیں۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اقول وذلك لان ما لا يخالف منه الماء فی الرائحة نادر بخلاف ما يوافقه فی اللون كما دل عليه كلام العلامة الخير وما لا يخالف فی لون ولا رائحة اندر والحاجة مندفعة بالحمل علی كثير الوجود لانه اذا لم يخالفه

میں کہتا ہوں تربوز کا ایسا پانی جو بُو میں پانی کے موافق ہو نادر ہوتا ہے بخلاف اس تربوز کے جس کا پانی رنگ میں پانی کے موافق ہو جیسا کہ علامہ رملی کی بات اس پر دال ہے اور وہ تربوز جو رنگ اور خوشبو دونوں میں پانی کے موافق ہو نادر تر ہوتا ہے اور ضرورت کثیر الوجود پر محمول کرنے سے پوری ہو جاتی ہے

---

[1] طحطاوی علی الدر المختار — باب المیاہ — مطبوعہ بیروت — ۱/۱۰۳

[2] مراقی الفلاح مع الطحطاوی — کتاب الطہارۃ — مطبوعہ بولاق مصر — ص ۱۶

[3] رد المحتار — باب المیاہ — مصطفی البابی مصر — ۱/۱۳۴

الا فی وصفین کفی الضابطۃ تغیر احدھما وطعمہ اقوی من ریحہ فاجتزأ بہ وبہ یخرج الجواب عن المخالفۃ المذکورۃ فی ۳۰۲ فتنبہ۔

کیونکہ وہ جب صرف دو صفتوں میں مخالف ہے تو یہ ضابطہ کافی ہوگا کہ دو اوصاف میں سے ایک بدل گیا ہو اور اس کا ذائقہ بُو سے زیادہ قوی ہو تو اس کے اعتبار سے فیصلہ کیا جائے گا اور اسی سے ۳۰۲ میں مذکور مخالفت سے جواب حاصل ہو جائیگا۔ (ت)

یہ ہیں وہ ایرادات کہ کلام علماء میں تقریر ضابطہ پر نظر سے گزرے۔

وانا اقول وباللہ التوفیق ان کے سوا وہ محل ایرادات کثیرہ ہے اجمالاً بھی اور تفصیلاً بھی، تفریعاً بھی اور تاصیلاً بھی۔ مثلاً:

نہم ف۱ غیر تمر کی نبیذ سے بھی وضو جائز ہو جب تک رقیق رہے حالانکہ خلاف اجماع ہے وقد ذکرناہ اٰنفا (اور اس کو ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں۔ ت)

دہم ف۲ ہر شربت سے جائز ہو حالانکہ خلاف نصوص متواترہ ہے دیکھو ۱۸۵ و ۲۸۸۔

یازدہم ف۳ دواخیسانده سے جائز ہو حالانکہ خلاف اصل مجمع علیہ ہے۔

دوازدہم ف۴ کیس بازو روشنائی حل کر کے لکھنے کے قابل کرے جب بھی جائز ہو اگر رقت نہ جائے یہ بھی اصل اجماعی کے خلاف ہے۔

سیزدہم تا پانزدہم ف۵ پینے کا پانی خوشبو کرنے کو گھڑے بھر میں قلیل کیوڑا گلاب بید مشک ڈالتے ہیں وہ یقیناً وہی رہتا ہے جو مطلق آب کے نام سے مفہوم ہوتا ہے مگر بروئے ضابطہ پانی نہ رہا۔

شانزدہم و ہفدہم ف۶ زعفران یا شہاب حل کیا ہوا پانی اگر پانی میں مل کر صرف رنگ بدلے اگر رنگنے کے قابل کر دیا تو بالاجماع ورنہ امام محمد کے نزدیک اُس سے وضو ناجائز ہے اور حکم ضابطہ سب کے خلاف جواز۔

ہیجدہم ف۷ یوں ہی بُودار پڑیا کا حل کیا ہُوا پانی جبکہ بُو غالب نہ ہو کہ بے اس کے بدلے رنگ بدل جائے۔

نوزدہم ف۸ سفید انگور کا سرکہ جب صرف بُو بدلے باتفاق ارشادات ائمہ جواز ہے اور حکم ضابطہ ممانعت۔

بستم و بست ویکم ف۹ رنگین سرکے جن کا مزہ یا بو اقوی الاوصاف ہو جب صرف مزہ و بو تبدیل

کریں حکم منصوص ائمہ جواز ہے اور ضابطہ مخالف ان کا ذکر ۲۸۷ سے ۳۰۵ تک گزرا اور وہ ترک کر دئے جن میں صرف امام محمد سے خلاف ہے۔ یہ بر طبق بحر الرائق بعض جزئیات سے کلام تھا اب اصول پر سُنئے۔

فاقول وباللہ التوفیق **بست و دوم** ف۱ جامد میں زوال رقت پر قصر صحیح نہیں اس کا بیان ۲۸۷ میں گزرا۔

بست وسوم ف۲ زوالِ رقت کا جامد پر قصر صحیح نہیں اس کا بیان رسالۃ الدقۃ والتبیان میں گزرا۔

بست و چہارم ف۳ اول ابحاث غلبۂ غیر میں گزرا کہ قول صحیح و معتمد و مذہب و ظاہر الروایۃ قول امام ابو یوسف ہے اور ضابطہ صراحۃً اُس کے خلاف کہ اس میں اوصاف ساقط النظر اور اس میں اعتبار اوصاف۔

بست و پنجم ف۴ ضابطہ ششم میں تحقیق و تنقیح قول امام محمد گزری کہ اولاً صرف رنگ معتبر ہے اُس میں خلاف نہ ہو تو صرف مزہ، اس میں بھی خلاف نہ ہو تو اجزاء۔ ضابطہ کا حرف حرف اس ترتیب کے خلاف ہے تو اُسے دونوں امام مذہب سے صریح اختلاف ہے۔

اقول ف۵ والعجب ان الامام الفخر رحمہ اللہ تعالٰی ورحمنا بہ فی الدنیا والاٰخرۃ حاول ھھنا التوفیق بین ماجاء فی الباب عن الاصحاب مما ظاھرہ الاضطراب وقد عد فیھا ھذا القول قول محمد ایضا لکن حیث اتی علی التوفیق لم یلم بہ اصلا وما کان لہ ان یلتئم مع صریح نقیضہ وھذا کلامہ رحمہ اللہ تعالٰی اعلم ان عبارات اصحابنا مختلفۃ فی ھذا الباب مع اتفاقھم ان الماء المطلق یجوز الوضوء بہ وما لیس بمطلق لایجوز فعن ابی یوسف ماء الصابون اذا کان ثخینا قد غلب علی الماء لایتوضأ بہ وان کان رقیقا

میں کہتا ہوں تعجب خیز امر یہ ہے کہ یہاں امام الفخر رحمہ اللہ تعالٰی پر اور ان کے ذریعہ ہم پر دنیا و عقبٰی میں رحم فرمائے اس باب میں اصحاب احناف کے بظاہر مضطرب اقوال میں تطبیق دینا چاہتے ہیں اور امام محمد کے اس قول کو بھی ان مضطرب اقوال میں شمار کیا ہے حالانکہ وہ تطبیق کی پُوری گہرائی تک نہیں گئے اور صراحۃً ضد کی موجودگی میں گہرائی تک جانا ممکن بھی نہیں تھا ان کا کلام یہ ہے جان لو کہ اصحاب احناف کے مطلق پانی سے وضو کے جواز اور مقید کے ساتھ عدم جواز پر اتفاق کے باوجود اس باب میں عبارات کا اختلاف ہے۔ پس امام ابو یوسف کے مطابق جب صابن کا پانی سخت ہوجائے کہ صابن پانی پر غالب ہوجائے تو وضو جائز نہ ہوگا، پتلا ہونے کی

www.alahazratnetwork.org

يجوز وكذا ماء الاشنان ذكره في الغاية و
فيه اذا كان الطين غالبا عليه لا يجوز
الوضوء به و في الفتاوى الظهيرية اذا طرح
الزاج في الماء حتى اسود جاز الوضوء به
وكذا العفص اذا كان الماء غالبا وفيه ان
محمدا اعتبر بلون الماء وابا يوسف
بالاجزاء و في المحيط عكسه و في الهداية
الغلبة بالاجزاء لا بتغير اللون و ذكر
الاسبيجابي ان الغلبة تعتبر اولا من
حيث اللون ثم من حيث الطعم ثم من حيث
الاجزاء و في الينابيع لو نقع الحمص و
الباقلاء و تغير لونه وطعمه وريحه يجوز
الوضوء به و اشار القدوري الى انه اذا
غير وصفين لا يجوز الوضوء به و هكذا
جاء الاختلاف في هذا الباب كما ترى
فلا بد من ضابط و توفيق بين الروايات[1]
اھ ثم ذكر الضابطة ورد الاقوال الى
محاملها كما نقلنا في ۲۰۷ وتلك ثمانية
نصوص واربعة محامل الاول المخالط
الجامد وعليه الثلثة الاول والرابع
الثاني مائع يخالف في الثلثة وعليه الثامن
الثالث يخالف في البعض وعليه الرابع فيما حكي عن
محمد الرابع الموافق وعليه الخامس

صورت میں وضو جائز رہے گا، اشنان کے پانی کا بھی یہی حکم ہے اسکو غایہ میں ذکر کیا ہے، اور غایہ میں یہ بھی ہے کہ جب پانی پر مٹی غالب آجائے تو وضو جائز نہ رہے گا اور فتاوی ظہیریہ میں ہے جب تک پانی غالب رہے پھٹکری ڈالنے سے پانی سیاہ ہوجائے وضو جائز رہے گا، اور یہی حکم مازو کا ہے۔ اسی میں ہے کہ امام محمد تو پانی کے رنگ کا اعتبار کرتے ہیں، اور امام ابو یوسف اجزاء کا، جبکہ محیط میں ان کا مسلک برعکس بیان ہوا ہے۔ ہدایہ میں ہے کہ غلبہ اجزاء کے اعتبار سے ہوگا نہ کہ رنگ کی تبدیلی سے، اسبیجابی نے کہا کہ غلبہ میں پہلے رنگ کا اعتبار ہوگا پھر ذائقہ پھر اجزاء کا۔ ینابیع میں ہے کہ اگر چنے اور لوبیا پانی میں بھگو دیا جائے اور ذائقہ رنگ اور خوشبو بدل بھی جائے تو بھی وضو جائز رہے گا، اور قدوری نے اس جانب اشارہ کیا ہے کہ دو صفتیں بدل جانے کے بعد وضو جائز نہیں رہتا۔ اس باب میں جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو اسی نوعیت کا اختلاف ہے، تو کسی ایک تطبیق اور ضابطہ کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جا سکتا تاکہ روایات کے درمیان تطبیق ہوجائے؟ پھر انہوں نے ضابطہ ذکر کیا اور تمام اقوال کا مناسب موقع اور محمل بیان کیا جیسا کہ ہم ۲۰۷ میں نقل کر آئے ہیں جو آٹھ نصیں اور چار محمل ہیں:

(۱) ملنے والی جامد شے ہو اور اس محمل پر پہلی تین اور

www.alahazratnetwork.org

---

[1] تبیین الحقائق ابحاث الماء مطبعۃ امیریہ بولاق مصر ۱/۲۰

بقی ھذا السادس الذی ھو قول محمد تماما ولا محمل لہ فان الضابطۃ ورعت والنص رتب واین الترتیب من التوزیع غیر ان البحر فی البحر اراد ایراد ھذا المورد فاورد ما لا یحصلہ ھذا للعبد حیث قال واما قول من قال العبرۃ للون ثم الطعم ثم الاجزاء فمرادہ ان المخالط المائع ان کان لونہ مخالفا للون الماء فالغلبۃ تعتبر من حیث اللون وان کان لونہ لون الماء فالعبرۃ للطعم ان غلب طعمہ علی الماء لا یجوز وان کان لا یخالفہ فی اللون والطعم والریح فالعبرۃ للاجزاء[1]

ساتویں نص منطبق ہوتی ہے۔

(۲) ملنے والی شَیَ مائع (سیال) ہو جو تین اوصاف میں مخالف ہو اس پر آٹھویں نص منطبق ہوتی ہے۔

(۳) ملنے والی شَیَ مائع (سیال) ہو جو بعض اوصاف میں مخالف ہو اس پر امام محمد کی روایت کے مطابق چوتھی نص منطبق ہوتی ہے۔

(۴) جو مائع (سیال) جملہ اوصاف میں پانی کے موافق ہو اس پر پانچویں نص کا انطباق ہوتا ہے۔

باقی رہ گئی چھٹی نص جو مکمل طور پر امام محمد کا قول ہے تو اس کا محمل کوئی نہیں، کیونکہ ضابطہ میں تفریق ہے اور نص میں ترتیب میں تو ترتیب اور عدم ترتیب کا کیا جوڑ، البتہ بحر رائق نے اس کو ایسے محل پر لانے کی کوشش کی ہے جس کی اس فقیر کو کچھ سمجھ نہیں آئی بایں طور کہ اس نے کہا باقی رہا قول اس آدمی کا جس نے یہ کہا کہ اعتبار پہلے رنگ پھر ذائقہ پھر اجزاء کا ہے، تو اس کی مراد یہ ہے کہ جب ملنے والی مائع چیز کا رنگ پانی کے رنگ کے مخالف ہو تو غلبہ رنگ کے اعتبار سے ہوگا، اگر اس کا رنگ موافق ہو تو اعتبار ذائقہ کا ہوگا، اگر ملنے والی شَیَ کا ذائقہ پانی پر غالب آگیا تو وضو جائز نہ ہوگا، اور اگر ملنے والی شَیَ رنگ ذائقہ اور بو کسی میں پانی سے مختلف نہ ہو تو اعتبار اجزاء کا ہوگا جس کے اجزاء زاید ہوں گے غلبہ بھی اسی کا ہوگا۔ (ت)

اقول اولا اذا کان العبرۃ باللون فیما یخالفہ فیہ وحدہ او مع وصف اٰخر لا فی الاوصاف جمیعا وکذا الطعم فکلام الامام الاسبیجابی اما فیما لا یخالف الا فی ذلک الوصف وحدہ او فیما یخالف فی وصفین او اعم لاسبیل الی الاخیرین

میں کہتا ہوں **اوّلاً** جب غلبہ میں اعتبار صرف رنگ کا ہے اس صورت میں کہ ملنے والی شے صرف ایک وصف (رنگ) کے اعتبار سے پانی کے مخالف ہو یا دو وصفوں میں نہ کہ جملہ اوصاف میں یونہی ذائقہ کا حکم ہے۔ تو علامہ اسبیجابی کا کلام یا تو اس شے میں ہوگا جو اسی ایک وصف (رنگ

---

[1] بحر الرائق ابحاث الماء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰

لانہ اذا خالف فی وصفین فایھما تغیر غیّر ففیم القصر علی احدھما۔ 1.

میں پانی کے مخالف ہو یا دو اوصاف میں یا جملہ اوصاف میں، تو آخری دو صورتوں میں تو کسی طور گفتگو نہیں ہوسکتی کیونکہ جب وُہ شے دو اوصاف میں پانی کے مخالف ہو تو جو وصف بھی تبدیلی کا باعث بنے گا پانی میں تغیر ہوجائے گا (اور معتبر ہوگا)، تو پھر ایک وصف میں تغیر کو کیونکر منحصر کیا جاسکے گا؟ (ت)

وایضا یکون الوصفان اللون والطعم فمن ذا الذی قدم اللون واخر الطعم وعلی الاول کان المعنی مالایخالف الاف اللون کان المعتبر فیه اللون وما لایخالف الافی الطعم کان المعتبر فیه الطعم وما لایخالف فی شیئ فالعبرۃ فیه بالاجزاء فمن این جاء الترتیب ولم لم یقل العبرۃ اولا بالطعم ثم اللون ثم الاجزاء اوبالاجزاء ثم الطعم ثم اللون الی غیر ذلک من القلبیات اذ کلہا ح متساویۃ الاقدام فی البطلان والاھمال۔

نیز یہ کہ جب ایک شے کے رنگ اور ذائقہ دو اوصاف ہوں تو رنگ کو کس داعیہ کی وجہ سے مقدم کیا جائے گا اور ذائقہ کو مؤخر کیا جائیگا؟ پہلی صورت میں (جب دو وصف نہ ہوں) معنی یہ ہوگا کہ جب ملنے والی شے کی مخالفت صرف رنگ میں ہو تو اعتبار بھی رنگ کا ہوگا۔ جب صرف ذائقہ میں مخالف ہو تو ذائقہ کا، اور کسی وصف میں مخالف نہ ہونے کی صورت میں اجزاء کا اعتبار رہوگا، تو سوال یہ ہے کہ یہ ترتیب کہاں سے آئی اور یُوں ترتیب کیوں نہیں رکھی کہ پہلے اعتبار ذائقہ کا ہوگا پھر رنگ کا اور پھر اجزاء کا۔ یا یوں کہ پہلے اجزاء کا اعتبار ہو پھر ذائقہ پھر رنگ کا، یا کسی اور طرح سے الٹ پلٹ ہو جبکہ یہ سب صورتیں باطل اور مہمل ہونے میں برابر تھیں۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

وایضا تبقی علیه خمسۃ من سبعۃ فان المخالفۃ فی لون اوطعم اوریح اولون وطعم اولون وریح او طعم وریح اوفی الکل فکیف قصر الحکم علی اثنین۔

نیز یہ کہ اس ضابطہ کے مطابق پانی میں ملنے والی شے کی سات صورتوں میں سے صرف دو کا حکم معلوم ہوگا پانچ کا حکم باقی رہے گا وجہ حصر یہ ہے مخالفت صرف رنگ میں یا صرف ذائقہ میں یا صرف بُو میں یا رنگ و بُو میں یا رنگ و ذائقہ میں یا ذائقہ و بُو میں یا تینوں میں ہوگی تو حکم کے بیان میں صرف دو پر کیوں اکتفا کیا گیا؟ (ت)

وثانیا ھل ھو یعتبر الریح ام لا الثانی یرد الضابطۃ وعلی الاول

ثانیا یہ کہ اس کے ہاں بُو کا اعتبار ہے یا نہیں؟ عدمِ اعتبار کی صورت ضابطہ کو مسترد

لم حذفها وكيف استقام له نقل الحكم بعد الطعم الى الاجزاء .

کرتی ہے اور اعتبار کی صورت میں اسے حذف کیا تو کیوں؟ اور پھر حکم کو ذائقہ سے اجزاء کی طرف منتقل کرنا کیونکر درست ہوگا (جبکہ بُو بھی اجرائے حکم کے لیے معتبر ہے)۔ (ت)

وثالثا فــــ۱ عبارة الامام الاسبیجابی قد مناها مع کثیر من موافقتها صدر البحث الاول من الضابطة السادسة وھی بکل جملة جملة منها تخالف الضابطة وتأبٰی محملها المونرع المبدل لاحکامها اذ یقول ان غیر لونه فالعبرة للون مثل اللبن وقد منا ان اللبن یخالف فی الثلٰث فکیف اجتزء بواحد .

ثالثًا امام اسبیجابی کی عبارت بہت سے موافقات کے ساتھ ہم نے چھٹے ضابطہ کی بحث اول کے شروع میں ذکر کی ہے اور اس کے ہر جملہ میں سے کچھ ضابطہ کے خلاف ہے اور اس کا نیا محمل اس کے احکامات کے اجزاء سے عاری ہے جو قدیم محل پر جاری ہوتے ہیں) بایں طور کہ وہ کہتے ہیں اگر ملنے والی مائع چیز پانی کا رنگ تبدیل کردے تو اعتبار بھی رنگ کا ہوگا، جیسا کہ دودھ ہے حالانکہ ہم کچھ ہی پہلے یہ بیان کرچکے ہیں کہ دُودھ تو تینوں اوصاف میں پانی کا مخالف ہوتا ہے تو ایک وصف کی تبدیلی کو اس نے وضو سے مخالفت کے لیے کیوں کافی قرار دیا ہے؟ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ورابعا فــــ۲ لم عین اللون وانتم القائلون کالامام الضابط ان کان لون اللبن او طعمه ھو الغالب لم یجز الوضوء .

رابعًا انہوں نے دودھ میں صرف رنگ کو ہی کیوں متعین کیا ہے؟ حالانکہ تمہارا بھی ضابطہ بنانے والے امام کی طرح یہ کہنا ہے کہ اگر دودھ کا رنگ یا ذائقہ غالب ہو تو وضو جائز نہ ہوگا۔ (ت)

وخامسا فــــ۳ قال والخل وھذا فی کونه ذا الثلٰثة ابین من اللبن فمعلوم قطعا انه یخالف الماء طعما وریحا وقد اعتبر اللون مخالف فی الثلٰث ولم یعتبر وصفین بل واحدا .

خامسًا اس نے "والخل" (اور سرکہ بھی) کہا ہے جس کا دودھ کی نسبت تین اوصاف والا ہونا زیادہ واضح ہے تو قطعی طور پر معلوم ہوگیا کہ دودھ پانی سے ذائقہ اور بُو میں مخالف ہوتا ہے جبکہ رنگ کے اعتبار سے مخالفت پہلے ہی تسلیم کرچکے ہو، پس وہ تینوں وصفوں میں مخالف ہے اور انہوں نے دو وصفوں کا اعتبار نہیں کیا بلکہ ایک کا اعتبار کیا ہے۔ (ت)

وسادسا فــــ۴ قال والزعفران وھذا

سادسًا اس نے غلبہ رنگ کی مثال

اظهر من اللبن فی جمع الثلاث و ازهر من الخل فی الاجتزاء بواحد لکون لونه اسبق عملا و آلخل ماکان منه کذالك فذاك والا فمطمح نظرہ هو اللون نفسه لا لکونه دلیلا علی تغیر غیرہ قبله لکونه اضعف منه۔

دیتے ہوئے والزعفران کہا ہے اور یہ تین اوصاف جمع ہونے میں دودھ سے زیادہ واضح اور سرکہ کی نسبت ایک وصف پر کفایت کے لیے زیادہ چمکتا ہے کیونکہ اس کا رنگ تبدیلی کا عمل سرعت سے انجام دیتا ہے اور جو سرکہ ایسا ہو وہ بھی اس کے حکم میں ہوگا ورنہ اس کا مقصود تو صرف رنگ کا اعتبار ہے نہ رنگ اس اعتبار سے کہ یہ دوسرے کی نسبت پہلے دوسری شئی کو بدل دیتا ہے کیونکہ وہ ویسے بھی کمزور ہوتا ہے۔ (ت)

وسابعاً قال وان لم یغیر لونه بل طعمه فالعبرۃ للطعم نفی توزیعکم وراعی ترتیبه وارشد انه ان خالف لونه فلا عبرۃ للطعم۔

سابعاً اس نے کہا کہ اگر پانی کا رنگ بدلنے کے بجائے ذائقہ بدلا تو اعتبار ذائقہ کا ہوگا، تو اس نے آپ کی تقسیم کی نفی بھی کر دی اور اپنی ترتیب کی رعایت بھی ملحوظ رکھی اور ساتھ ہی یہ بات بھی بتا دی کہ اگر ملنے والی شے کا رنگ پانی سے مخالف ہو تو ذائقہ کا اعتبار نہیں ہوگا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

وثامنا قال مثل ماء البطیخ والاشجار والثمار والانبذۃ هذا فیما لا یلون ولا شك ان فیها ذوات الرائحۃ ولربما کان ریحها اغلب فلم یعتبرها وقصر الحکم علی الطعم۔

ثامناً اس نے کہا کہ تربوز، درختوں، پھلوں کے پانی اور نبیذوں کی مثل یہ تمام بے رنگ اشیاء ہیں مگر ان میں کچھ اشیاء بُو والی بھی ہیں اور بعض اوقات ان کی بُو غالب بھی ہوتی ہے، مگر اس کا اعتبار نہیں کیا اور حکم کو ذائقہ پر ہی منحصر کر دیا۔ (ت)

وتاسعا قال وان لم یغیر لونه وطعمه فالعبرۃ للاجزاء اسقط الریح رأسا وهو الحق الناصع کما قدمنا فی ۲۹۸۔

تاسعاً اس نے یہ کہا کہ اگر رنگ اور ذائقہ نہ بدلے تو اعتبار اجزاء کا ہوگا، بُو کو بالکل ہی نظر انداز کر دیا ہے حالانکہ یہ بظاہر حق بات تھی جیسا کہ ہم پہلے ۲۹۸ میں بیان کر چکے ہیں۔ (ت)

وعاشراً قال فان غلب اجزاؤہ علی اجزاء الماء لا یجوز الوضوء

عاشراً اس نے یہ کہا کہ اگر اس کے اجزاء پانی کے اجزاء پر غالب آجائیں تو پھل سے

به کالماء المعتصر من الثمر والاجانه کالماء المتقاطر من الکرم بقطعه فـ[1] جعل الذی یخرج من ثمر بعصر او کرم بقطر ماءً وجعل الاول مغلوب الاجزاء باجزاء الثمر والثمر جامد فاعتبر فی هذا الجامد الاجزاء دون الرقة فانه ربما یکون رقیقا کماء النارجیل والنار لهندی هذه بکلام الامام القاضی الاسبیجابی وانتم قلتم قول من قال فعم کل من قال بهذا الترتیب فاذن۔

نچوڑے ہوئے پانی کی مانند اس سے بھی وضو جائز نہ ہوگا ورنہ انگور سے کاٹنے کے بعد ٹپکنے والا پانی پانی کی طرح اس پانی سے بھی وضو جائز ہوگا، تو اس نے پھلوں سے نچوڑے ہُوئے اور انگوروں سے ٹپکے ہُوئے عرق کو پانی قرار دیا ہے اور پہلے کو پھل کے اجزا کے ساتھ مغلوب الاجزاء قرار دیا ہے حالانکہ پھل ایک جامد چیز ہے، تو انہوں نے اس جامد میں اجزاء کا اعتبار کیا نہ کہ رقت میں، کیونکہ بعض اوقات پھل کا پانی رقیق ہوتا ہے مثلاً ناریل یا تاڑی کا پانی یہ تو اسبیجابی کا کلام ہے جبکہ آپ نے تو قولُ مَنْ قَالَ کہا تو یہ ہر اُس شخص کو شامل ہوگیا جو اس ترتیب کا قائل ہے۔ (ت)

الحادی عشر اعتبر فـ[2]

خزانة المفتین و فی الغنایة عن زاد الفقهاء و فی جامع الرموز عن الزاهدی فی العصیر اللون مع ان طعمه ربما کان اسبق۔

گیارھواں، خزانۃ المفتین اور عنایہ میں زاد الفقہاء سے اور جامع الرموز میں زاہدی سے ہے کہ پھلوں سے نچوڑے پانی میں رنگ کا اعتبار کیا گیا ہے حالانکہ بعض اوقات اس کا ذائقہ جلدی اثر دکھاتا ہے۔ (ت)

الثانی عشر هو فـ[3] ذو الثلثة

واجتزؤا بواحد۔

بارھواں، یہ تین اوصاف والی شَے ہے حالانکہ انھوں نے ایک وصف کی تبدیلی کو ہی کافی قرار دیا ہے (ت)

الثالث عشر اعتبر فـ[4] البدائع

فی ماء العصفر اللون ولم یلاحظ الریح وربما تکون اغلب۔

تیرھواں، بدائع نے عصفر کے پانی میں رنگ کا اعتبار کیا ہے اور بُو کا لحاظ نہیں کیا حالانکہ بعض اوقات بُو زیادہ غالب ہوتی ہے۔ (ت)

الرابع عشر اعتبر فـ[5] البدائع

چودھواں، بدائع اور حلیہ نے انگور کے سفید

---

[1] کل ذلک من حاشیة الشلبی علی التبیین ابحاث الماء مطبعۃ امیریہ بولاق مصر ۱/۲۰

ثم الحلیۃ فی خل العنب الابیض الطعم ولاشك ان ریحه اسبق۔

رنگ کے سرکہ میں ذائقہ کا اعتبار کیا ہے حالانکہ بلاشبہ اس کی بُو جلدی غالب آتی ہے۔

الخامس عشر (۱) فی العینی عن زاد الفقهاء والقہستانی عن الزاہدی ان توافقا لونا وطعما کماء الکرم فالعبرة للاجزاء[۱] اھ وانت تعلم ان الماء القراح لیس بارق منه فاعتبروا فی الجامد الاجزاء۔

پندرھواں، عینی میں زاد الفقہاء سے اور قہستانی میں زاہدی سے ہے کہ اگر پانی اور جوس ہم رنگ وہم ذائقہ ہوں جیسے انگور کا پانی ہے تو اعتبار اجزاء کا ہوگا، اور تم اس بات کو جانتے ہو کہ خالص پانی اس سے زیادہ پتلا نہیں ہوتا پس انہوں نے جامد میں اجزاء کا اعتبار کیا ہے۔ (ت)

السادس عشر (۲) کلامھم جمیعا نص مفسر فی اعتبار الترتیب فرده الی التوزیع غیر مصیب ھذا کله بکلام الذین تستندون الیهم واما تاویلکم **فالسابع عشر** قولکم مراده ان المخالط المائع للماء ان کان لونه مخالفا فالغلبة من حیث اللون[۲]۔

سولھواں، ان سب کی گفتگو ترتیب کا اعتبار کرنے میں واضح ہے تو اس کو بے ترتیبی کی طرف پھیرنا درست نہیں یہ ان علماء کے کلام کا خلاصہ ہے جو آپ کے ہاں بھی مستند ہیں بہرحال تمہاری تاویل اور یہی سترھواں ہے تمہارا قول ہے کہ اس کی مراد یہ ہے کہ پانی میں اگر مائع شیئ ملے اور اس کا رنگ پانی سے مختلف ہو تو غلبہ رنگ کا ہوگا۔ (ت)

اقول (۳) نعم ویعم باطلاقه مایخالف فی اللون مع الباقین فلم اجتزء بواحد۔

میں کہتا ہوں، ہاں یہ قول مطلق ہونے کی بنا پر ان تمام اشیاء کو بھی شامل ہے جو رنگ کے ساتھ دیگر اوصاف میں بھی پانی کے مخالف ہوں، تو اس نے ایک وصف پر ہی اکتفاء کیوں کیا ہے؟

الثامن عشر (۴) یشمل مایخالف فی اللون ووصف اخر اسبق من اللون ففیم انتظر اللون۔

اٹھارھواں، یہ اس شے کو شامل ہے جو رنگ میں اگرچہ مخالف ہو مگر اس کا دوسرا وصف رنگ سے قبل اثر انداز ہوجائے (ایک وصف کی تبدیلی تو ہوگئی) تو رنگ کا انتظار کیوں کیا جائے گا۔ (ت)

۱؎ البنایۃ شرح الہدایۃ الماء الذی یجوز بہ الوضوء ملک سنز فیصل آباد ۱/۱۸۹
۲؎ البحر الرائق ابحاث الماء سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰

www.alahazratnetwork.org

التاسع عشر[ف۱] مثله الامام الاسبیجابی والامام السمعانی فی الخزانة والبرجندی فی شرح النقایة بالزعفران وخصصتم بالمائع حوطا علی الضابطة۔

انیسواں، امام اسبیجابی اور امام سمعانی نے خزانہ میں اور برجندی نے شرح النقایہ میں اس کی مثال زعفران کو قرار دیا ہے جبکہ آپ نے ضابطہ پر مدار رکھتے ہُوئے مائع کے ساتھ مختص کیا ہے۔(ت)

العشرون[ف۲] قولکم وان کان لونہ لون الماء فالعبرة للطعم[۱]۔

بیسواں، آپ کا قول ہے کہ اگر اس کا رنگ پانی جیسا ہو تو اعتبار ذائقہ کا ہوگا۔(ت)

اقول نعم ویعم ما خالف بریح اسبق فانی یوافق الضابطة۔

میں کہتا ہُوں، ہاں یہ مثال جلد اثر کرنے والی بُو والی شَے کو بھی شامل ہوجائے گی تو یہ مثال ضابطہ کے مطابق کیونکر ہوگی (حالانکہ اعتبار تو مطلقاً ذائقہ کا ہے)۔(ت)

الحادی والعشرون[ف۳] لم شرط فیہ وفاق اللون فان العبرة فی الضابطة بالطعم مطلقا وان خالف فی اللون الضا اذا لم یکن ذاریح وکان طعمہ اسبق۔

اکیسواں، اس نے رنگ کی موافقت کی شرط کیوں لگائی ہے، کیونکہ ضابطہ میں مطلق اعتبار ذائقہ کا ہے رنگ اگرچہ مخالف بھی ہو جبکہ شَے بُو والی نہ ہو اور اس کا ذائقہ جلد اثر کرنے والا ہو۔(ت)

الثانی والعشرون[ف۴] مثلہ الامام الاسبیجابی وزاد الفقہاء ثم البدر محمود والشمس القہستانی بالانبذة وزاد الزاد والعینی المشمس فمن این التخصیص بالمائع۔

بائیسواں، امام اسبیجابی اور زاد الفقہاء، پھر بدر محمود اور شمس قہستانی نے اس کی مثال نبیذیں قرار دی ہیں جبکہ زاد اور عینی نے سورج سے گرم پانی کا بھی اضافہ کیا ہے تو مائع کے ساتھ تخصیص کس چیز کی ہوگی؟

الثالث والعشرون[ف۵] قولکم وان کان لایخالفہ فی اللون والطعم والریح فالعبرة للاجزاء[۲]۔

تیئسواں، تمہارا قول ہے کہ جب ملنے والی شَے، رنگ، ذائقہ اور بُو میں سے کسی میں مخالف نہ ہو تو اعتبار اجزاء کا ہوگا۔

اقول قال الامام البرھان فی

میں کہتا ہُوں کہ امام برہان نے ہدایہ میں

---

[۱] البحرالرائق ابحاث الماء سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰
[۲] 〃 〃 〃 〃

فی الھدایۃ فی الماء الذی اختلط بہ الزعفران او الصابون او الاشنان الخلط القلیل لایعتبر بہ لعدم امکان الاحتراز عنہ کما فی اجزاء الارض فیعتبر الغالب والغلبۃ بالاجزاء لا بتغیر اللون ھو الصحیح[1] اھ فاین ذھب تخصیص المائع۔

اس پانی کے بارہ میں کہا جس میں صابن اشنان یا زعفران کی معمولی سی ملاوٹ ہوجائے چونکہ اس ملاوٹ سے بچنا ممکن نہیں لہذا اس کا کوئی اعتبار نہیں، جیسا کہ اجزاءِ زمین کا حکم ہے اور اعتبار غالب کا ہوگا اور صحیح قول کے مطابق غلبہ اجزاء کے اعتبار سے ہوگا نہ کہ رنگ کی تبدیلی سے تو مائع کی تخصیص کہاں چلی گئی! (ت)

الرابع والعشرون ذکر الریح لااثرلہ فی کلامھم وانما یرید رعایۃ للضابطۃ کما علمت فان انما صریح نصوصھم انہ ان لم یخالفہ فی اللون والطعم فالعبرۃ للاجزاء وھذا خلاف الضابطۃ۔

چوبیسواں، بُو کا ذکر محض ضابطہ کی رعایت کے لیے کیا گیا ورنہ اس کے اضافہ سے آپ کو معلوم ہے کہ کوئی اور مقصد نہیں ہے بس اس صورت میں ان کی صریح نصوص یہ ہوں گی کہ اگر وہ ملنے والی شے پانی کے رنگ اور ذائقہ میں مخالف نہ ہو تو اعتبار اجزاء کا ہوگا اور یہ ضابطہ کے خلاف ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

الخامس والعشرون مما یُسلك فی السلك ان البحر نقل عبارۃ عن المجمع واستصعب ردھا الی الضابطۃ ثم ابدی شیأً ردہ علیہ الشامی فی حاشیتہ وعندی فی الکل نظر قال فی المجمع ونجیزہ بغالب علی طاھر کزعفران تغیر بہ بعض اوصافہ اھ قال البحر تفید ان المتغیر لوکان وصفین یجوز وکلھا لا[2] قال ولا یمکن حملہ علی شیئ کما لایخفی[3] اھ

پچیسواں، بحرالرائق نے مجمع سے ایک روایت نقل کی ہے جسے ضابطہ پر منطبق کرنا مشکل ہوا تو اس نے وہ محمل بیان کیا جو شامی نے اپنے حاشیہ میں بیان کرنے کی کوشش کی تھی جبکہ میرے نزدیک ہر ایک محلِ نظر ہے، صاحبِ مجمع نے کہا ہم اس پانی سے وضو جائز کہتے ہیں جس کے بعض اوصاف زعفران ایسی پاک شَے کے ساتھ ملنے سے بدل جائیں مگر وُہ پانی غالب رہے۔ بحرالرائق نے کہا اس سے یہ فائدہ حاصل ہُوا کہ اگر دو صفتیں بدلیں تو وضو جائز

---

[1] الھدایۃ — الماء الذی یجوز بہ الوضوء — المکتبۃ العربیۃ کراچی ١/١٨
[2] البحر الرائق — کتاب الطہارۃ — سعید کمپنی کراچی ١/٦٩
[3] " — " — " ١/٧٠

ای علی شئ من المحامل الاربعة وذلك لانه لیس فی الضابطة قسم یمنع بتغیر الثلثة دون الاثنین قال والذی یظهر ان مرادہ من البعض البعض الاقل وھو الواحد کما ھی عبارۃ القدوری تصحیحا لکلامه ویدل علیه قوله فی شرحه فغیر بعض اوصافه من طعم او ریح او لون ذکرہ باو التی ھی لاحد الاشیاء بعد من التی اوقعھا بیانا للبعض ولا یظھر لتغییر عبارۃ القدوری فائدۃ اھ۔

ہوگا یا سب بدل جائیں تو وضو جائز نہ ہوگا، اور یہ بھی کہا کہ یہ ایسی عبارت ہے جس کو کسی شے پر محمول نہیں کیا جاسکتا کما لایخفی یعنی چار محامل میں سے کسی پر بھی یہ محمول نہیں ہے کیونکہ ضابطہ میں کوئی ایسی شق نہیں ہے جو اس بات پر دال ہو کہ تمام اوصاف بدلنے پر تو وضو کرنا منع ہے اور دو کے بدلنے پر منع نہ ہو، فرمایا جو بات ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ بعض اوصاف سے اس کی مراد بعض کا کم تر حصہ ہے جو تین میں سے ایک صفت ہوتا ہے جیسا کہ قدوری کی عبارت اس کلام کی تصحیح میں وارد ہے اور اس کی شرح میں اس کا قول اس پر دلالت بھی کرتا ہے جو یہ ہے، پس اس نے بعض اوصاف کو بدل دیا ہو، یعنی ذائقہ یا رنگ یا بُو تو اس نے انہیں کلمہ اَوْ کے ساتھ ذکر کیا ہے جو دو اشیاء میں سے ایک کے لیے ہوتا ہے اور کلمہ اَوْ کو مِنْ کے بعد ذکر کیا ہے جس نے ان مذکورہ اشیاء کو بعض کا بیان دیا ہے اور قدوری کی عبارت کی تبدیلی کا کوئی فائدہ بھی ظاہر نہیں ہوتا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اقول قدمنا[1] فی الضابطة الخامسة تحقیق ان بعضاھھنا یشمل الکل فما غیر الکل فقد غیر البعض فان اخترنا الضابطة قلنا قوله تغیر به بعض اوصافه صفة للزعفران لا لطاھر حتی یکون قیدا فی الحکم فالحکم بالغلبة وھی فی کل قسم بحسبه اما بسلامة الاوصاف جمیعا او اکثرھا او

میں کہتا ہوں کہ پانچویں ضابطہ میں ہم تحقیق کر چکے ہیں کہ یہاں بعض کل کو بھی شامل ہے، تو جو شئے جملہ اوصاف کو تبدیل کرے گی وہ بعض کو بھی تبدیل کرے گی، اگر ہم ضابطہ ہی اختیار کرلیں تو میں کہتا ہوں کہ اس کا قول "تغیر بہ بعض اوصافہ" زعفران کی صفت ہے نہ کہ "طاہر" کی حتی کہ بعض اوصاف کا بدلنا حکم کے لیے قید ہو۔ پس حکم غلبہ کے اعتبار سے ہوگا اور غلبہ ہر قسم میں مختلف نوعیت

---

[1] البحر الرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰

الرقة وحدها وان تغیرت وھذا فی الجامد ومنه الزعفران فالماء الغالب وان تغیر به بعض اوصافه ولو فی ضمن الکل مادامت الرقة باقیة ولا حاجة الی التقیید لان الکلام فی الماء وما ثخن لیس بماء فھذا توفیق عبارة المجمع بالضابطة ولا صعوبة فیه اما علی المذھب فنقول تغیر به صفة لطاھر والمعنی نجیزه بماء خالطه طاھر فغیر بعض اوصافه حتی الکل مادام الماء غالبا قدرا وطبعا واسما فالکلام وجیه صحیح لا یحتاج الی تمحل للتصحیح فلیکن .

کا ہوگا یا تو تمام اوصاف سلامت رہیں یا زیادہ اوصاف یا صرف پتلاپن اگرچہ اوصاف بدل جائیں، اور یہ حکم جامد میں ہوگا جس میں زعفران بھی ہے، تو پانی اُس وقت تک غالب ہوگا جب تک اس کا پتلاپن باقی رہے اگرچہ اس کے بعض اوصاف بدل جائیں۔ چاہے کل اوصاف کے ضمن میں ہی تبدیل ہوئے ہوں، تو اب قید لگانے کی ضرورت نہیں، کیونکہ گفتگو پانی میں ہو رہی ہے اور جو سخت ہوجائے وہ پانی ہی نہیں رہتا تو مجمع کی عبارت کی ضابطہ کے ساتھ تطبیق یوں ہے، اور اس میں کوئی مشکل بھی نہیں ہے۔ اگر مذہب کو ہی ملحوظ رکھیں اور کہیں کہ تغیر بہ بعض اوصافہ طاہر کی صفت ہے تو پھر معنی یہ ہوگا ہم اس پانی سے وضوء کی اجازت دیتے ہیں جس کے ساتھ کوئی پاکیزہ چیز مل کر اس کے بعض اوصاف کو بھی بدل دے یہاں تک کہ کل کو بھی جب تک پانی مقدار، طبیعت اور نام کے اعتبار سے غالب رہے تو کلام بالکل صحیح اور بے غبار ہے۔ اس کی تصحیح کے لیے کسی تکلیف کی ضرورت نہیں کہ اس کا ارتکاب کیا جائے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

السادس والعشرون

وقال العلامة الشامی فی المنحة اقول قول المجمع ونجیزه بغالب علی طاھر لا یخلو اما ان یحمل علی الاعم من الجامد والمائع او علی الجامد فقط ولا سبیل الی حمله علی الماء فقط لقوله کزعفران فان حمل علی الاعم لا یصح حمل البعض علی الواحد لان غلبة المخالط الجامد تعتبر بانتفاء الرقة لا بالاوصاف فضلا

چھبیسواں، علامہ شامی نے منحہ میں کہا ہے میں کہتا ہوں کہ مجمع کا قول نجیزہ بغالب علی طاھر خالی نہیں، یا تو جامد اور مائع دونوں پر محمول کیا جائے گا یا فقط جامد پر اور فقط مائع پر محمول کرنا درست نہیں بوجہ اس کے قول کزعفران کے، پس اگر عام مراد ہو تو بعض کو وصفِ واحد پر محمول کرنا درست نہیں کیونکہ جامد ملنے والی شے کا غلبہ پتلاپن ختم ہوجانے سے ہوگا تمام اوصاف کی تبدیلی سے نہیں چہ جائیکہ ایک وصف کی تبدیلی سے

عن وصف واحد وایضا بالنظر الی المخالط المائع لاتثبت الغلبة فیه بوصف واحد مطلقا فانه اذا کان مخالفا للماء فی کل الاوصاف یعتبر ظہورھا کلھا او اکثرھا وان حمل علی الجامد فقط فقد علمت مما قررناہ مایرد علیہ من انہ یعتبر فیہ انتفاء الرقۃ والسیلان وان تغیرت الاوصاف کلھا مالم یزل عنہ اسم الماء کما یأتی التقیید بہ فلافرق بین الزعفران وبین ماء الباقلاء والحبان الذی فی الینابیع والظہیریۃ فکما اعتبر فیہ انتفاء الرقۃ فلیعتبر فی الزعفران نعم فی عبارۃ المجمع تأمل من حیث افہامہا انہ لوتغیر الاوصاف کلھا لایجوز الوضوء بہ فانہ لیس علی اطلاقہ فیقید بانتفاء الرقۃ اویقال اذا تغیرت الاوصاف کلھا بنحو الزعفران یزول اسم الماء عنہ غالبا فقد ظھر لک امکان حملھا علی ما قررہ وان حملھا علی ان المراد بالبعض الواحد کما ھو ظاھر عبارۃ شرحہ یقوی الاشکال فیجب تأویل مافی شرحہ علی انہ لیس المراد تغیر واحد فقط اوعلی ان او بمعنی الواو فینتظم الکلام واللہ تعالٰی ولی الالہام۱؎ اھ

غلبہ ہو، نیز ملنے والی مائع شے کو دیکھتے ہوئے تو ایک وصف کے ظاہر ہونے سے کسی صورت میں غلبہ ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ جب وہ شے تمام اوصاف میں پانی کے مخالف ہو، تو تمام یا اکثر اوصاف کا ظہور غلبہ کیلئے معتبر ہوگا، اور اگر اسے فقط جامد پر محمول کریں تو آپ کو ہماری گفتگو کے ذریعہ اس پر وارد ہونے والا اعتراض معلوم ہے کہ اس میں غلبہ کا اعتبار پتلے پن کے زوال اور بہنے کی صلاحیت ختم ہونے سے ہوتا ہے اگرچہ تمام اوصاف بدل جائیں جب تک اس سے پانی کا نام سلب نہ ہوجائے جیسا کہ قید آرہی ہے تو اب زعفران اور لوبیا کے پانی میں کوئی فرق نہ ہوگا پس وہ مجاز جو ینابیع اور ظہیریہ میں ہے کہ جیسے اس میں پتلاپن کے نہ ہونے کا اعتبار کیا ہے یونہی زعفران میں بھی ہونا چاہئے ہاں سمجھانے کے اعتبار سے مجمع کی عبارت قابل غور ہے کہ اگر تمام اوصاف بدل جائیں تو اس پانی سے وضو جائز نہ ہوگا کیونکہ یہ اپنے اطلاق پر نہیں رہا تو اسے پتلاپن کے نہ ہونے سے مقید کرنا ضروری ہے یا یہ کہا جائے کہ جب زعفران جیسی شے سے جملہ اوصاف بدل جائیں تو اس سے اکثر اوقات پانی کا نام زائل ہوجاتا ہے تو بحر والے کی عبارت کے بیان کردہ مفہوم پر محمول کرنا ممکن ہوجائے گا، اور اگر اس کو اس پر محمول کیا جائے کہ بعض سے مراد ایک وصف ہے جیسا کہ شرح کی عبارت اعتراض کو قوی بناتی ہے تو پھر شرح کی عبارت کی یہ تاویل ضروری ہے کہ

۱؎ منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰

مراد فقط ایک وصف کی تبدیلی نہیں یا اَوْ بمعنی واؤ کے ہے تو کلام درست ہوجائیگا، اور اللہ تعالٰی الہام کرنے والا ہے۔ (ت)

اقول اولاً(۱) حدیث الافہام افہمناک حالہ۔

میں کہتا ہوں اولاً تو سمجھانے کی بات کا حال تو ہم نے آپ کو سمجھا دیا۔

وثانیاً اشتبہ(۲) علیہ رحمہ اللہ تعالٰی غلبۃ الماء الذی فیہ کلام المجمع فان غالب فی کلامہ صفۃ الماء بغلبۃ المخالط فقال بالنظر الی المخالط المائع لاتثبت الغلبۃ فیہ بوصف واحد مطلقا الخ وانما حقہ ان یقول بالنظر الی المخالط المائع لاتبقی غلبۃ الماء بعد تغیر وصف واحد مطلقا فانہ اذا لم یخالف الماء الا فی وصفین فغیر واحدا فقد غلب علی الماء۔

ثانیاً جس پانی کے غلبہ میں مجمع والا گفتگو کر رہا ہے شامی علیہ الرحمۃ پر غلبہ کی نوعیت مشتبہ رہی کیونکہ اس کے ہاں اکثر وُہ پانی مراد ہوتا ہے جس پر کوئی مائع چیز ملنے کے بعد غالب آجائے اور اس کے متعلق کہا ہے کہ ملنے والی مائع شَی کے پیشِ نظر مطلقاً ایک وصف کی وجہ سے غلبہ ثابت نہیں ہوتا۔ الخ اصل میں تو اسے یُوں کہنا چاہیے تھا کہ ملنے والی مائع شَے کو دیکھتے ہوئے پانی کا غلبہ ایک وصف کی تبدیلی سے قطعاً باقی نہیں رہتا کیونکہ اگر شَے پانی کے صرف دو وصفوں میں مخالف ہو اور ایک وصف کو تبدیل کرے تو پانی کا غلبہ جاتا رہے گا۔

www.alahazratnetwork.org

وثالثاً(۳) حاصل ما اطال بہ رحمہ اللہ تعالٰی بعد تصحیحہ بما ذکرنا ان مفاد العبارۃ علی ھذا الحمل غلبۃ المخالط اذا غیر اکثر من وصف والماء اذا غیر وصفا واحدا ھذا بالمنطوق وذاک بالمفہوم والاول باطل فی الجامد مطلقا ولابد من ارادتہ ولو فی ضمن العموم لقولہ کزعفران فان المناط فیہ الرقۃ وان غیر الاوصاف طرا والثانی باطل فی مائع لا یخالف الا

ثالثاً عبارت کی وہ تصحیح جو ہم نے ذکر کی ہے اس کے بعد بھی اس کی طویل گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ اس صورت پر محمول کریں تو عبارت کا مطلب یہ ہے کہ ملنے والی شَیَ کا غلبہ تب ہوگا جب پانی کے اکثر اوصاف بدل جائیں اور پانی کا غلبہ تب شمار ہوگا جب ایک وصف بدلے ثانی الفاظ سے اول مفہوم سے معلوم ہوتا ہے۔ پہلا جامد میں مطلقاً باطل ہے اگرچہ عموم کے ضمن میں ہو مگر اس کا مراد لینا ضروری ہے کیونکہ اس نے "کزعفران" کہا ہے جس میں مدار پتلے پن پر ہے اگرچہ تمام اوصاف کو ہی بدل ڈالے

فی وصفین فانہ یغلب اذا غیر وصفا۔

اور دوسرا اُس مائع میں باطل ہے جو صرف دو اوصاف میں مخالف ہو کیونکہ اس میں ایک بھی وصف بدل جانے سے وہ پانی پر غالب آجاتا ہے۔ (ت)

اقول الاعتراض بالمائع ذھول عن سنن سلکہ ھھنا الامام الضابط واقتفی اثرہ البحر فانھما حملا کل مطلق فی النصوص علی صورۃ خاصۃ فکما حملا النوط بالرقۃ علی الجامد ولم یرد علیہ ان المائعات تمنع مع بقاء الرقۃ وحملا الغلبۃ بالاجزاء علی المائع الموافق ولم یرد علیہ انہ منقوض بغیرہ وحملا المنع بتغیر وصف واحد علی مائع یخالف فی وصف اووصفین ولم یرد علیہ النقض بما یخالف فی الثلاث فکذا اذا حملا المنع باکثر من وصف علی ما یخالف فی الثلاث کیف یرد علیہ النقض بالمخالف فی وصفین وقد[1] قبلتموہ فی عبارۃ القدوری والکنز والمختار ولم تمنعونہ فی عبارۃ المجمع۔

میں کہتا ہوں کہ مائع کے ذریعے یہاں اعتراض امام ضابطہ کے طرق سلوک سے غفلت کی بناء پر ہے اور صاحب بحر نے بھی اس کی پیروی کی ہے کیونکہ یہ دونوں ہر مطلق کو نصوص میں ایک خاص صورت پر محمول کرتے ہیں جیساکہ یہ پتلے پن سے مقید کو جامد پر محمول کرتے ہیں حالانکہ اس پر یہ اعتراض نہیں کیا کہ مائع اشیاء تو پتلاپن باقی رہنے کے باوجود بھی مانع ہوجاتی ہیں، اور جیساکہ انہوں نے مائع موافق میں غلبہ کو اجزاء کے غلبہ پر محمول کیا ہے اور اس پر یہ اعتراض نہیں کیا کہ یہ قاعدہ ٹوٹ جاتا ہے جب مائع غیر موافق ہو اور انہوں نے اس مائع میں جو پانی سے ایک یا دو اوصاف میں مخالف ہو وضو سے ممانعت کو ایک وصف کی تبدیلی پر محمول کیا ہے اور اس پر تین اوصاف کے مخالف ہونے کا اعتراض نہیں کیا، یونہی جب انہوں نے تین اوصاف میں مخالف ہونے کی صورت میں ممانعت کو ایک سے زیادہ وصف کی تبدیلی پر محمول کیا ہے تو اس پر دو اوصاف میں مخالف مائع والا اعتراض کیونکر وارد ہوگا باوجودیکہ آپ قدوری، کنز اور مختار کی عبارات میں اسے قبول کرچکے ہیں تو مجمع کی عبارت میں اسے کیوں منع کردیا ہے؟ (ت)

بقی حدیث الخصوص والعموم فاقول للبحر[2] ان یختار العموم ولا یرد الایرادان فان[3] التقیید بما یکون حفظا للعموم لا لنفی ماعداہ کقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الحسن والحسین

رہی خصوص وعموم کی بات، تو میں کہتا ہوں کہ صاحب بحر کے لیے یہ گنجائش ہے کہ وہ عموم کو اختیار کریں تو اب دونوں اعتراض وارد نہ ہوں گے کیونکہ بعض اوقات قید کو عموم کے برقرار رکھنے کے لیے ذکر کیا جاتا ہے ماعدا کی نفی کے لیے نہیں جیساکہ

www.alahazratnetwork.org

سید اشباب اھل الجنۃ[1] اذکان فی الکھول من ھو افضل منھما کالخلفاء الاربعۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین والتقیید لیس قیدا فی الغالب فیکون المعنی تجیزہ بالغالب علی ماغیر بعض اوصافہ لا بالغالب علی ماغیر کلھا ولا فی المغلوب فیکون المعنی تجیزہ بماء خالطہ مغلوب غیر بعض اوصافہ لابما خالطہ مغلوب غیر الکل فان فسادھما ظاھر لان الماء مھما کان غالبا والمخالط مغلوبا جاز الوضوء بہ قطعا من دون تخصیص ولا تقیید بل ھو تصویر للمغلوب والغلبۃ لاتقال الا حیث للمرجوح ایضا شیئ من العمل اذلو لم یعمل اصلا کان مضمحلا کالمعدوم لا مغلوبا والعمل فی الرقۃ ینفی غلبۃ الماء فلم یبق الا الاوصاف غیران الجامد مغلوب وان عمل فی جمیع اوصاف الماء مادام رقیقا فلو ارادہ خاصۃ کفی ان یقول غیر اوصافہ ولم یحتج الی زیادۃ بعض فعلم انہ اراد التصویر بھما معا والعمل فی الماء الذی تتاتی معہ المغلوبیۃ فی الجامد والمائع معا لیس الاعملا فی وصف واحد فان

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسن وحسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں، کیونکہ بزرگوں میں خلفاءِ اربعہ جیسے لوگ دونوں سے افضل موجود تھے۔ یہ قید درحقیقت غالب کے لیے قید نہیں ہے تو معنٰی یہ ہوگا کہ ہم اس پانی سے وضوء کی اجازت دیتے ہیں جو اس شیئ پر غالب ہو جس نے پانی کے بعض اوصاف کو تبدیل کیا ہو، نہ اس پانی سے جس نے اس شیئ پر غلبہ حاصل کیا ہو جس نے پانی کے جملہ اوصاف تبدیل کر دئے ہوں نہ ہی مغلوب کے لئے یہ قید ہے تو معنٰی یہ ہوا کہ ہم اس پانی سے وضو کو جائز رکھتے ہیں جس میں کوئی مغلوب شے مل کر اس کے بعض اوصاف کو تبدیل کر دے نہ اس پانی کے ساتھ جس میں مغلوب ملے اور اس کے جملہ اوصاف کو بدل دے کیونکہ ان دونوں کا فساد ظاہر ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جب دونوں صورتوں میں پانی غالب اور مخالط مغلوب ہے، تو بغیر کسی قید کے اس سے وضو جائز ہوگا تو یہ دراصل مغلوب کی وضاحت ہوگی اور غلبہ کا اطلاق ہوتا ہی تب ہے جب مرجوح کا عمل بھی کسی حد تک باقی ہو کیونکہ بالکل عمل نہ ہونے کی صورت میں وہ نہ ہونے کے برابر ہوگا جو مضمحل کہلائے گا مغلوب نہیں کہلائے گا اور پتلے پن میں عمل پانی کے غلبہ کی نفی کر دیتا ہے تو پانی کے صرف اوصاف ہی رہ جائیں گے مگر یہ کہ جامد چاہے پانی کے تمام اوصاف میں بھی عمل کرے

---

[1] جامع للترمذی ابواب المناقب امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۱۸

الجامد وان کان مغلوبا مع العمل فی الکل لکن المائع اذا عمل فی وصفین غلب فوجب ان یراد بالبعض الواحد لیصح تصوّر المغلوبیة العامة للصنفین وذلک فی الجامد مطلقا وفی المائع اذا خالف فی الاوصاف جمیعا ولا یرد النقض بمائع غیرہ کما علمت انہ المھیع الذی سلکاہ وقبلتموہ انتم والناس فی کل مقام علا انہ تصویر والتصویر انما یستدعی وجود صورة یصدق فیھا المصور لا استغراقہ جمیع الافراد ھذا ما عندی فی توجیہ کلام البحر۔

مغلوب ہی رہتا ہے جب تک پانی پتلا رہے گا، تو اگر یہی جامد خصوصی طور پر اس کی مراد تھا، تو اتنا کہنا ہی کافی تھا کہ اوصاف کو بدل دے۔ لبعض کی قید لگانے کی ضرورت نہیں تھی۔ تو معلوم ہوا کہ صاحبِ مجمع دونوں کی اکٹھی تصویر بتانا چاہتے ہیں اور اس پانی میں عمل جس میں مغلوب جامد اور مائع دونوں کے ساتھ آئے۔ ایک وصف میں عمل کے سوا کچھ نہیں کہ جامد تمام اوصاف میں بھی عمل کرکے مغلوب رہتا ہے جبکہ مائع دو اوصاف میں عمل کرکے غالب جاتا ہے تو یہ ضروری ہوا کہ واحد سے مراد بعض ہوتا کہ مغلوبیت عامۃ للصنفین کی تصویر درست ہو، اور یہ مغلوبیت عامہ جامد میں مطلقاً ہوتی ہے جبکہ مائع میں جملہ اوصاف میں مخالف ہونے پر ہوتی ہے تو اس پر غیر موافق مائع کا اعتراض وارد نہیں ہوگا جیسا کہ آپ کو معلوم ہے، کیونکہ اُن کی متعین کردہ راہ کے مخالف ہے۔ اور خود تم نے اور دیگر لوگوں نے بھی اس کو ہر جگہ قبول کیا ہے۔ علاوہ ازیں یہ تصویر ہے جہاں وجودِ صورت ضروری ہے تاکہ جہاں جس کی تصویر بیان کی گئی ہے وہ صادق آسکے وہ تمام افراد کے احاطہ کو نہیں چاہتی، بحرالرائق کے کلام کی میرے نزدیک یہی توجیہ ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ورابعا بہ علم ف۱ ان ارادة الواحد لا یقوی الاشکال بل علی ھذا التقدیر بہ لہ الانحلال ف۲ ولو ارید الاعم لقوی الاعضال فانہ یکون منطوق الکلام غلبة الماء اذا تغیر بالمائع لہ وصفان وھذا لاصحة لہ علی الضابطة اصلا۔

رابعاً، اس سے معلوم ہوا کہ ایک کے ارادہ سے اشکال قوی نہیں ہوتا بلکہ اعتراض کا دفاع ہوتا ہے اور عام مراد ہونے کی صورت میں تنگی بڑھ جاتی ہے کہ بایں صورت کلام کے لفظ یہ ہوں گے کہ پانی کا غلبہ تب ہوگا جب اس سے دو وصفوں والے مائع میں تبدیلی ہو اور یہ ضابطہ کے اعتبار سے کسی طرح درست نہیں ہے۔ (ت)

وخامسا ف۳ ان بنینا الکلام علی ماسبق

خامساً، اگر ہم اعتراض کی بنیاد صاحبِ بحر

الی ذهنه رحمه الله تعالٰی منقلبا ان الکلام فی غلبة المخالط لم یظهر لقوة الاشکال وجه فانك اذا قلت کل مائع غیر للماء وصفا او وصفین فقد غلبه ورد علیه^عه مایخالف الماء فی الاوصاف الثلٰثة کما ورد علی ارادة الواحد ولو قلت کل مائع غیر وصفا واحدا غالب لم یرد ایضا الاهذا فهما متساویان فی الاشکال۔

کے ذہن میں موجود مفہوم کو اُلٹتے ہوئے اس پر کہیں کہ یہ کلام ملنے والی چیز کے غلبہ کے بارہ میں ہے، تو اعتراض کی قوت کی کوئی وجہ نہیں، کیونکہ جب آپ یہ کہیں کہ ہر وُہ مائع جو پانی کی ایک یا دو صفتیں بدل دے تو وہ پانی پر غالب آجائیگا تو اس پر تین اوصاف میں مخالف کا اعتراض لازم آتا ہے جیسے کہ ایک وصف مراد لینے کی صورت میں وارد ہوتاہے اگر آپ کہیں کہ ہر مائع جو ایک وصف کو بدل دے وہ غالب ہے تو بھی یہی اعتراض وارد ہوگا تو یہ دونوں اشکال میں برابر ہیں۔ (ت)

وسادسًا تاویلکم الاخر ان عند تغیر الاوصاف جمیعا بنحو الزعفران یزول اسم الماء غالبا خلاف المشاهد۔

سادسًا، تمہاری دوسری تاویل کہ زعفران ایسی شے کے ساتھ پانی کی تمام صفات بدل جانے سے اکثر طور پر پانی کا نام سلب ہوتا ہے یہ مشاہدہ کے خلاف ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

وسابعًا خلاف النصوص کما تقدم فی حکم الانبذة وغیرها۔

سابعًا نصوص کے بھی خلاف ہے، جیساکہ نبیذوں کے حکم میں گزرا۔

وثامنًا مبنی تاویلکم الاول الحمل علی الجامد خاصة اذ هو الذی تدیرون فیه الامر علی الرقة وعدمها ومعلوم ان حدیث الرقة یعم فیه المنطوق والمفهوم فکما ان جامدا غیر جمیع الاوصاف لایمنع مالم تنتف الرقة کذلك ما غیر بعضها لایصلح مالم تبق الرقة فانتفی

ثامنًا، تمہاری پہلی تاویل کی بنیاد علی الخصوص جامد پر ہے کیونکہ آپ کے ہاں پتلے پن کے وجود اور عدم وجود پر معاملہ کا مدار ہے اور یہ بات تو معلوم ہے کہ پتلے پن کی بات ظاہری اور ضمنی دونوں صورتوں کو شامل ہے، تو جیسے پانی کی تمام اوصاف کو بدلنے کے باوجود جب تک رقت باقی رہے جامد وضو سے مانع نہیں ہے۔ یونہی جب وُہ بعض

عــه لان الحکم یعم تغیر وصف واحد و ذو الثلٰثة لایغلب به ۱۲ منه غفر له (م)

کیونکہ حکم وصف واحد کی تغیر کو عام ہے اور تین وصفوں والا اس سے مغلوب نہیں ہوتا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

الفرق بين البعض والكل وبقى القيد ضائعا والمفهوم باطلا وبالجملة لوارادة بالخصوص لما كان وجه لزيادة البعض الموهمة خلاف الحكم المراد والمنصوص۔

اوصاف کو بدلے تو رقت کے معدوم ہونے پر طہارت کی صلاحیت نہیں رکھے گا، تو بعض اور کل کا فرق باقی نہ رہا قید ضائع گئی اور مفہوم باطل ہوگیا حاصل یہ کہ خاص کر جامراد لینے پر حکم منصوص و منطوق کے خلاف وہم میں مبتلا کر دینے والی بعض کی قید لگانے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ (ت)

وتاسعا[۹] بون[۱] بين بين ماء نقع فيه الحمص والباقلاء وماء خلط بزعفران فارادة الامر في الاول على الرقة صحيحة وفي الثاني لا كما علمت تحقيقه مرارا ولله الحمد۔

تاسعاً، جس پانی میں چنے اور لوبیا بھگوئے گئے ہوں اور جس پانی میں زعفران مل گیا ہو بڑا دور کا فرق ہے تو پہلی صورت میں معاملہ کی بنیاد پتلے پن پر رکھنا درست ہے دوسری میں نہیں جیسا کہ بار بار آپ کے علم میں آیا وللہ الحمد۔

فهذه ستون بحثا فاخرا
حمدا لربي اولا و اخرا
وقد تقدمت كثير غيرها
وليس يخفى خيرها وميرها
وكل خير[۲] من عطاء المصطفى
صلى عليه الله مع من يصطفى
الله يعطي والحبيب القاسم
صلى عليه القادة الاكارم
ما نال خيرا من سواه نائل
كلا ولا يرجى لغير نائل
منه الرجا منه العطا منه المدد
في الدين والدنيا والاخرى للابد

یہ ساٹھ بحثیں باعثِ فخر ہیں ابتدا اور انتہا میں، تعریف اللہ تعالٰی کے لیے ہے ان کے علاوہ بھی بہت سی گزرچکی ہیں ان میں سے اچھی اور کمزور کوئی بحث مخفی نہ رہی ہر اچھائی مصطفٰی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی عطا سے ہے خدا ان پر جملہ پسندیدہ لوگوں کے ساتھ رحمتیں بھیجے۔ رب دینے والا اور حبیب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تقسیم کرنے والے ہیں اور آپ پر قابلِ احترام قائدین درود بھیجتے ہیں آپ کے غیر سے کسی نے بھی بھلائی حاصل نہیں کی اور نہ کسی دوسرے سے کوئی حاصل کرنے والا امید رکھتا ہے امید بھی آپ سے عطا بھی آپ کی اور مدد بھی آپ کی، دنیا اور آخرت میں ہمیشہ کے لیے۔ (ت)

بالجملہ ضابطہ کا یہ دوسرا حصہ مذہب امام ابو یوسف و مذہب امام محمد و نصوصِ متواترۂ مذہب سب کے خلاف ہے مذہب حنفی میں یہ تفصیلیں کہیں نہیں، ہاں کتب شافعیہ میں ان کے قریب تھیں شاید وہیں سے خیال امام ضابطہ میں رہیں۔ امام بدر محمود عینی بنایہ میں فرماتے ہیں:

1 مذهب الشافعي على التحرير ان الماء اذا تغير احد اوصافه مما لا يمكن حفظ الماء عنه كالطحلب وما يجري على الماء من الملح والنورة ونحوها جاز الوضوء به لعدم امكان صون الماء عنه وان كان مما يمكن حفظه عنه فان كان ترابا طرح فيه فكذلك لانه يوافق الماء في كونه مطهرا فهو كما لو طرح فيه ماء آخر فتغير به وان كان شيأ سوى ذلك كالزعفران والطحلب اذا دق وطرح فيه وغير ذلك مما يتغير الماء منه لم يجز الوضوء به لانه زال اطلاق اسم الماء بمخالطة ما ليس بطهور والماء مستغن عنه فصار كاللحم والمائع المخالط بالماء ان قل جازت الطهارة به والا فلا وبماذا تعرف القلة والكثرة ينظر فان خالفه في بعض الصفات فالعبرة بالتغير فان غيره فكثير والا فقليل وان وافقه في صفاته كماء ورد انقطعت رائحته ففيما يعتبر به القلة والكثرة فيه وجهان احدهما ان كانت الغلبة للماء جازت الطهارة به وان كانت للمخالط لم يجز ومنهم من قال اذا كان ذلك قدرا لو كان مخالف الماء في صفاته لم يغيره لم يمنع ولو خالط الماء المطلق ماء مستعمل فطريقان اصحهما

امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک جو ضبط میں لایا گیا وہ یہ ہے کہ پانی کے ایک وصف کو جب ایسی شے بدل دے جس سے پانی کا محفوظ رکھنا ممکن نہیں مثلاً پانی پر پیدا شدہ جالا اور پانی پر جو نمک چونہ وغیرہ نظر آتا ہے تو اس سے وضوء جائز ہوگا کیونکہ پانی کو اس سے بچایا نہیں جا سکتا اگر پانی کو اس شئ سے بچانا ممکن ہے پھر اگر وہ مٹی ہو جو پانی میں ڈال دی گئی ہو تو اس کیلئے حکم پانی کا ہے کیونکہ یہ پاک کرنے کی صفت میں پانی کے موافق ہے تو یہ ایسا ہی ہوگا جیسا کہ پانی میں دوسرا پانی ڈال دیا جائے تو اس سے پانی کا رنگ بدل جائے اگر کوئی شے مٹی کے علاوہ ہو جیسے زعفران اور پانی کا خشک جالا جب باریک پیس کر اس میں ڈال دے جائیں یا اس کے علاوہ کچھ ایسی اشیاء ہوں جو پاک ہونے کے باوجود پاک کنندہ نہیں جس سے پانی تبدیل ہو جاتا ہو تو اس سے وضو جائز نہ ہوگا کیونکہ غیر طہور شئ کے ملنے سے پانی کا نام زائل ہو جاتا ہے تو یہ ایسے ہو گیا گویا گوشت مل گیا ہو، بہنے والی شئ اگر پانی میں تھوڑی ہو تو وضو جائز ورنہ ناجائز ہوگا، قلت اور کثرت کی پہچان کیونکر ہوگی، تو دیکھا جائے گا کہ اگر وہ چیز بعض صفات میں پانی کے موافق ہو جیسا کہ عرق گلاب جس کی خوشبو نہ ہو تو قلت وکثرت دو طریقوں سے معلوم ہوگی ایک یہ کہ اگر پانی کو غلبہ ہو تو اس کے ساتھ وضو جائز ہوگا اگر ملنے والی شے کا غلبہ ہو تو وضو جائز نہ ہوگا ان میں سے کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر وہ شئ اتنی مقدار میں ہو کہ وہ اوصاف میں

www.alahazratnetwork.org

كالمائع وفيه وجهان وبهذا قطع جمهورهم وصححه الرافعی[1] الخ وحاصله ان العبرة بالاجزاء انما هی فی المائع الموافق للماء فی جميع الصفات والا فبالاوصاف وهذا ما ونزع به فی الضابطة وان نراد التفصيل بالخلاف فی جميع الاوصاف فيعتبر وصفان او بعضها فواحد والله سبحٰنه وتعالٰی اعلم؛ وصلی الله تعالٰی وبارك وسلم علٰی سيدنا ومولٰينا الاٰرأف الارحم؛ شفيع الامم؛ وأله وصحبه وابنه الكريم الغوث الاعظم؛ اٰمين۔

مختلف ہونے کے باوجود پانی کو متغیر نہ کرے تو وضوء سے مانع نہ ہوگی اگر مطلق پانی کے ساتھ مستعمل پانی مل جائے تو اس کے دو طریقے ہیں، صحیح ترین طریقہ یہ ہے کہ مائع کی طرح اس میں بھی دو وجہیں ہوں گی اس طریقہ پر ان کے جمہور علماء نے یقین کیا ہے اور رافعی نے اسے صحیح قرار دیا ہے الخ خلاصہ یہ کہ مائع جب تمام صفات میں پانی کے موافق ہو تو اعتبار اجزاء کا ہوگا ورنہ صفات کا یہی تقسیم ضابطہ میں کی گئی ہے اگرچہ اختلاف کی صورت میں زیادہ تفصیل کی ہے کہ تمام اوصاف مختلف ہوں تو دو صفات کا ورنہ ایک کا اعتبار ہوگا، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وصلی اللہ تعالٰی وبارک وسلم علٰی سیدنا ومولٰنا الارأف الارحم، شفیع الامم، وآلہ وصحبہ وابنہ الکریم الغوث الاعظم، آمین (ت)

www.alahazratnetwork.org

پنجم ضابطہ نسفیہ کہ جس پانی میں اس کا غیر ایسا مل جائے کہ تمیز نہ رہے اور وہ پانی پر غالب ہو تو پانی قابلِ وضو نہ رہا آب مقید ہوگیا ورنہ نہیں اور اس کا غلبہ دو طور پر ہے یا تو اجزاء سے کہ اُس کے اجزاء پانی سے زائد [یعنی یا برابر ہوں فان المساوی کالزائد احتیاطا کما مر عن البدائع[2] (کیونکہ مساوی احتیاطاً زائد کی طرح ہے جیسا کہ بدائع سے گزرا۔ ت)] یا کمال امتزاج سے اور یہ بھی دو طور پر ہے یا درختوں کے پی لینے سے یا پانی میں کوئی پاک چیز پکانے سے، جیسے شوربا اور آب باقلا مگر یہ کہ اُس سے زیادت نظافت مقصود ہو جیسے اُشنان وصابون کہ ان کا پکانا مضر نہیں جب تک گاڑھا نہ کردے امام اجل ابوالبرکات نسفی نے کافی شرح وافی میں فرمایا:

بطلان صفة الاطلاق بغلبة الممتزج وهی بكثرة الاجزاء او بكمال الامتزاج وهو بطبخ الماء بخلط الطاهر كماء

پانی کے مطلق ہونے کی صفت کسی ملنے والی شَے کے غلبہ سے باطل ہوگی غلبہ یا تو اجزاء بڑھ جانے سے ہوگا یا کامل طور پر گھُل مل جانے سے اور وہ یوں

---

[1] البنایۃ شرح الہدایۃ الماء الذی یجوز بہ الوضوء ملک سنز فیصل آباد ۱/۱۹۱
[2] بدائع الصنائع الماء المقید سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵

الباقلی والمرق او بتشرب النبات الماحتی یبلغ الامتزاج مبلغا یمتنع خروج الماء عنه الابعلاج والامتزاج بالطبخ انما یمنع الوضوء به ان لم یکن مقصود الغرض المطلوب من الوضوء وھو التنظیف کالاشنان و الصابون اذا طبخا بالماء الا اذا غلب ذلک علی الماء فیصیر کالسویق المخلوط لزوال اسم الماء عنه والامتزاج الاختلاط بین الشیئین حتی یمتنع التمییز اھ[1]

کہ پانی کو کسی پاکیزہ چیز کے ساتھ ملا کر پکایا جائے مثلاً لوبیا کا پانی یا شوربا یا یہ امتزاج جڑی بوٹیوں کے پانی کو یوں جذب کر لینے کے بعد ہوگا کہ ان سے بغیر مشقت کے پانی کو الگ نہ کیا جا سکے، پکانے سے امتزاج وضو سے اس وقت مانع ہوگا جب اس کے ملانے سے وضو کی کوئی غرض وابستہ نہ ہو مثلاً صابون یا اشنان کو جب پانی میں پکایا جائے البتہ یہ بھی اگر پانی پر یوں غالب آجائیں کہ مخلوط ستو کی مثل شے بن جائیں تو پھر اس پانی سے بھی وضو جائز نہ ہوگا کیونکہ اس پر پانی کا نام نہیں بولا جائیگا امتزاج دو اشیاء کا یوں یکجان ہونا کہ انہیں جدا کرنا ممکن نہ ہو۔ (ت)

بعینہ اسی طرح کفایہ امام جلال الدین شرح ہدایہ میں ہے **اقول** غلبہ ممتزج وکمال امتزاج اور اس کے اسباب طبخ وتشرب نبات یہ سب مضمون امام زیلعی نے یہیں سے اخذ فرمائے امام اجل نسفی نے غلبہ ممتزج صرف کثرت اجزاسے لیا تھا انھوں نے اس میں ثخن اوصاف اپنی طرف سے اضافہ فرمایا یہاں سے بھی واضح ہوا کہ کافی وکفایہ تک جو ضابطہ مذہب حنفی میں تھا اس میں اس تفصیل کا پتا نہیں۔

ثم اقول ضابطہ نسفیہ وہی مذہب امام ابویوسف ہے ضابطہ چہارم بحث دہم میں گزرا کہ اس مذہب معتمد میں مانع چار بلکہ تین ہی ہیں کثرت اجزائے مخالط جس میں حکماً تساوی بھی داخل اور زوال رقت کہ زوال سیلان کو بالاولی شامل اور زوال اسم یہاں کثرت اجزاء تو وہی ہے اور کمال امتزاج بطبخ وتشرب باقی دو کی صورتے ہیں تو یہ ضابطہ بظاہر شامل عبارات متون ضابطہ جزئیہ ہے کہ ضابطہ یوسفیہ سے باہر نہیں اگرچہ سب صور کو محیط بھی نہیں۔

اقول مگر حقیقۃً وہ کلیہ ہے بلاشبہ غلبہ ممتزج وکمال امتزاج بلکہ صرف غلبہ ممتزج سے باہر کوئی سبب نہیں،

وانما جعلھا جزئیۃ تفسیرھما ببعض صورھما[2] فلوجعل التفسیر تصویر الاستقامۃ

اس کو ان کی بعض صورتوں کی تفسیر کا جزو قرار دیا ہے حالانکہ اگر اسے تفسیر بنانے کے بجائے تصویر بناتا

---

[1] کافی شرح وافی للنسفی

وتم الکلام؛ وھھنا مباحث کثیرۃ لاتخفی علی من احاط بما قدمنا من النقض والابرام؛ واللہ سبحٰنہ ولی الالہام؛

تو درست ہوتا یہاں بہت سی ایسی مباحث ہیں کہ جو ان اعتراضات وجوابات کو مکمل پڑھنے سے مخفی نہیں رہ سکتیں جو ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں اللہ الہام کرنے والا ہے۔ (ت)

ششم ضابطۂ رضویہ سبحٰن اللہ فقیر بھی کوئی شے ہے کہ احکام میں زبان کھول سکے حاشا ضابطہ وہی ضابطۂ امام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے۔ باتباع علماء اس کے اجمال کو مفصل کردیا ہے۔ تفاصیل میں خدمت گاری کلام اکابر کے صدقہ سے جن تحقیقات کا افاضہ ہوا اُن پر ابتنائے شقوق کیا ہے جملہ ضوابط صحیحہ مذکورہ کو ایک دائرے کے احاطہ میں لیا ہے اُس نے بیان کو اظہر واجمع واتم وانفع کرکے ضابطہ کے لیے خلعت جدت سیا ہے۔

فاقول وباللہ التوفیق (۱) دریا نہر چشمے چاہ باران کا پانی حتی کہ شبنم اپنی حد ذات میں آب مطلق ہے جو کچھ ان کی جنس سے نہیں اگرچہ ان کی شکل ان کے اوصاف ان کے نام پر ہو پانی نہیں اُس سے وضو وغسل نہیں ہوسکتا جیسے ماء الجبن وہی کا پانی درختوں پھلوں کا عرق کا مد مٹی کا تیل سینڈھی تاڑی ناریل کدو تربوز کا پانی اگرچہ اس میں صرف پانی ہی ہوتا ہیں جو کچھ پتوں شاخوں پھلوں پھولوں سے نکالا جائے یا کافور کے درخت انگور کی بیل کی طرح کاٹنے سے یا آپ ہی ٹپکے یا نمک نوشادر کافور وغیرہا کے پگھلنے یا سونے چاندی رانگ وغیرہا کے گلنے سے حاصل ہو۔

(۲) جو کچھ حقیقۃً پانی ہے (اگرچہ بیچ میں پانی نہ رہا تھا جیسے اولے یا آسمانی برف یا کل کا جب پگھل جائے) یا تو اُس میں کوئی اور چیز (اگرچہ اُسی کی جنس سے ہو) داخل ہوگی یا نہیں، اگر نہیں تو وہ مطلقاً آب مطلق ہے لیکن اگر مائے مستعمل ہے جس کا بیان الطرس المعدل میں مفصل گزرا تو اُس سے وضو وغسل جائز نہیں ورنہ مطلقاً صحیح ہے اگرچہ بوجہ ملک غیر یا وقف یا کسی حاجت ضروریہ کی طرف مصروف ہونے یا اور عوارض کے سبب جن کا بیان فصل اول میں گزرا اس سے وضو حرام یا مکروہ ہو اگرچہ بچوں کا ہاتھ پڑنے یا کافر کے چھونے یا کسی مشکوک شے کے گرنے سے اس کی طہارت میں اوہام پیدا ہوں جب تک نجاست ثابت نہ ہو جائے اگرچہ دیر تک بند رہنے سے اُس کا رنگ بُو مزہ بدل جائے یا ابتداء ہی سے بدلا ہوا ہو اگرچہ کسی تیز خوشبو یا بدبوشئ کے قرب سے اس میں کتنی ہی بُوئے خوش یا ناخوش پیدا ہوجائے، ہاں اگر سردی سے جم جائے یا رقیق نہ رہے جیسے اولے برف اس سے وضو ناجائز ہوگا جب تک پگھل کر پھر اصلی رقت پر نہ آجائے۔

(۳) اگر داخل ہوگی تو دو صورتیں ہیں یا تو پانی سے جُدا رہے گی یعنی اس میں سرایت نہ کرے گی یا خلط ہوجائیگی

اگر جدا رہے (اور یہ نہ ہوگا کہ شئے جامد میں جیسے کنکر وغیرہ پانی میں ڈال دیے جائیں) تو اگر وہ شئ نجس نہیں یا پانی دہ در دہ ہے مطلقاً مطلق و قابلِ وضو ہے[1] اور اگر نجس ہے اور پانی کم تو مطلق ہے مگر لائقِ استعمال نہ رہے گا۔

(۴) اگر پانی میں خلط ہوگی تو دو صورتیں ہیں وہ ملنے والی شئ بھی اصل میں صرف پانی ہے یا اس کا غیر اگر صرف پانی ہے تو پھر دو صورتیں ہیں اب بھی پانی ہی ہے یا نہیں اگر اب بھی پانی ہی ہے تو اس کے ملنے سے پانی مطلق تو مطلق رہے گا ہی اُس سے وضو بھی روا ہوگا مگر دو صورتوں میں ایک یہ کہ آبِ مستعمل اس میں مل جائے اور یہ مقدار میں اُس سے زائد نہ ہو، دوسرے یہ کہ نجس پانی پڑ جائے اور یہ وہ در دہ نہ ہو اور یہ وہیں ہوگا کہ وہ پانی بے کسی دوسری شئے کے مختلط ہوجانے کے ناپاک ہوگیا جیسے آبِ قلیل میں خنزیر کا پاؤں یا بال پڑ گیا اور نکل گیا کہ پانی خالص ہی رہا خلط نہ ہوا اور ناپاک ہوگیا ورنہ جو خلط نجس سے نجس ہو اُس کا ملنا اس قسم سے خارج ہوگا کہ یہ صرف پانی کا ملنا نہ ہوا۔

(۵) اگر وہ ملنے والی شئ اب پانی نہیں (اور یہ نہ ہوگا مگر اولے یا برف میں کہ گل کا ہو خواہ آسمانی کہ یہی وہ صورت ہے کہ پانی بے خلط غیر پانی نہ رہے) تو اگر پانی کی رقت زائل کردے قابلِ وضو نہ رہے گا جب تک وہ شئ پگھل کر پھر پانی نہ ہوجائے اور اگر رقت باقی ہے نہ یوں کہ اولے برف ابھی گھل کر پانی میں مخلوط نہ ہوئے پتھر کنکر کی طرح تہ میں پڑے ہیں کہ یہ تو تیسرا نمبر تھا بلکہ یوں کہ مقدار میں اتنے کم تھے جن کے خلط سے رقتِ آب میں فرق نہ آیا تو اُس سے وضو جائز ہے۔

www.alahazratnetwork.org

(۶) اگر وہ شئ غیر آب ہے اور پانی میں اتنی خلط ہوگئی کہ پانی اُس سے مقدار میں زائد نہیں تو مطلقاً قابلِ وضو نہیں۔

(۷) اگر پانی مقدار میں زیادہ ہے تو وہ شئے نجس ہے یا طاہر اگر نجس ہے اور پانی دہ در دہ نہیں یا ہے تو نجاست سے اس کے رنگ یا مزے یا بُو میں فرق آگیا تو پانی اگرچہ مطلق رہے قابلِ وضو در کنار بدن میں جائز الاستعمال نہ رہا۔

(۸) اگر وہ دہ در دہ ہے اور کسی وصف میں تغیر نہ آیا تو نجاست کا حکم ساقط اور احکام بعض احکام آئندہ ہوں گے۔

(۹) اگر طاہر ہے تو پھر دو صورتیں ہیں اس کا خلط آگ پر ہوا یا الگ۔ اگر آگ سے الگ ہوا اور وہ شئ جامد ہے تو ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے اجماع سے اور مائع ہے تو مذہب صحیح معتمد میں پانی مطلقاً آبِ مطلق و لائقِ وضو رہے گا اگرچہ رنگ، مزہ، بُو سب بدل جائیں گے مگر دو صورتوں میں، ایک یہ کہ پانی رقیق نہ رہے، اور ہم تحقیق کرآئے ہیں کہ یہ کچھ جامد ہی سے خاص نہیں بہت مائعات بھی مانعاتِ رقتِ آب ہوتے ہیں دوسرے یہ کہ شربتِ شہد یا شربتِ شکر یا نبیذ و رنگ کی طرح مقصد دیگر کے لئے شئ دیگر ہوجائے۔

---

[1] آبِ کثیر نجاست کے پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک اُس کا کوئی وصف نہ بدلے اور ظاہر ہے کہ رنگ یا مزہ اُسی وقت بدلیں گے جب اُس نجس کے اجزاء پانی میں خلط ہوں اور یہاں وہ صورت مفروض ہے کہ خلط نہ ہو، ہاں اگر کوئی نجس چیز اس درجہ قوی الرائحہ ہو کہ صرف اس کی مجاورت بلا خلط سے آبِ کثیر کی بُو بدل جائے تو نجس ہوجانا چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم منہ غفرلہ (م)

(۱۰) اگر خلط آگ پر ہوا تو دو صورتیں ہیں اگر ہنوز وہ چیز پکنے نہ پائی کہ مقصود دیگر کے لیے شے دیگر کرے پانی سے امتزاج کامل نہ ہونے پایا کہ سرد ہونے پر گاڑھا کر دے اس حالت کے قبل اتار لی تو پانی مطلقاً آبِ مطلق و قابلِ وضو ہے۔

(۱۱) اگر وہ شے پک گئی تو تین صورتیں ہیں پکانے میں صرف پانی مقصود ہے یا صرف وہ شے یا دونوں، پہلی دو صورتوں میں آبِ مطلق رہے گا جب تک اس قابل نہ ہو جائے کہ سرد ہو کر زوالِ رقت ہو، صورت دوم کی مثالیں بحث اول طبخ میں شنجرف و نشاستہ و آش جو سے گزریں اور صورت اول کا بیان فصل خامس میں آتا ہے اِن شاء اللہ تعالٰی۔

(۱۲) صورت سوم میں اگر پانی اس قدر کثرت سے ڈال دیا کہ نہ مقصود دیگر کے لیے ہو سکے گا نہ اُس سے دَلدار ہوگا تو مطلقاً مطلق و لائق طہارت ہے۔

(۱۳) اگر اتنا کثیر نہ تھا مگر دَلدار نہ ہو سکے گا تو جب مقصود دیگر کے لیے ہو جائے گا قابلِ وضو نہ رہے گا۔

(۱۴) اگر پانی دَلدار ہو سکتا ہے تو اگر بالفعل گاڑھا ہو گیا کہ بہانے میں پُورا نہ پھیلے گا مطلقاً لائقِ وضو نہ رہا اگرچہ اس میں صابون ہی پکایا ہو جس سے زیادت نظافت مقصود ہوتی ہے۔

(۱۵) اگر بالفعل گاڑھا نہ ہوا مگر ٹھنڈا ہو کر ہو جائے گا تو دو صورتیں ہیں اگر وہ شے مثل صابون وغیرہ زیادت نظافت کے لیے ہے فی الحال اُس سے وضو جائز، ٹھنڈا ہونے کے بعد صحیح نہیں۔

(۱۶) اگر زیادت نظافت کے لیے نہیں تو اس سے فی الحال بھی وضو جائز نہیں۔

یہ ہے وہ تحقیق انیق کہ جمیع نصوص صحاح کو متناول اور جملہ ارشادات متون کو حاوی و شامل اور تمام تحقیقات سابقہ پر مشتمل اور سب فروع ممکنہ کے حکم صحیح کو بعونہ تعالٰی کافی و کافل والحمد للہ رب العٰلمین، و افضل الصلٰوۃ و اکمل السلام علی خاتم النبیین، سید المرسلین، وعلیھم جمیعا وعلٰی اٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین، اٰمین والحمد للہ رب العٰلمین (حمد اللہ رب العالمین کے لیے ہے اور افضل الصلٰوۃ واکمل السلام خاتم النبیین سید المرسلین پر اور تمام انبیاء پر اور آپ کے آل واصحاب، اولاد اور گروہ سب پر، آمین، والحمد للہ رب العٰلمین)

فصل خامس

بعض جزئیات جدیدہ میں۔ بحمدہ تعالٰی کتاب میں تین سو سات (۳۰۷) جزئیات مذکور ہوئے۔

(۳۰۸) آبِ مقطر یعنی قرع انبیق میں ٹپکایا ہوا پانی کہ اجزائے ارضیہ وغیرہا کثافتوں سے صاف کرنے کے لیے سادہ پانی رکھ کر آنچ کریں کہ بخارات اُٹھ کر اوپر کے پانی کی سردی پا کر پھر پانی ہو کر ٹپک جائیں یہ پانی کہ محض پانی کی بھاپ سے حاصل ہوا اس کا صریح جزئیہ اپنی کتب میں نظر فقیر سے نہ گزرا،

الاماقدمنا في ۱۹۰ عن هذا الفاضل المتأخر محشي الدرر الخادمي في بحث وجدل اذ قال في الدرر معللا لعدم جواز الطهارة بماء حصل بذوبان الملح انه انقلب الى طبيعة اخرى فقال اورد الجمد والبخار واجيب المراد طبيعة غير ملائمة للمائية اھ[1] فافاد السؤال والجواب الجواز بماء يتكون من البخار ولايبعدان المراد ماء المطر والبئر فهما الابخرة تستحيل ماء۔

مگر صرف وہی جو ہم نے نمبر ۱۹۰ میں بیان کیا اور وہ الدرر کے ایک فاضل محشی خادمی صاحب کے اس قول سے حاصل ہوا جس کو انہوں نے ایک بحث مباحثہ میں ذکر کیا جبکہ دُرر میں کہا نمک کے پگھلنے سے جو پانی بنا اس سے طہارت کے ناجائز ہونے کی دلیل بیان کرتے ہوئے کہا کہ یہ پانی ایک طبیعت کے انقلاب سے حاصل ہوا ہے، تو اس پر علامہ خادمی نے اعتراض کرتے ہوئے برف اور بخار کا حوالہ دیا (کہ اس سے جو پانی بنتا ہے وُہ بھی تو طبیعت بدلا ہوا ہوتا ہے حالانکہ اس سے وضوء جائز ہے) اس کے جواب میں کہا گیا کہ طبیعت سے مراد ایسی طبیعت ہے جو پانی کے مناسب نہ ہو اھ تو اس سوال وجواب نے بخار سے بنے ہوئے پانی سے وضوء کا جواز بیان کردیا۔ کوئی بعید نہیں کہ اس سے مراد بارش اور کنویں کا پانی ہو کیونکہ یہ دونوں پانی بخارات کی تبدیلی سے بنتے ہیں۔ (ت)

اقول مگر بعونہ تعالٰی حکم ظاہر ہے کہ وُہ ماءِ مطلق اور اس سے طہارت جائز ہے کہ سمندر کے سوا آسمان و زمین کے عام پانی بخارات ہی سے بنتے ہیں اور گلاب وعرق گاؤزبان وغیرہ وارد نہ ہوں گے کہ وُہ بھی اگرچہ پانی ہی کے بخار ہیں مگر وہ سادہ پانی سے نہ اُٹھے بلکہ جس میں دوسری شے بھگوئی گئی ہے جس نے ان بخارات مستحیلہ کو مقصد دیگر کے لیے چیز دیگر کردیا لہذا زوال اسم ہوگیا انہیں پانی نہیں کہا جاتا بلکہ گلاب وعرق بخلاف آب تقطیر کہ پانی ہی ہے اور پانی ہی کہا جائیگا نہ مقصود بدلا نہ نام۔

اقول البتہ ضابطہ امام زیلعی پر گلاب اور سب عرق وارد ہوں گے کہ جامد ہی چیزیں ملیں تو مدار بقائے رقت پر ہوا اور وہ باقی ہے تو یہ بخارات ازروئے ضابطہ آب مطلق ہی سے اُٹھے اور پانی ہی ہو کر ٹپکے اس کے بعد کوئی بات انہیں وہ عارض نہ ہوئی جو بربنائے ضابطہ انہیں آب مقید کرے کہ مقصد دیگر کے لیے چیز دیگر ہوجانا ضابطہ میں نہیں تو بحکم ضابطہ گلاب و ہر عرق سے وضو ہوسکنا چاہئے حالانکہ بالاجماع جائز نہیں۔

ثم رأيت التصريح بهذا الفرع في كتب السادة الشافعية قال العلامة زين

پھر میں نے اس فرع کی تصریح شافعی مسلک کے علماء کی کتب میں دیکھی، امام ابن حجر مکی کے شاگرد علامہ زین

---

[1] حاشیۃ علی الدرر لابی سعید الخادمی کتاب الطہارت مکتبہ عثمانیہ مصر ۱/ ۲۰

المليباري تلميذ الامام ابن حجر المكي فی فتح المعين الماء المطلق ما يقع عليه اسم الماء بلا قيد وان رشح من بخار الماء الطهور المغلی[1] اھ وفی الفتاوى الكبرى الفقهية لشيخه الامام رحمهما الله تعالٰی سئل عن شجر بارض الحبشة يخرج منه عند انتشار الرياح بخار كالدخان ويرشح ماء كالماء سواء بسواء فهل له حكم الماء فی الطهورية فاجاب ليس حكمه حكمه بل هو كالمائع جزما وفارق بخار الطهور المغلی بان ذلك من الماء بخلاف هذا اذ هو كماء الشجر وهو ليس بطهور قطعا[2]۔

ملیباری نے فتح المعین میں کہا کہ مطلق پانی وہ ہوتا ہے جس کو کسی قید کے بغیر پانی کہا جا سکے اگرچہ وہ اُبلنے والے پاک پانی کی بھاپ سے بنا ہو اھ اور ان کے استاد و شیخ کے فتاوی کبرٰی فقہیہ میں ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ افریقہ میں ایک ایسا درخت ہے جو ہواؤں کے چلنے پر دھوئیں کی طرح ایک گیس چھوڑتا ہے اور وہ گیس بعد میں پانی کی طرح بہنے والی صورت اختیار کرلیتی ہے جو بالکل پانی معلوم ہوتی ہے۔ تو کیا درخت کی اس گیس کے پانی سے طہارت حاصل کرنا جائز ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ اس کا حکم پانی والا نہیں ہے بلکہ وہ بہنے والا مادہ ہے جو ابلنے والے پانی کے بخارات سے مختلف ہے کیونکہ یہ تو پانی سے بنتا ہے۔ اور وہ درخت کے پانی کی طرح ہے جس سے طہارت کا حصول بالکل جائز نہیں۔ (ت)

اقول یہ اگر آب مطلق طاہر کے بخارات سے ہے قابلِ طہارت ہے۔

(۳۰۹) کبھی حمام کی چھت اور دیواروں سے پانی ٹپکتا ہے۔

(۳۱۰) آب غطا۔ پانی گرم کیا بھاپ اُٹھ کر سرپوش پر اندر کی جانب پانی کے کچھ قطرے بنے ہوئے ملتے ہیں۔

اقول وہ بدستور آبِ طہور ہے اُس سے سر یا موزوں کا مسح جائز ہے،

لما علمت انه ليس الا من اجزاء الماء المطلق وتخلل الاستحالة الى البخار لا يمنع كمياه الابار والامطار۔

کیونکہ تمہیں معلوم ہے کہ یہ مطلق پانی کے اجزاء سے بنا ہے اور درمیان میں بخار کی صورت اختیار کرنا، اس کے لیے مانع نہیں ہے جس طرح کنوؤں اور بارشوں کے پانی کہ وہ بھی پہلے بخارات کی صورت میں تھے (ت)

(۳۱۱) کوئی اور چیز پکانے میں جو قطراتِ بخار چپنی (ڈھکنا) پر ملیں۔

---

[1] فتح المعین بشرح قرۃ العین فصل فی شروط الصلوٰۃ مطبع عامر الاسلام ترورنگاڈی کیرلہ ص۲۷

[2] فتاوی کبرٰی کتاب الطہارۃ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۲

اقول اس کا حکم مسائل طبخ کی طرف رجوع سے واضح ہوگا اگر وہ شے زیادت نظافت کے لئے ہے اور پانی بالفعل گاڑھا نہ ہوگیا یا اور کوئی چیز ہے اور پانی ابھی اس قابل نہ ہوا کہ سرد ہوکر رقیق نہ رہے نہ وہ مقصود دیگر کے لئے چیز دیگر ہوگیا اس حالت میں جو بخار اُٹھے آبِ مطلق ہیں کہ آبِ مطلق کے اجزاء سے ہیں ورنہ مقید کہ مقید سے ہیں۔

(۳۱۲) اصطبل وغیرہ محل نجاسات سے بخارات اُٹھ کر ٹپکے پاک تو مطلقاً ہیں جب تک ان میں اثرِ نجاست ظاہر نہ ہو،

فی ردالمحتار فی الخانیۃ ماء الطابق[عہ] نجس قیاسا لا استحسانا وصورتہ اذا احرقت العذرۃ فی بیت فاصاب ماء الطابق ثوب انسان لایفسدہ استحسانا مالم یظھر اثرالنجاسۃ فیہ وکذا الاصطبل اذا کان حارا او علی کوتہ طابق اوکان فیہ کوز معلق فیہ ماء فترشح وکذا الحمام فیھا نجاسات فعرق حیطانھا وکواتھا وتقاطر قال فی الحلیۃ والظاھر العمل بالاستحسان ولذا اقتصر علیہ فی الخلاصۃ والطابق الغطاء العظیم من الزجاج اواللبن[1] اھ

ردالمحتار میں خانیہ سے ہے ڈھکنے (سرپوش) کا پانی قیاس کے طور پر نجس ہے استحسان کے طور پر نجس نہیں، اس کی صورت یُوں ہوگی کہ کسی کمرے میں نجاست کو آگ سے جلانے کی بنا پر حرارت (سے مرطوب بخارات بن کر ڈھکنے پر جمع ہوکر ٹپکنے) پر وہ قطرے کسی کے کپڑوں کو لگے تو استحسان کے طور پر کپڑے ناپاک نہ ہوں گے جب تک ان قطرات میں نجاست کے اثرات ظاہر نہ ہوں، اسی طرح اصطبل میں حرارت اور چھت پر ڈھکنا ہونے کی صورت میں یا وہاں کوئی پانی کا مٹکا ہونے کی صورت میں پانی ٹپکنا شروع کرے۔ اسی طرح کسی حمام میں اگر مختلف نجاستیں ہوں تو وہاں دیواروں اور چھت پر قطرے بن کر ٹپکنے لگیں حلیہ میں کہا تو ظاہر یہی ہے کہ استحسان پر عمل کیا جائیگا اسی لیے خلاصہ میں صرف استحسان والے حکم (طہارت) کو ذکر کیا گیا ہے اور طابق شیشے یا مٹی کے بڑے ڈھکنے کو کہتے ہیں۔ (ت)

اقول مگر طہور و قابلِ طہارت نہیں اگر آبِ مطلق کے سوا اور رطوبتوں سے ہوں کما لایخفی۔

(۳۱۳) سونٹھ کا پانی جنجربٹ۔

(۳۱۴) میٹھا پانی لیمنیڈ ان کا آبِ مطلق تو نہ ہونا صاف ظاہر۔

عہ طابق شیشے یا مٹی کے بڑے ڈھکنے کو کہتے ہیں۔ (م)

---

[1] ردالمحتار، باب الانجاس مصطفی البابی مصر ۱/۲۳۸

www.alahazratnetwork.org

(۳۱۵) کھاری پانی سوڈا واٹر بھی قابلِ طہارت نہیں اگرچہ اُس میں کوئی جُز نہ ڈالا صرف گیس کی ہوا سے بنایا ہو،

فانہ لا شك فی سرایة الهواء المذکور فی الماء عند فورانہ وتغییرہ طعمہ وجعلہ شیئا اٰخر لمقصود اٰخر۔

کیونکہ بلاشبہ مذکور ہوا (گیس سوڈا) پانی میں سرایت کرتی ہے جس سے پانی ابلتا ہے اور ذائقہ تبدیل ہوجاتا ہے اور یہ (سوڈا گیس) پانی کو کسی اور مقصد کے لئے دوسری چیز بنا دیتا ہے۔ (ت)

اقول یہ تینوں پانی بھی ضابطہ پر وارد ہیں جبکہ ان کا اصطناع جامدات سے ہو کر رقت ضرور باقی ہے،

الا ان یدعی فی الثالث ان الهواء من المائعات لجریانہ منبسطا علی هیئة بل هو ابلغ فیہ من الماء لکونہ الطف منہ فهذا مائع یخالف الماء فی الطعم وقد غیرہ فتقید فلا یخرج الفرع عن الضابطة۔

مگر تیسرے میں یہ دعوٰی کیا جائے کہ ہوا پُرسکون طور پر پھیلتی چلی جاتی ہے لہذا ہوا بھی بہنے والی چیزوں میں سے ہے بلکہ یُوں کہا جائے کہ ہوا زیادہ لطیف ہونے کی وجہ سے زیادہ پھیلتی ہے تو پھر ہوا پانی سے علیحدہ ایک بہنے والی چیز ہے جو اس سے ذائقہ میں مختلف ہے یُوں ہوا نے پانی کو متغیر کردیا اور اب پانی مقید ہوگیا لہذا یہ فرع ضابطہ سے خارج نہ ہوگی (ت)

(۳۱۶ و ۳۱۷) یونہی آبِ افیون و بھنگ اگرچہ رقیق رہیں ناقابلِ وضو ہیں لغلبة الاجزاء بالمعنی الثالث (تیسرے معنٰی کے اعتبار سے اجزا کا غلبہ ہے۔ ت) ضابطہ پر وارد کہ جامدات ہیں اور رقت باقی۔

(۳۱۸) **اقول** بلکہ رقیق چائے بھی خصوصاً اُس صورت میں کہ پانی کے جوش میں نہ ڈالیں بلکہ آگ سے اُتار کر اور رہنے دیں یہاں تک کہ اپنا عمل کرے اور اب وُہ پانی چائے کہلائے کہ یہ صورت طبخ سے جُدا اور اب بنصِ ضابطہ محض رقت پر مدار بلکہ اگر اسے معنیٔ طبخ میں داخل کریں کہ حرارتِ آب نے اُس میں عمل کیا جب بھی ضابطہ پر وارد رہے گی کہ بتصریح امام ضابطہ وغیرہ ائمہ طبخ ہیں وجہ منع کمال امتزاج ہے اور ہم تحقیق کر آئے کہ مانع وہی ہے کہ موجب زوال رقت ہو اگرچہ سرد ہو کر تو جب رقت باقی بر ہئے ضابطہ ہر طرح جواز چاہئے حالانکہ بلاشبہ بالاتفاق ناجائز ہے،

لزوال الاسم وهو المعتبر فی الباب بتصریح الامام الضابط وسائر الائمة کیف وقد صار شیئا اٰخر لمقصود اٰخر۔

کیونکہ نام ختم ہوگیا ہے جو اس باب میں معتبر ہے اس کی تصریح امام ضابط اور باقی ائمہ نے کی ہے، ایسا کیوں نہ ہوگا حالانکہ دوسرے مقصد کے لیے شَے تبدیل ہوچکی ہے۔ (ت)

(۳۱۹ و ۳۲۰) شلجم گاجر کے اچار کا تہ نشین پانی کہ گاڑھا ہوتا ہے وہ تو ظاہر اور پر کا رقیق پانی

بھی اُسی وجہ سے ہرگز قابلِ طہارت نہیں اور ضابطہ[1] پر وارد۔

(۳۲۱) گلاسوں میں زیادہ مقدار تک پانی بھر کر اوپر سے تیل ڈال کر روشن کرتے ہیں **اقول** ظاہر ہے کہ یہاں اسباب ثلثہ سے کوئی سبب مانع نہ پایا گیا، جب تیل جل جائے یا نکل جائے آبِ خالص کے سوا کچھ نہ رہے گا تو اُس سے طہارت جائز ہے۔

(۳۲۲) کبھی خوب صورتی کے لیے وہ پانی رنگین کرکے بھرتے ہیں اگر تغیر لون اتنا ہوا کہ رنگ ہوگیا تو اس سے وضو ناجائز ہونا ظاہر **اقول** وھو عندی محمل ما یأتی عن العلامۃ السید ط (میں کہتا ہوں کہ میرے نزدیک یہ علامہ سید طحطاوی کے آئندہ بیان کا محمل ہے۔ ت) اور اب ضابطہ[2] پر وارد جبکہ یہ رنگ جامدات سے ہوا ہو، ہاں اگر یہ حالت نہیں تو قضیۂ اصولِ معتمدۂ یوسفیہ جواز ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

(۳۲۳) قدس شریف ملک شام میں بعض لکڑیوں کے ریشے زمین سے نکال کر پانی میں بھگوتے ہیں جس سے پانی سرخ ہوجاتا ہے اور دباغت یعنی چمڑا پکانے کے کام آتا ہے اُس سے وضو جائز نہ ہونا چاہیے اگرچہ رقیق رہے لصیرورتہ شیئا اٰخر لمقصد اٰخر (کیونکہ اب یہ دوسری چیز کسی اور مقصد کے لئے ہوچکی ہے۔ ت) **اقول** مگر اس صورت[3] میں ضابطہ پر وارد درمختار میں تھا کذا ماء الدابوغۃ (دباغت کا پانی بھی ایسے ہے۔ ت) علامہ سید طحطاوی نے فرمایا:

www.alahazratnetwork.org

ای مثل ماء الکرم فی ان الاظھر عدم جواز رفع الحدث بہ واخبر بعض من یسکن بلد الخلیل علیہ الصلاۃ والسلام انھم یخرجون عروق حطب من الارض یضعونھا فی الماء فیحمر فیدبغون بہ الجلد ویسمونہ ھذا الاسم ونحوہ ماء الدبغۃ الاحمر الذی یضعونہ فی القنادیل بمصر للزینۃ۔[1]

یعنی انگور کے درخت کے پانی کی طرح اظہر اس سے طہارت کے بارے میں عدم جواز ہے خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شہر میں رہنے والے ایک شخص نے بتایا کہ ہم زمین سے ایک لکڑی کی جڑیں نکال کر پانی میں ڈالتے ہیں جس سے وہ پانی سرخ ہوجاتا ہے پھر اس سے چمڑے کو رنگتے ہیں اس کا نام ماء الدابوغہ ہے، اور اسی طرح مصر میں خوب صورتی کے لئے قندیلوں میں سُرخ پانی رکھتے ہیں جس کو ماء الدبغہ کہتے ہیں۔ (ت)

(۳۲۴) نتھرے میں دو چار پان خصوصاً بنے ہوئے اگر پڑ جاتے ہیں سارا پانی رنگین کر دیتے ہیں **اقول** اُس سے وضو میں حرج نہیں کہ طبع میں وہ امتزاج مانع جو اُسے گاڑھا ہونے کے قابل کر دے۔

---

[1] طحطاوی علی الدر المختار باب المیاہ بیروت ۱/۱۰۳

ہاں ضابطہ برجندیہ پر یہ ضرور وارد کہ تغیر تو ہوگیا۔

(۳۲۵) پان کھایا اور مُنہ میں اس کا معتد بہ اثر باقی ہے کُلّیاں کرکے منہ صاف کیا مشاہدہ ہے کہ ان کلّیوں کا پانی اتنا رنگین ہوجاتا ہے کہ اس کے بعد اسی لگن میں پُورا وضو کیا جائے تو سارا پانی رنگ جاتا ہے اگر یہ وضو طاہر نے نہ بہ نیت قربت بلکہ مثلاً محض تبرید کے لئے کیا پانی قابلِ وضو رہے گا کہ اسباب ثلثہ منع سے کوئی سبب نہیں۔

اقول اور ضابطہ پر وارد جبکہ پان خوشبودار نہ ہو کہ ان کُلّیوں کا پانی وہ مائع ہے کہ آبِ مطلق سے رنگ و مزہ دو وصفوں میں مخالف ہے اور ایک بدل دیا۔

(۳۲۶) جس گھڑے میں گنّے کا رس تھا رس نکال کر پانی بھرا جائے بلاشُبہہ اس کا مزہ و بُو بدل جاتے ہیں اور اُس سے جوازِ وضو میں شک نہیں کہ وہ یقیناً پانی ہی ہے۔

اقول مگر ضابطہ پر وارد کہ رس کے جو اجزاء گھڑے کی سطح اندرونی میں لگے رہ گئے تھے ضرور اجزائے مائع ہیں اور اُن سے دو وصف بدل گئے۔

(۳۲۷) اسی گھڑے میں اگر پانی گرم کیا تو تغیر اور زیادہ ہوجائیگا اور ضابطہ برجندیہ پر ناقض آئیگا۔

(۳۲۸) زخم دھونے کے لئے پانی میں نیم کے پتے ڈال کر جوش دیتے ہیں ان سے اس کا رنگ، مزہ، بُو سب بدل جاتا ہے مگر رقّت میں فرق نہیں آتا۔

www.alahazratnetwork.org

اقول مقتضائے اصول معتمدہ یوسفیہ اُس سے وضو کا جواز ہے یہاں تک کہ اگر زخم اعضائے وضو پر تھا اُس پانی سے دھونے کے بعد اُسے دوسرے پانی سے دھونے یا مسح کی حاجت نہیں کہ یہاں غلبہ اجزا و غلبہ طبع نہ ہونا تو بدیہی اور زوال اسم بھی نہیں کہ وہ پانی ہی ہے اور پانی ہی کہا جائے گا کوئی دوسری چیز دُوسرے مقصد کے لئے نہ ہوگیا مقصود زخم دھونا ہے اور یہ کام خود پانی کا ہے نیم کے پتے اس کے رفع غائلہ و دفع ضرر کے لئے شامل کئے گئے تھے کہ سادے پانی کو زخم چرائے تو نقصان پہنچے و لہذا پتوں کے پکنے نہ پکنے پر یہاں نظر نہیں ہوتی کہ مقصود پانی ہے نہ پتے مگر ضابطہ برجندیہ پر صراحۃً وارد کہ پانی طبع میں متغیر ہوگیا۔

(۳۲۹ و ۳۳۰) **اقول** بعینہٖ اسی دلیل سے نطول و پاشویہ کا پانی بھی بحکم اصول معتمدہ قابلِ طہارت ہے یہاں تک کہ پاشویہ کے بعد پاؤں یا نطول کے بعد غسل میں سر یا اُس موضع کا جہاں وہ پانی دھارنے میں پہنچا دوسرے پانی سے دھونا ضرور نہ رہا واللہ تعالٰی اعلم یہ صورتیں بھی وہی ہیں کہ مقصود صرف پانی ہے دھار نے امالہ میں تنہا گرم پانی بھی کام دیتا ہے دوائیں زیادت قوت کے لئے ہیں۔

اقول یہ دونوں بھی ضابطہ برجندیہ پر ظاہر الورود۔

(۳۳۱) حُقّے کا پانی اگرچہ دھوئیں کے سبب اُس کا رنگ، مزہ، بُو سب بدل جائیں قابلِ طہارت ہے

اُس کے ہوتے تیمم کی اجازت نہیں ہوسکتی کما بیناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے۔ ت) **اگر کہیے** اس میں اور سوڈا واٹر میں کہ صرف گیس کی ہوا سے بنایا گیا کیا فرق ہے وہاں ہوا اور یہاں دُھوئیں نے اوصاف بدل دیے اور پانی میں باقی دونوں نہ رہے۔

اقول فرق وہی ہے کہ بارہا گزرا وہاں زوالِ اسم ہوگیا کہ اب اسے نرا پانی نہیں کہہ سکتے کہ مقصد دیگر کے لیے شئے دیگر ہوگیا بخلاف اس کے کہ پانی ہی ہے کوئی دوسری چیز نہ ہوگیا۔ اعتبار مقاصد کا بیان بقدر کافی گزرا اور اس کی نظیر آبِ زردج و آبِ زعفران ہے کہ تغیر دونوں میں یکساں اور اوّل سے وضو روا جب تک رقّت باقی رہے یہی صحیح ہے ھدایہ وغیرھا وقد مرفی ۸۱ (ہدایہ وغیرہ اور یہ ۸۱ میں گزرا ہے۔ ت) اور دوم سے ناروا جبکہ رنگنے کے قابل ہوجائے اگرچہ رقّت باقی رہے کما تقدم تحقیقہ فی ۱۲۲ (جیسا کہ اس کی تحقیق ۱۲۲ میں گزر گئی ہے۔ ت)

اقول وباللہ التوفیق اسے روشن تر کرے گا یہ کہ شوربا دار گوشت پکایا اگر قسم کھائی کہ گوشت نہ کھائیگا اس گوشت کے کھانے سے حانث ہوگا کہ اس امتزاجِ آب سے گوشت اپنی ذات میں نہ بدلا کہ اس کا مقصود بحالہ باقی لیکن اگر قسم کھائی پانی نہ پیے گا تو شوربا پینے سے حانث نہ ہوگا کہ اس امتزاج گوشت سے پانی بدل گیا کہ مقصود جدید کے لئے ہوگیا۔ یونہی دُودھ میں شکر شہد بقدرِ شیرینی ملائیے وہ دودھ ہی رہے گا سب اُسے دودھ ہی کہیں گے لیکن پانی میں اُس قدر ملائیے اب اُسے پانی کوئی نہ کہے گا شربت کہیں گے الی غیر ذلک مما یعلمہ المتفطن بالمقایسۃ (اس کے علاوہ دوسری چیزیں جن کو ایک ذہین آدمی قیاس کے ذریعے سمجھ سکتا ہے۔ ت)

(۳۳۲) زمینِ حبش میں ایک درخت ہے کہ جب ہوائیں چلتی ہیں اُس سے دُھواں سا نکلتا ہے اور مینہ کی طرح برس جاتا ہے بعینہٖ مثل پانی کے ہوتا ہے امام ابن حجر مکی نے فرمایا کہ اُس سے وضو جائز نہیں کہ وُہ پانی نہیں بلکہ درختوں کی اور رطوبتوں کے مثل ہے کما تقدم (

اقول وقواعدنا لاتأباہ حتی عند من یجوز بقاطر الکرم فانہ عندہ ماء تشربہ حتی اذا ارتوی رد الفضل بخلاف ھذا واللہ تعالٰی اعلم۔

میں کہتا ہوں کہ ہمارے قواعد اس حقیقت کے خلاف نہیں ہیں کیونکہ جن لوگوں نے انگور کے پودے سے ٹپکنے والے پانی سے وضو کو جائز قرار دیا ہے انہوں نے خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ پودا خود پانی پیتا ہے اور جب وہ سیر ہوجاتا ہے تو زاید پانی کو واپس پھینکتا ہے بخلاف اسکے۔ (ت)

(۳۳۳) نیز صحرائے حبش میں جہاں پانی نہیں ملتا اہلِ قافلہ زمین میں گڑھا کھودتے اور بعض درختوں کی شاخوں سے اُسے چھپا دیتے ہیں کچھ دیر بعد اُس غار کے اندر سے بخارات اُٹھ کر اُن شاخوں سے لپٹتے

اور پانی ہوکر ٹپک جاتے ہیں جس سے گڑھے میں اتنا پانی جمع ہوجاتا ہے کہ قافلے کو کفایت کرتا ہے فسبحٰن الرحمٰن الرحیم الرزاق ذی القوۃ المتین (مہربان رحم کرنیوالا، رزق دینے والا، مضبوط قوۃ والا پاک ہے۔ت) امام موصوف فرماتے ہیں اس سے بھی وضو جائز نہیں کہ درخت کا عرق ہے نہ پانی۔

قال بعد ما مرّ وبلغنی ان القوافل بارض الحبشۃ اذا عدموا الماء حفروا حفرۃ ثم ستروھا بشیئ من الشجر وترکوھا مدۃ ثم یصعد بخار من الحفرۃ یعلق بالشجرۃ ثم یرشح ماءً علی ھیأۃ الماء ویجتمع منہ فی الحفرۃ مایکفیھم وھو غیر طھور کما ھو ظاھر اذ ھو ماء شجر ایضا اھ[1]

اس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ صحرائے حبش میں جہاں پانی نہیں ملتا قافلہ والے زمین میں ایک گڑھا کھودتے ہیں اور بعض درختوں کی شاخوں سے گڑھے کو ڈھانپ دیتے ہیں اور کچھ مدّت کے بعد گڑھے سے اُٹھنے والے بخارات اٹھ کر ان شاخوں کو مرطوب کردیتے ہیں جن سے پانی ٹپکنے لگتا ہے اور وہ گڑھا پانی سے بھر جاتا ہے جس سے قافلے والے اپنی ضرورت پُوری کرتے ہیں یہ پانی بھی پاک کرنے والا نہیں کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ یہ بھی درخت کا پانی ہے اھ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اقول ظاہراً یہ محل نظر ہے وہ بخارات درخت کے نہیں زمین ہی سے اُٹھے اگر اُن شاخوں کا اثر اُن کو سردی پہنچا کر ٹپکا دینے میں ہے تو بظاہر وہ پانی ہی ہوئے شاخوں نے صرف وہ کام دیا جو آب باراں میں کرّہ زمہریر کی ہوا دیتی ہے یا آب چاہ میں زمین کی سردی، ہاں اگر ان کے لپٹنے سے ان شاخوں سے کوئی رطوبت نکل کر ٹپکتی ہے تو بے شک اُس سے وضو جائز نہیں کہ وہ درخت کی تری ہے اور جب تک امر مشکوک رہے حکم عدم جواز ہی ہونا چاہئے کہ مامور بہ پانی سے طہارت ہے اور شک سے مامور بہ ادا نہیں ہوتا واللہ تعالٰی اعلم۔

(۳۳۴) ماء القطر پانی کہ مٹی کے برتن سے رسے محمود و مصفّٰی پانیوں میں ہے۔

(۳۳۵) یُوں ہی پانی کہ ہڈیوں، کوئلوں، ریتے پر گزار کر ٹپکایا صاف کیا جاتا ہے۔

(۳۳۶) نشاستہ کا پانی جس کا بیان اواخر رسالہ الرقۃ والتبیان میں گزرا جب اجزائے گندم تہ نشین ہوکر نتھرا پانی رہ جائے یا خلط رہے تو اتنا کہ پانی کو دلدار نہ کرے وہ آب مطلق ہے اُس سے وضو جائز ہے جبکہ بے وضو ہاتھ نہ لگا ہو۔

(۳۳۷) آش جو کا پانی کہ بار بار بدلا جاتا ہے اگر ٹھنڈا ہوکر دلدار ہونے کے قابل نہ ہو آب مطلق ہے ورنہ نہیں۔

---

[1] فتاوٰی کبرٰی کتاب الطہارۃ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۲

(۳۳۸) ماء العسل کہ شہد میں دو چند پانی ملاکر جوش دیں یہاں تک کہ دو ثلث جل جائے پانی نہ رہا۔

(۳۳۹) یوں ہی ماء الشعیر کہ جَو جوش دیں یہاں تک کہ کھِل کر مہرا ہو جائیں صاف کرکے مستعمل ہوتا ہے بوجہ کمال امتزاج پانی نہ رہا۔

(۳۴۰ و ۳۴۱) یوں ہی ماء الاصول وماء البزور جڑوں اور تخموں کے جوشاندے۔

(۳۴۲) یوں ہی ماء الرماد کہ پانی میں بار بار راکھ ڈال کر ہر بار جوش دیتے ہیں پھر صاف کرتے ہیں مثل جوشاندہ دوا ہے۔

(۳۴۳) ماء النون کہ ماہی نمکسود سے پانی سا ٹپکتا ہے۔

(۳۴۴) ماء الجمّۃ بضم جیم وتشدید میم مفتوح کہ فارسی میں آبکمہ بسکون با وضم کاف وفتح میم مخفف کہتے ہیں دریائے چین وہرموز میں ایک قسم کی مچھلی کے پیٹ سے خاکستری رنگ کا پانی نکلتا ہے یہ دونوں سرے سے پانی نہیں۔

(۳۴۵ تا ۳۵۰) سونے، چاندی، تانبے، رانگ، لوہے، سیسے کے پانی کہ ماء الذہب، ماء الفضہ، ماء النحاس، ماء الرصاص، ماء الحدید، ماء الاسرب اور سب کو ماء المعدن کہتے ہیں، اس کے تین معنی ہیں:

ایک یہ کہ انہیں آگ میں سُرخ کرکے پانی میں بجھائیں جسے زرتاب آہن تاب وغیرہ کہتے ہیں۔ یہ ۱۳۶ میں گزرا۔

دوم ان کا گداختہ جسے محلول زر وغیرہ کہتے ہیں ظاہر ہے کہ یہ جنس آب ہی سے نہیں اس کا اشارہ فصل ثانی صدر بیان اضافات میں اور جزئیہ حاشیہ ۱۹۰ میں ازہری ووافی سے گزرا۔

سوم وہ پانی کہ ان کی معادن میں ملتا ہے۔

اقول ان کا تکوّن پارے اور گندھک سے ہوتا ہے اور ان کا دخان وبخار سے اور اس کا اجزائے مائیہ وہوائیہ سے اگر یہ وہ پانی ہے جس کے بعض سے بخار بنا کہ دھوئیں سے مل کر زیبق ہوا اور وہ کبریت سے مل کر معدن یا اُس بخار کا حصّہ ہے کہ سردی پاکر پانی ہوگیا تو آبِ مطلق ہے اور اگر یہ وہ مادۂ زیبق ہے جس کی مائیت میں کبریتی دخان ملا اور پارا بننے کے لئے مہیا کیا اور ہنوز قلتِ یبوست نے شکلِ آب پر رکھا تو آبِ مقید ہے یا پانی ہی نہ رہا واللہ تعالٰی اعلم۔

فوائد منثورۃ

متفرق فائدے

(۱) لما اصلح المدقق العلائی فی الدر مغترفا

(۱) امام علائی نے در میں بحر سے اخذ کرکے امام فخر

من البحر ضابطة الامام الفخر لا بل حکمها کما اعلمناك ف ۲۸۰ بزیادة قید ما لم یزل الاسم کنبیذ تمر اعترضه العلامة ش بانه یرد علیه ما قدمناه عن الفتح تأمل[1] ای ما ذکره المحقق فی الفتح علی ذکر زوال الرقة فی الاقسام ان الکلام فی الماء وھذا قد زال عنه اسم الماء۔

کے ضابطہ کی جب اصلاح کی بلکہ اس کو نافذ کیا جیسا کہ ہم نے ۲۸۰ میں بیان کیا ہے کہ اس میں پانی کا نام باقی نہ رہنے کی قید زیادہ کرنی ہوگی جیسے نبیذ تمر۔ تو علامہ شامی نے امام علائی پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ اس پر فتح القدیر سے ہمارا پہلے نقل ہوا کلام وارد ہوگا، غور چاہیے اھ یعنی اس سے محقق صاحب فتح القدیر کا وہ کلام مراد ہے جو انہوں نے پانی کے اقسام میں رقت کے زائل ہونے کے بارے میں فرمایا ہے کہ رقت کے ختم ہوجانے پر اس کو پانی نہیں کہا جاتا جبکہ یہ بحث پانی کے بارے میں ہے۔ (ت)

اقول مع قطع النظر عما قدمنا علی الفتح بینھما بون بعید فزوال الرقة لم یبق ماء عرفا ولا لغة بخلاف ھذا کما ذکرنا فی الفصل الثانی قبیل الاضافات ولو سلم ھذا سقطت الاقسام کلھا علی التحقیق فان الاسباب ثلثة کثرة اجزاء المخالط وزوال الطبع والاسم وقد انکر المحقق الثانی وانتم الثالث والاول احق بالانکار منه فما فیه ماء ومثله او اکثر منه لبن لیس ماء قطعا وان کان فیه ماء۔

میں کہتا ہوں کہ فتح پر ہماری بیان کردہ بحث سے قطع نظر، دونوں صورتوں میں بڑا فرق ہے کہ فتح میں جس کو بیان کیا ہے وہ خالی از رقت چیز ہے جس کو لغت اور عرف میں پانی نہیں کہا جاتا اور یہ جس کو علامہ علائی نے بیان فرمایا ہے وہ رقت اور بہنے والی چیز ہے جیسا کہ انہوں نے اس کو اضافات کی بحث سے قبل دوسری فصل میں بیان کیا ہے اور اگر یہ (رقت ختم ہوگی تو پانی کا نام زائل ہوگا ورنہ نہیں) تسلیم کرلیا جائے تو پھر (پانی سے طہارت کے حصول منافی) تمام اقسام ساقط قرار پائیں گے، کیونکہ (منافی) اسباب تین ہیں، پانی میں ملنے والی چیز کے اجزاء کا غلبہ، پانی کی طبیعت (رقت) کا زوال اور نام کی تبدیلی۔ ان میں سے محقق نے دوسرے اور تم نے تیسرے کا انکار کردیا اور پہلے کا انکار بطریق اولٰی ہوجائے گا، پس جب پانی اور دودھ برابر ہوں یا دودھ زیادہ ہو تو اس کو پانی نہیں کہا جاتا حالانکہ اس میں پانی ہے (یعنی نام تبدیل ہوگیا حالانکہ اس کی رقت باقی ہے)۔ (ت)

(۲) وقع فی شرح النقایة العلامة البرجندی بعد ما نقل عن الھدایة ما قدمنا فی سادس

(۲) علامہ برجندی نے نقایہ کی اپنی شرح میں ہدایہ کے اس مضمون کو جسے ہم نے تیسری فصل کے چھٹے ضابطہ میں

www.alahazratnetwork.org

---

[1] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۳۳

ضوابط الفصل الثالث مانصہ وفیہا ایضا ان الثمار الیابسۃ اذا وقعت فی الماء فان کان الغالب طعم ذٰلک الشیئ لایجوز التوضی منہ[1] اھ۔

بیان کیا ہے ، نقل کرنے کے بعد کہا ، جو یہ ہے ۔ اور ہدایہ میں بھی ہے کہ اگر پانی میں خشک پھل پڑ جائے اور پانی پر اس پھل کا ذائقہ غالب ہو جائے تو اس پانی سے وضو جائز نہیں ہے اھ (ت)

اقول ولیس ایضا فی الھدایۃ ثم ھو خلاف امامی المذھب لما اعلمناک ھناک ان اعتبار الاجزاء دون الاوصاف مجمع علیہ فی الجامد وانما الخلف فی المائع ثم قید الیابسۃ لایظھر لہ فائدۃ الا ان یقال ان الیابس ابطأ تحللا من الرطب فیدل علی طول مکثہ فی الماء فیکثر عملہ وفیہ ان العمل بالتحلل فالرطب اسرع عملا ولا نظر الی مدۃ المکث واللہ تعالٰی اعلم۔

میں کہتا ہوں کہ ہدایہ میں بھی نہیں اور اس کے علاوہ وہ مذہب کے ائمہ کے بھی خلاف ہے جیسا کہ ہم نے آپ کو وہاں بتایا ہے کہ (جامد چیز کے ملنے سے) بالاتفاق غلبہ میں اجزاء کا اعتبار ہے ۔ اختلاف تو صرف بہنے والی چیز کے ملنے میں ہے پھر خشک کی قید بھی بے فائدہ ہے ، ہاں اگر یُوں کہا جائے کہ خشک دیر سے گھلتا ہے اس لیے زیادہ دیر پانی میں رہنے کی وجہ سے اس کی تاثیر زیادہ ہوتی ہے لیکن یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ (ذائقہ کے معاملہ میں) پھل کے گُھلنے کا دخل ہے جبکہ پانی میں تازہ سبز پھل جلدی گُھل جاتا ہے ۔ اس معاملہ میں پانی میں پڑے رہنے کا کوئی دخل نہیں ہے ، واللہ تعالٰی اعلم ۔ (ت)

(۳) اثبتنا وللہ الحمد عرش التحقیق علی ان العبرۃ فی الطبخ بزوال الطبع ولو مالا اوالاسم بالمعنی الثالث لابتغیر وصف او اوصاف وان محمدا ایضا لایعتبرھا فی الجامد واذا اعتبرھا فی المائع لایرسلہا ارسالا بل یرتب فیقدم اللون ثم الطعم ولا یعتبر الریح اصلا کما بیناہ بکلام الامام ملک العلماء۔

(۳) اللہ تعالٰی کا شکر ہے کہ ہم نے پوری تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ پانی میں پکانے کی صورت میں (ملنے والی چیز کے غلبہ کے لئے) پانی کے ایک وصف یا تمام اوصاف کی تبدیلی کا اعتبار نہیں ہے بلکہ اس صورت میں پانی کی طبیعت یا نام کے زوال کا اعتبار ہے اگرچہ بعد میں ہو نیز امام محمد رحمہ اللہ بھی جامد چیز میں اس کا اعتبار نہیں کرتے وہ صرف بہنے والی چیز میں اس (وصف کی تبدیلی) کا اعتبار کرتے ہیں وہ بھی

[1] شرح النقایۃ للبرجندی ابحاث الماء نولکشور لکھنؤ ۱/۳۲

www.alahazratnetwork.org

5/5

ہر طرح نہیں بلکہ اوصاف کی ترتیب کے لحاظ سے، پہلے رنگ پھر ذائقہ (کی تبدیلی) کا اعتبار کرتے ہیں جبکہ بُو کی تبدیلی کا وہ بالکل اعتبار نہیں کرتے جیسا کہ امام ملک العلماء کے کلام سے ہم نے واضح کیا ہے۔ (ت)

فایاك ان تتوھم مماقدمنا من کلامه ثمه اذقال مجیبا للامام الکرخی عن الامام ابی طاھر الدباس فی النبیذ المطبوخ ان المائع الطاھر اذا اختلط بالماء لایمنع التوضوء اذا لم یغلب علی الماء اصلا اما اذا غلب بوجه من الوجوه فلا وھھنا غلب من حیث الطعم واللون وان لم یغلب من حیث الاجزاء آه[1] ان العبرة ھھنا للوصف و ان الریح ایضا معتبرة وان لا ترتیب فی اعتبارھا لقوله اذا غلب بوجه من الوجوه فیصدق بغلبة الریح دون الباقیین وبغلبة الطعم دون اللون فی ذی اللون بل المراد الغلبة بحیث یزول الاسم الاترٰی الٰی قوله فی صدر المبحث اذا خالطه علی وجه زال عنه اسم الماء[2] وقال فیما یقصد به التنظیف یجوز وان تغیر لون الماء اوطعمه اوریحه لان الاسماء باق[3] وقال الا اذا صار کالسویق لانه حینئذ یزول اسم الماء[4] وقال لوتغیر بالطین اوالاوراق او الثمار یجوز لانه لم یزل اسم الماء[5] وقال قیاس ما ذکرنا

ہم نے ملک العلماء کا کلام پہلے ذکر کیا ہے جہاں انہوں نے امام ابوطاہر کی طرف سے امام کرخی کو جواب دیتے ہوئے پکے ہوئے نبیذ کے بارے میں فرمایا کہ پانی میں بہنے والی کسی پاک چیز کے ملنے سے وضو جائز ہے بشرطیکہ وہ چیز پانی پر غالب نہ ہو اور اگر کسی وجہ سے وہ چیز غالب ہوجائے تو پھر وضو جائز نہ ہوگا اور یہاں (پکے ہوئے نبیذ) میں ذائقہ اور رنگ کے لحاظ سے غلبہ ہوا ہے اگرچہ اجزا کے لحاظ سے غلبہ نہیں ہے اھ۔ اس کلام سے آپ کو یہ غلط فہمی نہ ہو (کہ یہ ہماری مذکورہ بالا تحقیق کے خلاف ہے) کیونکہ نبیذ مذکور میں (جامد چیز ملنے اور پکے ہونے کے باوجود) وصف کا اور یہ بُو بدلنے کا اور اوصاف میں ترتیب نہ ہونے کا اعتبار ہے کیونکہ انہوں نے کسی طرح سے غلبہ کہا ہے جو صرف بُو تبدیل ہونے اور رنگ والی چیز میں صرف ذائقہ بدلنے والی صورت کو بھی شامل ہے۔ یہ اس لئے ذکر ملک العلماء کے مذکور کلام میں غلبۂ اجزاء یا زوالِ طبیعت کی بجائے کسی دوسرے مقصد کے لئے) نام کی تبدیلی والا غلبہ مراد ہے۔ اس بحث کی ابتداء میں ان کے حسب ذیل اقوال کو غور سے دیکھیں "جب کوئی چیز اس طرح ملے کہ پانی کہنا درست نہ ہو" اور کہا زیادہ صفائی کی غرض سے اگر کوئی چیز ملائی تو اس سے

---

[1] بدائع الصنائع مطلب الماء المقید ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۷

[2] تا [5] ایضاً ۱/ ۱۵

ان لایجوز بنبیذ التمر لتغیر اسم الماء و صیرورتہ مغلوبا بطعم التمر[1] ثم ذکر مسئلۃ المطبوخ وان الکرخی جوزہ لان اجزاء الماء غالبۃ واجاب عن ابی طاھر بما مر فانما اراد رحمہ اللہ تعالٰی اذا غلب علی الماء بوجہ من الوجوہ بحیث ازال اسمہ۔

وضو جائز ہے اگرچہ پانی کا رنگ، بُو اور ذائقہ تبدیل ہوجائے کیونکہ ابھی اس کا نام باقی ہے۔ اور کہا مگر جب وہ ستّو کی طرح گاڑھا ہوجائے (تو جائز نہیں)، کیونکہ اب پانی نہیں کہا جائیگا" اور کہا" اگر پانی میں مٹی یا پتّے یا پھل گرنے سے تبدیلی آئے تو وضو جائز ہے کیونکہ ابھی اس کا نام پانی ہے" اور کہا" ہمارے مذکورہ قاعدے پر نبیذ تمر سے وضو جائز نہیں کیونکہ اس کا نام تبدیل ہوگیا ہے اور وہ کھجور کے ذائقہ سے مغلوب ہوگیا ہے"۔ ان اقوال کے بعد انہوں نے پکے ہوئے پانی میں ملاوٹ کا مسئلہ ذکر کیا ہے اور کہا کہ امام کرخی نے اس سے وضو کو جائز کہا ہے کیونکہ ان کے خیال میں ابھی پانی کے اجزاء غالب ہیں اس کا جواب امام ابو طاہر کی جانب سے ملک العلماء نے دیتے ہوئے مذکور کلام کیا ہے جس میں انہوں نے کسی وجہ سے پانی پر غلبہ کا ذکر کرکے نام بدلنے والا غلبہ مراد لیا ہے۔ (ت)

وقد اعلمناک انہ لایکون ذلک بالریح المجردۃ وانہ لایکون فی الجامد الا اذا صار شیئا اٰخر لمقصد اٰخر ولا یکون ھذا ھھنا الا اذا غلب الطعم بحیث یجعلہ نبیذا کما قال نبیذ التمر الذی فیہ الخلاف ھو ان یلقی شیئ من التمر فی الماء فتخرج حلاوتہ الی الماء وقال فیحمل علی ما حلا وخرج عن الاطلاق کما قدمنا فی ۱۱۶ فعلی الطعم المدار ھھنا۔

اور ہم آپ کو پہلے بتا چکے ہیں کہ پانی کا نام نہ تو صرف بُو کی تبدیلی سے زائل ہوتا ہے اور نہ ہی جامد چیز کے ملنے سے پانی کے اس کا نام زائل ہوتا ہے، جب تک وہ کسی دوسرے مقصد کے لئے دوسری چیز نہ بن جائے، اور یہاں نبیذ کے متعلق نام کی تبدیلی ذائقہ کی تبدیلی کے بغیر نہیں ہوتی جس کے سبب نبیذ بنتا ہے، جیسے کہ انہوں نے فرمایا کہ وہ نبیذ جس میں اختلاف ہے وہ پانی میں کھجوریں ڈالنے پر مٹھاس جب پانی میں منتقل ہوجائے اور کہا کہ نبیذ میٹھا ہوگا اور یہ پانی کے اطلاق سے خارج ہوگا جیسا کہ ہم بحث ۱۱۶ میں پہلے بیان کرچکے ہیں، اسی لئے نبیذ بننے کا دارو مدار ذائقہ پر ہے۔ (ت)

ولیس مما فیہ الترتیب لان اعتبارہ لیس من حیث انہ وصف تغیر بل لانہ تغیر فغیر الماء وصیرہ نبیذا الا تری الی ادارتہ

اور اس تبدیلی میں اوصاف کی ترتیب کا دخل نہیں ہے کیونکہ نبیذ میں کسی وصف کی تبدیلی کی بجائے یہ خود ایسی تبدیلی ہے جس نے پانی کو تبدیل کرکے نبیذ کی

[1] بدائع الصنائع مطلب الماء المقید ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۵

الامر علی خروج حلاوتہ الی الماء والی قولہ لتغیر اسم الماء وصیرورتہ مغلوبا بطعم التمر فلم یذکر اللون ولوکان یکفی الغلبۃ بوجہ من الوجوہ علی معنی توھم لکان الوجہ ذکر اللون لانہ اسبق تغیرا فیہ من الطعم فکان ھو العلۃ للغلبۃ دون الطعم الحادث بعد ماصار مغلوبا فانما ترکہ لان المراد الغلبۃ المخرجۃ عن اسم الماء الجاعلۃ لہ نبیذا وانما یکون ذٰلک بالطعم من دون حاجۃ الی تغیر اللون حتی لوفرض ان من التمر اوشیئ من التمر ما یغیر طعم الماء فیجعلہ نبیذا ولا یغیر لونہ لکان الحکم المنع وذکرہ فی الجواب عن الدباس بیان للواقع فان الطعم لا یتغیر بہ الا وقد تغیر قبلہ اللون فافھم وتثبت ھکذا ینبغی ان تفھم نفائس کلام العلماء واللہ تعالٰی الموفق۔

حقیقت میں بدل دیا ہے۔ کیا آپ نے نبیذ کے لئے کھجور کی مٹھاس کے منتقل ہونے کو بنیاد قرار دینے اور یہ کہنے پر کہ پانی کا نام تبدیل ہونے اور کھجور کے ذائقے سے مغلوب ہونے اور رنگ کی تبدیلی کا ذکر نہ کرنے پر غور نہیں کیا، اگر صرف کسی وجہ سے غلبہ کافی ہوتا جیساکہ غلط فہمی ہورہی ہے تو پھر وجہ میں رنگ کو ذکر کیا جاتا کیونکہ کھجوروں کے ذائقے سے قبل پانی کا رنگ تبدیل ہوتا ہے تو چاہئے تھا کہ رنگ کی تبدیلی کو غلبہ کی وجہ بتایا جاتا اور ذائقہ جو بعد میں پیدا ہوا اس کو وجہ نہ بنایا جاتا اس کا ترک اس لیے کیا ہے کہ غلبہ سے مراد وہ ہے جو پانی کے نام کو ختم کرکے اسکو نبیذ بنادے، یہ سب اس لیے کہ پانی کا نام بدلنے اور نبیذ بننے میں صرف ذائقہ کی ضرورت ہے لہٰذا فرض کریں اگر کھجور یا کوئی پھل ایسا ہو جس سے صرف ذائقہ تبدیل ہوا اور پانی کو نبیذ بنادے تو اسکا حکم منع ہے (باقی رہا یہ سوال) کہ ملک العلماء نے ابوطاہر الدباس کی طرف سے جواب میں ذائقہ کے ساتھ رنگ کی تبدیلی کا ذکر کیوں کیا، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے بطور حقیقتِ واقعہ بیان کیا ہے کہ ذائقہ کی تبدیلی سے قبل رنگ کی تبدیلی ضرور ہوتی ہے، سمجھو اور اثبات کرو، علماء کے نفیس کلام کو یوں سمجھنا چاہئے، اور اللہ تعالٰی ہی توفیق دینے والا ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

(۴) اکمال الکلام فی توجیہ قول محمد بالترتیب اقول وباللہ التوفیق لاریب سواہ ان اضعف وصف فی الماء ریحہ بل لاریح لہ حقیقۃ کما اشار الیہ ابن کمال الوزیر اذ قال فی الایضاح اوصافہ الطعم واللون والرائحۃ والتغیر علی الحقیقۃ فی الاولین دون الاخیر فلا بد من المصیر الی

(۴) "اوصاف کی ترتیب کے بارے میں امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کے قول کی توجیہ میں کلام کو مکمل کرنا" میں کہتا ہوں اللہ کے بغیر کوئی رب نہیں ہے اور وہی توفیق دینے والا ہے، بلاشبہ پانی کا سب سے کمزور وصف اس کی بُو ہے بلکہ حقیقت میں اس کی بُو نہیں ہے، جیساکہ ابن کمال وزیر نے اشارہ دیا ہے، کیونکہ انہوں نے ایضاح میں کہا ہے کہ پانی کے اوصاف

عموم المجاز اھ ثم لونه حتی قیل لا لون له کما سیأتی واقواھا طعمه۔

تین ہیں: ذائقہ، رنگ اور بُو۔ تبدیلی پہلے دونوں وصفوں میں حقیقتًا ہوتی ہے اور تیسرے میں نہیں ہوتی، لہٰذا تبدیل کا اطلاق مجاز کے عموم کے طور پر ہے اھ۔ اور دوسرے نمبر کا کمزور وصف پانی کا رنگ ہے حتی کہ بعض نے کہا کہ پانی کا رنگ نہیں ہے جیسا کہ آئندہ بحث آئے گی، اور پانی کا سب سے قوی وصف اس کا ذائقہ ہے۔ (ت)

ثم ھو شیئ لطیف رطب سریع الانفعال فما خالفه فی شیئ من اوصافه اثر فیه قبل ان یبلغ الماء قدرا فلا یتوقف تغیر الوصف علی تساوی القدر قط والتغیر فی الاضعف اسبق فما خالفه فی اللون والطعم یکون تغییره اللون قبل ان یتغیر الطعم کما ھو مشاھد فی النبیذ وغیره فمن قبل ھذا جاء الترتیب ان ما یخالفه لونا لا یعتبر فیه الا اللون لانه ان غلب سلب لونه اولا فاذا لم یسلبه لم یسلب الطعم بالاولی واذا لم یغیرھما فکیف یساوی الماء قدرا فان تغیر الاوصاف اسبق بکثیر من تساوی المقدار فبعدم التغیر فی اللون یعلم انتفاء الاسباب جمیعا اعنی الغلبة من حیث اللون ومن حیث الطعم ومن حیث الاجزاء ویعلم ان المخالط مغلوب فلذا نیط الامر فیه علی تغیر اللون وحده فان تغیر الطعم بعده فذاك والا فلا حاجة لحصول الغلبة باللون نعم ما لا یخالفه فی اللون لا یغیره وان غلب علیه قدرا فیعتبر فیه تغیر الطعم لکونه اسبق من تساوی القدر فان لم یتغیر علم انتفاء التساوی بالاولی وثبت ان المخالط مغلوب

پھر پانی ایک لطیف چیز ہے جو تیزی سے متاثر ہوتا ہے لہٰذا جو چیز پانی کے اوصاف کے خلاف ہوگی وہ مقدار میں پانی کے مساوی ہونے سے قبل ہی پانی پر اثر انداز ہو جاتی ہے اور پانی کے اوصاف کی تبدیلی کے لئے پانی کی مقدار کے برابر ہونا ضروری نہیں، نیز تبدیلی کا عمل سب سے پہلے پانی کے کمزور وصف میں ہوگا لہٰذا جو چیز رنگ اور ذائقہ میں پانی کے مخالف ہوگی وہ پہلے پانی کے رنگ کو اور اس کے بعد ذائقہ کو تبدیل کرے گی جیسا کہ نبیذ وغیرہ میں اس بات کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ پانی کے اوصاف میں ترتیب کی بنیاد یہی چیز ہے، لہٰذا اگر پانی میں ملنے والی چیز صرف رنگ میں مخالف ہے تو پانی پر اس کا غلبہ صرف رنگ کے تبدیل ہونے سے ظاہر ہو جائیگا اور اگر وہ چیز غلبہ کی صورت میں پانی کا رنگ تبدیل نہ کر سکے تو ذائقہ کو ہرگز تبدیل نہ کر سکے گی، اور جب یہ چیز ابھی تک پانی کے اوصاف کو تبدیل نہیں کر سکی تو مقدار میں برابر ہونا دُور کی بات ہے کیونکہ مقدار میں مساوی ہونے سے قبل اوصاف میں تبدیلی ہوا کرتی ہے، لہٰذا جب پانی کا رنگ تک تبدیل نہ ہوا تو معلوم ہوا کہ ابھی تک پانی میں تبدیلی کا کوئی سبب نہیں پایا گیا یعنی رنگ کی تبدیلی، ذائقہ کی تبدیلی اور پانی کے اجزاء کے

www.alahazratnetwork.org

وان تغیر فقد غلب وان لم یساوقدرا اما مالا یغیر لونا ولا طعما وانما یکون اذا لم یخالف فی شیئ منھما اذ لو خالف لسبق التغیر تساوی القدر فھذا الذی تعتبر فیہ الغلبۃ بالاجزاء۔

اعتبار سے تبدیلی یعنی اس کے اجزاء کم ہوگئے اور ملنے والی چیز کے اجزاء غالب ہوگئے اور جب تبدیلی کا کوئی عمل ظاہر نہ ہوا تو معلوم ہوا کہ ابھی تک وہ چیز مغلوب ہے، اور پانی غالب ہے، اس لیے تبدیلی کے ظہور کے لئے صرف رنگ کو معیار قرار دیا گیا ہے کیونکہ باقی تبدیلیاں اس کے بعد ہوتی ہیں ورنہ رنگ میں تبدیلی کی کوئی حاجت نہیں ہے، ہاں اگر کوئی چیز رنگ میں پانی کے مخالف نہ ہو تو اجزاء میں غلبہ کے باوجود اس کے ملنے پر پانی کا رنگ نہیں بدلے گا۔ تو اس صورت میں ذائقہ کا اعتبار ہوگا کیونکہ اجزاء کی تبدیلی (غلبہ) سے قبل ذائقہ کی تبدیلی معیار ہے اور جب ذائقہ کے لحاظ سے تبدیلی نہ ہُوئی تو معلوم ہوجائیگا کہ اجزاء کے لحاظ سے بھی تبدیلی نہیں ہُوئی (اگرچہ یہ چیز مقدار میں پانی کے مساوی یا غالب بھی ہوجائے) اور ثابت ہوگیا کہ ملنے والی چیز مغلوب ہے اگر ذائقہ تبدیل ہوگیا تو وہ غالب ہوگی اگرچہ مقدار میں برابر نہ ہو، اگر ملنے والی چیز رنگ ذائقہ دونوں تبدیل نہ کرے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب دونوں میں سے کسی کے مخالف نہ ہو کیونکہ اگر وہ مخالف ہوتی تو مساوی المقدار میں تبدیلی آجاتی، تو ایسی صورت میں پانی پر غلبہ کا معیار اجزاء کے اعتبار سے ہوگا (یعنی ملنے والی چیز کی مقدار پانی کے برابر یا زیادہ ہوجانے کو معیار قرار دیا جائیگا)(ت)

www.alahazratnetwork.org

فالحاصل ان ما خالفہ لونا او طعما لا عبرۃ فیہ بغلبۃ الاجزاء لا بمعنی انھا توجد ولا تعتبر مالم یتغیر لون او طعم فانہ باطل بداھۃ وفیم ینتظر الوصف مع ثبوت الخروج عن المائیۃ للمرکب قطعا بل بمعنی انھا لا یحتاج الیھا لتعرف الغلبۃ لانھا لا تحصل ھھنا الا وقد غلب المخالط قبلھا وکذلک ما خالفہ لونا لا عبرۃ فیہ للطعم بالمعنی المذکور وھذا معنی ما نص علیہ الرواۃ الثقاۃ فقصروا اعتبار الطعم علی ما یوافقہ لونا واعتبار الاجزاء علی ما یوافقہ فیھما ومثلوا لکل قسم باشیاء علی حدۃ وھذہ عبارۃ زاد الفقہاء، ثم البنایۃ وغیرھما تعتبر الغلبۃ اولا من حیث

الحاصل جب رنگ اور ذائقہ کو تبدیل کرنے والی چیز پانی میں ملے گی تو پہلے رنگ دوسرے نمبر پر ذائقہ کو معیارِ غلبہ قرار دیا جائیگا ایسی صورت میں غلبہ کا معیار اجزاء کی مقدار کو نہیں بنایا جائے گا، یہ مطلب ہرگز نہیں کہ رنگ اور ذائقہ میں مخالف چیز اگر مقدار کے لحاظ سے پانی کے مساوی یا زیادہ ہوجائے تب بھی غلبہ نہیں مانا جائے گا کیونکہ یہ واضح طور پر غلط ہے اس لئے کہ اجزاء کے غلبہ سے پانی مغلوب ہوکر اپنی طبع سے خارج ہوجاتا ہے اور وہ پانی نہیں رہتا بلکہ وہ ایک مرکب چیز بن جاتا ہے بلکہ ابھی اس معیار کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ غلبہ کی پہچان ابھی اس سے کم درجہ کی تبدیلی سے ہوسکتی ہے، رنگ کے لحاظ سے مخالف چیز کی موجودگی میں ذائقہ کے معتبر نہ ہونے کا بھی یہی مقصد ہے

اللون ثم الطعم ثم الاجزاء، فان کان لونہ مخالف لون الماء کاللبن والعصیر والخل وماء الزعفران فالعبرۃ باللون فان توافقا لونا لکن تفاوتا طعما کماء البطیخ والشمس والانبذۃ فالعبرۃ للطعم وان توافقا لونا وطعما کماء الکرم فالعبرۃ للاجزاء اھ[1] وعبارۃ ملک العلماء ان کان یخالف لونہ لون الماء کاللبن وماء العصفر والزعفران تعتبر الغلبۃ فی اللون وان کان لا یخالف الماء فی اللون ویخالفہ فی الطعم کعصیر العنب الابیض وخلہ تعتبر فی الطعم وان کان لا یخالفہ فیہما تعتبر فی الاجزاء اھ[2] وعبارۃ خزانۃ المفتین ینظر ان کان یخالف لونہ لون الماء کاللبن والعصیر والخل والزعفران فالعبرۃ باللون وان کان یوافق لونہ لون الماء نحو ماء الشماس والاشجار والبطیخ فالعبرۃ للطعم ان کان شیئا یظہر لہ طعم فی الماء وذلک نحو نقیع الزبیب وسائر الانبذۃ وان کان شیئا لا یظہر طعمہ فی الماء فالعبرۃ لکثرۃ الاجزاء اھ[3] وعبارۃ الحلیۃ ان کان المخالط شیئا لونہ یخالف لون الماء مثل اللبن والخل وماء الزعفران ثم قال وان کان لا یخالف فی اللون ویخالف فی الطعم نحو

(یعنی تبدیلی کی پہچان کے لئے پہلے معیار کی موجودگی میں دوسرے نمبر کے معیار کی ضرورت نہیں، لیکن بعد کے نمبر والے معیار کے پائے جانے پر پچھلے معیار کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے)۔

ثقہ راویوں نے جو بیان کیا ہے اس کا یہی مطلب ہے کہ پانی میں ملنے والی چیز اگر رنگ میں موافق ہو تو ذائقہ اور اگر ذائقہ میں بھی موافق ہو تو پھر غلبہ کے لئے اجزاء اور مقدار کا اعتبار ہوگا۔ اور انہوں نے معیار کی ہر صورت کی مثال علیحدہ دی ہے۔ چنانچہ زاد الفقہاء اور بنایہ وغیرہا کتب میں مذکورہ بیان کی وضاحت یُوں کی کہ غلبہ پہلے رنگ کے اعتبار سے ہوگا پھر ذائقہ پھر اجزاء کے اعتبار سے ہوگا اس کے ساتھ صرف رنگ میں تبدیلی ظاہر کرنے والی چیزوں کی مثال دُودھ، پھلوں کا جوس، سرکہ اور زعفران کا پانی، ذکر کی ہے۔ اور کہا کہ ان چیزوں کی وجہ سے جب پانی کا رنگ بدل جائے تو پانی کو مغلوب اور ان چیزوں کو غالب قرار دیا جائیگا اور انہوں نے رنگ میں موافق اور ذائقہ میں مخالف چیز جو پانی میں مل کر پانی کے ذائقہ کی تبدیلی کو ظاہر کرتے کے بارے میں فرمایا اس میں ذائقہ معیار ہوگا، اس کی مثال میں انہوں نے تربوز کا پانی، دھوپ والا پانی اور نبیذوں کو ذکر کیا ہے، اور انہوں نے رنگ اور ذائقہ دونوں میں موافق چیزوں کی مثال میں انگور کے پودے کا پانی ذکر کیا ہے

www.alahazratnetwork.org

[1] البنایۃ شرح الہدایۃ — الماء یجوز بہ الوضوء — ملک سنز فیصل آباد ۱/۱۸۹

[2] بدائع الصنائع — مطلب الماء المقید — سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵

[3] خزانۃ المفتین — فصل فی المیاہ مسائل السؤر — قلمی نسخہ ۱/۹

ماء البطیخ و عصیر العنب الابیض وخله ثم قال وان کان لایخالفه فیھما تعتبر الغلبة فی الاجزاء اھ[1] وعبارة البرجندی ان خالف لونه لون الماء کاللبن والزعفران فالعبرة لغلبة اللون وان توافقا فیه فللطعم وان لم یکن له طعم ایضا فللاجزاء اھ[2] وھکذا لخصه البحر کما مر وان زاد الریح من عند نفسه اذ قال مراده ان المخالط المائع ان کان لونه مخالفا تعتبر اللون وان کان لونه لون الماء فالطعم وان کان لایخالفه فی اللون والطعم فالاجزاء اھ[3]

جو پانی میں مل جائے تو پانی پر غلبہ کا اعتبار اجزاء کے لحاظ سے ہوگا (یعنی پانی کی مقدار کے مساوی یا زیادہ ہونے پر پانی کو مغلوب اور انگور کے پودے کے پانی کو غالب قرار دیا جائیگا) اسی طرح ملک العلماء، خزانۃ المفتین، حلیہ، برجندی کی عبارتوں میں یہی مضمون مثالوں میں جزوی اختلاف کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ بحر الرائق نے اگرچہ اپنی طرف سے بُو کو بھی ذکر کیا ہے لیکن اس کے باوجود انہوں نے سب کا خلاصہ بیان کر دیا ہے۔

فما قدمنا من عبارة الامام الاسبیجابی ان غیر لونه فالعبرة للون وان لم یغیر لونه بل طعمه فللطعم وان لم یغیر لونه وطعمه فللاجزاء اھ علی الصلوح دون الفعلیة ای ما صلح لتغییر اللون وھو الذی یخالفه لونا فالعبرة فیه للون وان لم یصلح له بل لتغییر طعمه بان وافقه لونا وخالفه طعما فللطعم وھکذا لا ان المخالط ان غیر اللون فذاک والاینظر الی تغییرہ طعمه فان حصل والاعدل الی الاجزاء وذلک لما علمت ان ما

اور ہم نے قبل ازیں امام اسبیجابی کا جو کلام نقل کیا ہے کہ وُہ چیز رنگ تبدیل کرے تو رنگ کا اعتبار اور رنگ کو تبدیل نہ کرے تو پھر ذائقہ کا اعتبار اور اگر رنگ اور ذائقہ دونوں کو تبدیل نہ کرے تو پھر اجزاء اور مقدار کا اعتبار ہوگا اھ تو اس ترتیب کا مطلب یہ ہے کہ اس چیز میں تبدیلی مذکورہ کی صلاحیت ہو، ورنہ فعلیت کے لحاظ سے پانی میں ملی ہوئی چیز میں اگر اُوپر والا معیار پایا جائے گا تو نیچے والا فوراً پایا جائے گا۔ یہ ممکن نہیں کہ اوپر والا معیار پایا جائے اور نیچے والا نہ پایا جائے۔ مثلاً جب پانی میں ملنے والی

www.alahazratnetwork.org

---

[1] حلیہ

[2] نقایہ للبرجندی ابحاث الماء نولکشور لکھنؤ ١/٣٢

[3] بحر الرائق ابحاث الماء سعید کمپنی کراچی ١/٧٠

صلح لتغییر اللون والطعم جمیعا ان لم یغیر اللون لم یغیر الطعم ایضا وما صلح لتغییرھما او احدھما لا یمکن ان یکون مغلوبا فیھما غالبا او مساویا فی القدر وان امکن ھذا بطل الحکم بالترتیب و وجب القول باعتبار الثلثۃ مجملا ایھا حصل حصلت الغلبۃ اذا عرفت ھذا فاعلم ان اھل الضابطۃ لم یراعوا ھذا الترتیب بل قالوا ما خالف فی وصفین فایھما تغیر غیّر وما خالف فی الثلثۃ فای اثنین تبدلا بدّلا وبھذا الوجہ اوردنا علیھم ما فیہ سبق الطعم اللون وان کان غیر واقع علی مسلک الضابطۃ الشیبانیۃ کما اوردنا علیھم ما فیہ تغیر الریح وان کان ساقط النظر عندھا و حکمھا بخلاف الضابطۃ الزیلعیۃ ظاھر فی ذوات الریح واما فی سبقۃ الطعم فالقصرھا الحکم علی اللون فی ذی اللون فان وقع سبق الطعم ثبت الحکم وان لم یکن واقعا فی نظرھا۔

چیز اپنی مقدار میں پانی کی مقدار کے برابر یا زیادہ ہوگی تو پچھلے دونوں معیار یعنی ذائقہ اور رنگ والا معیار ضرور تبدیل ہوگا، اور یوں ہی اگر وہ چیز ذائقہ والا معیار رکھتی ہے تو اس کے پائے جانے پر رنگ والا معیار ضرور پایا جائیگا، یہ اس صورت میں جبکہ اوپر والے اور نیچے والے معیار میں موافقت ہو، ورنہ اگر موافقت نہ ہوگی تو پھر تینوں معیاروں میں ترتیب لازمی نہ ہوگی بلکہ پھر مجمل طور تینوں کو معیار قرار دیں گے اور کہیں گے کہ جو بھی پایا جائیگا غلبہ پایا جائیگا۔ اس وضاحت کے بعد معلوم ہونا چاہیے کہ ضابطہ کو بیان کرنے والوں میں سے بعض نے ان معیاروں کی ترتیب کی رعایت نہیں کی اور انہوں نے یوں کہا کہ جو چیز پانی سے دو وصفوں میں مختلف ہے ان دو میں سے جو بھی تبدیل ہوگا تو پانی متغیر ہوجائیگا اور جو چیز تین اوصاف یعنی رنگ، بُو اور ذائقہ میں پانی سے مختلف ہو ان میں سے دو وصفوں میں تبدیلی ہوجانے سے پانی کو متغیر قرار دیں گے تو ان کی اس انداز کی تقریر میں نے ترتیب کو بیان کیا اور کہا تھا سب سے پہلے رنگ کی تبدیلی ہوگی، اگرچہ ضابطہ شیبانیہ پر یہ اعتراض نہیں ہوتا جیسا کہ بُو کی تبدیلی کے بارے میں ہم نے ان پر اعتراض کیا اگرچہ وہ ضابطہ شیبانیہ پر وارد نہیں ہوتا، اس ضابطہ کا حکم زیلعیہ کے برخلاف بُو والی چیزوں میں ظاہر ہے لیکن ذائقہ والی صورت کا پہلے ہونا اس لیے ہے کہ ضابطہ زیلعیہ نے رنگ والی چیز میں حکم کو رنگ کے ساتھ خاص کردیا تاہم اگر ذائقہ پہلے ہو تو حکم ثابت ہوگا اگرچہ اس ضابطہ کے تحت ذائقہ پہلے نہیں ہوگا۔ (ت)

واقول من قبل الامام ابی یوسف ان اردتم تغیر وصف بدون زوال الاسم

میں کہتا ہوں، کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی کی طرف سے یہ اعتراض کرتا ہوں اگر پانی کا نام تبدیل

www.alahazratnetwork.org

فممنوع کما علمت او ما یزیلہ فنعم ولم قلتم یقدم اللون فان الاسم بای شیئ زال اما قولکم ھو اضعف فیسبق فی التغیر الطعم ولا عکس قلنا سبقۃ الفعل کما یکون بضعف المنفعل فلا یقاوم بالکسر کذلک یکون بقوۃ الفاعل فلا یقاوَم بالفتح وما المانع ان یکون شیئ طعمہ اقوی شدیدا من لونہ فیعمل فی طعم الماء القوی قبل ان یعمل لونہ فی لونہ الضعیف وعن ھذا **اقول** ان الضابطۃ الزیلعیۃ اصابت فی تجویزھا غلبۃ غیر اللون قبل اللون والضابطۃ الشیبانیۃ اصابت فی صورھا فی الحکم فانہا لا تسلم تقیید الماء فیہا وان کان بناء علی انہا لا تقع وعلی ھذا التحقیق والتنقیر یبتنی کلام الفقیر فی التطفلات علی الضابطۃ الزیلعیۃ وعلی البحر وفی ابداء المخالفات بینہا وبین الحکم المنقول، علی ضابطۃ محمد سید الاکابر الفحول، فاعلم ذلک، والحمد للہ خیر مالک۔

ہوئے بغیر کسی وصف کی تبدیلی مراد لیتے ہو تو یہ تسلیم نہیں ہے جیسا کہ معلوم ہوچکا ہے یا وصف کی تبدیلی سے پانی کے نام کی تبدیلی بھی مراد ہے تو یہ تسلیم ہے، لیکن پھر رنگ کی تبدیلی کو مقدم کیوں کہتے ہو حالانکہ نام کی تبدیلی جس وصف سے ہوجائے وہی مؤثر ہوگا (اور رنگ کے اعتبار کو مفہوم قرار دینے کی وجہ یہیں) آپ کا یہ کہنا کہ چونکہ رنگ ایک کمزور وصف ہے اس لئے وہ ذائقہ کی نسبت پہلے متغیر ہوجاتا ہے اس لئے ذائقہ کی تبدیلی اس سے پہلے نہیں ہوتی، تو اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ جس طرح اثر کو قبول کرنے والی چیز کی کمزوری کے سبب فعل کی تاثیر جلدی ہوتی ہے کیونکہ وہ چیز رکاوٹ نہیں بنتی اسی طرح اگر فاعل قوی ہو تو بھی تاثیر جلدی ہوسکتی ہے کیونکہ فاعل کو روکا نہیں جاسکتا اور یُوں ہوسکتا ہے کہ کسی چیز کا ذائقہ اتنا شدید ہو کہ وہ رنگ کے مقابلہ میں پانی پر پہلے اثرانداز ہوجائے اسی وجہ سے میں کہتا ہوں کہ ضابطہ زیلعیہ رنگ سے قبل دوسرے کسی وصف کے مؤثر ہونے کو جائز قرار دینے میں درست ہے، اور ضابطہ شیبانیہ حکم کے بارے تبدیلی کی صورتوں میں درست ہے کیونکہ یہ ضابطہ ان اوصاف کی تبدیلی کی صورتوں میں پانی کو مقید تسلیم نہیں کرتا خواہ یہ صورتیں واقع نہ ہوں، تطفلات میں اس فقیر کے کلام کی یہ تحقیق ضابطہ زیلعیہ اور بحر کے بیان پر مبنی ہے، اور حکم اور ضابطوں کے درمیان مخالفت کا اظہار امام محمد کے ضابطہ پر مبنی ہے کیونکہ عظیم اکابر کے سردار ہیں، اس کو سمجھو اور اللہ تعالٰی کی حمد تیرا بہترین مال ہے۔ (ت)

(۵) بما بینا ان تغیر اللون یسبق مساواۃ القدس یند فع ما یتوھم علی ضابطۃ البرجندی اذ قال فی المخالط بلا طبخ معنی غلبتہ ان یغلب لونہ لون الماء عند محمد والاجزاء الاجزاء

(۵) رنگ کی تبدیلی اجزاء اور مقدار کے لحاظ سے تبدیلی اور غلبہ پر مقدم ہے۔ ہمارے اس بیان سے علامہ برجندی کے ضابطہ پر ایک اعتراض ختم ہوجاتا ہے، علامہ برجندی نے کہا ہے کہ پانی میں ملی ہُوئی چیز جو

عند ابی یوسف[1] ان محمدا لایعتبر الاجزاء و
ھو باطل قطعا کما نبھنا علیہ فی الفصل الثالث
اول ابحاث غلبۃ الغیر وذلک لان من اعتبر
اللون فقد ضیق لان تغیرہ اسبق ولمثل ھذا
لم اذکر کثرۃ الاجزاء فی الضابطۃ الشیبانیۃ
الا فی جھۃ المائع واطلقت القول بالجواز فی
الجامد مادامت الرقۃ باقیۃ ولم یصر شیئا
اٰخر لمقصد اٰخر وذلک لان الرقۃ تزول بالجامد
قطعا قبل تساوی القدر بکثیر وھذا ملحظ ماصر
فی البحث المذکور عن البحر عن الحدادی ان
غلبۃ الاجزاء فی الجامد[2] بالثلث کما قدمت ثمہ۔

پکائے بغیر ملی ہو، اس کے پانی پر غالب ہونے کا معیار
امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک رنگ کی تبدیلی ہے، اور
امام یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اجزاء کا غالب ہونا ہے۔
اس سے بعض نے یہ اعتراض اٹھایا کہ امام محمد رحمہ اللہ
اجزاء کے غلبہ کا اعتبار نہیں کرتے، اور یہ اعتراض غلط
ہے جیسا کہ ہم نے تیسری فصل میں پانی پر غیر چیز کے غلبہ کی اول
بحث میں واضح کردیا ہے وہ یہ کہ جس نے رنگ کی تبدیلی
کو غلبہ کا معیار بنایا ہے اس نے یہ پابندی لگائی ہے
کہ رنگ کی تبدیلی پہلے ہو۔ اسی طرح میں نے ضابطہ
شیبانیہ میں اجزاء کی کثرت اور غلبہ کو صرف بہنے والی چیز
کے بارے میں کہا ہے اور جامد کے بارے میں جب تک
پانی کی رقت باقی ہو تو اس سے وضوء کے جواز کو میں نے مطلق ذکر کیا ہے اور رقت کی بقاء کے ساتھ یہ بھی ملحوظ ہے کہ کسی دوسرے
مقصد کے لئے دوسری چیز نہ بن چکی ہو، اور یہ اس لیے ہے کہ جامد کی وجہ سے پانی کی رقت اجزاء کے مساوی ہونے
سے بہت پہلے ختم ہوجاتی ہے، اور بحر سے حدادی سے مذکور بحث میں جو گزرا کہ جامد کی وجہ سے پانی کی رقت
تہائی مقدار سے بھی قبل ختم ہوجاتی ہے یہ اس کا خلاصہ ہے جیسا کہ میں نے وہاں بیان کردیا ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

(۶) بعض علماء کا خیال ہے کہ پانی بے لون ہے خود کوئی رنگ نہیں رکھتا،

حتی عرفہ الفاضل احمد بن ترکی المالکی فی
الجواھر الزکیۃ شرح المقدمۃ العشماویۃ
بقولہ الماء جوھر لطیف سیال لا لون لہ
یتلون بلون انائہ[3] اھ۔

حتی کہ فاضل احمد بن ترکی المالکی نے مقدمہ عشماویہ کی
شرح جواہر زکیہ میں اس کی یہ تعریف کی ہے کہ پانی ایسا
لطیف بہنے والا جوہر ہے جس کا اپنا کوئی رنگ نہیں
بلکہ برتن کے رنگ سے رنگدار دکھائی دیتا ہے اھ (ت)

---

[1] شرح النقایہ للبرجندی ابحاث الماء نولکشور لکھنؤ ۱/۳۲
[2] بحر الرائق 〃 سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰
[3] جواہر زکیۃ

اقول ف۱ کان علیہ ان یقول یتلون بلون مایخالطہ فان بعد الجملۃ الاخیرۃ غنی عن البیان ولذا قال محشیہ السفطی المالکی انہ لکونہ شفافا یظھر فیہ لون انائہ فاذا وضع فی اناء اخضر فالخضرۃ لم تقم بالماء وانما ھو لرقتہ لایحجب لون الاناء[۱] اھ۔

میں کہتا ہُوں کہ ان پر لازم تھا کہ وہ یُوں تعریف کرتے کہ اس میں ملنے والی چیز سے رنگدار ہوتا ہے کیونکہ آخری جملہ بیان کا محتاج رہتا ہے اسی لیے اس کے محشی سفطی مالکی نے کہا ہے کہ شفاف ہونے کی وجہ سے برتن کا رنگ اس میں ظاہر ہوتا ہے جب سبز برتن میں ڈالیں اور سبزی پانی کو نہیں لگتی بلکہ وہ رقّت کی بنا پر برتن کے رنگ کے لیے حاجب نہیں بنتا اھ (ت)

اقول ف۲ وقع فی صدر شرح المواقف بحث العلم بالحس الثلج مرکب من اجزاء شفافۃ لالون لھا وھی الاجزاء المائیۃ الرشیۃ[۲] اھ وھو ظاھر فی نفی اللون عن الماء فان قلت منشأ النفی کونہا صغیرۃ جدا فلا یظھر لھا لون۔

اقول کلا الاتری ان البخار یری لہ لون وماھو الا لون الاجزاء المائیۃ وھی فیہ الطف منہا فی الثلج ولذا ینزل ذاک وھذا یعلو والصغیر جدا اذا انفرد لایری فلا یری لونہ واذا اجتمعت الصغار بنت وری لونہا کما فی البخار والدخان بل والھباء کما ذکرناہ فی بعض حواشی اواخر الفصل الاول من رسالتنا النمیقۃ الانقی۔

میں کہتا ہُوں کہ شرح مواقف میں علم بالحس کی بحث میں موجود ہے کہ برف شفاف اجزاء سے مرکب ہے اس کا کوئی رنگ نہیں ہے بلکہ وہ پانی کے باریک اجزا ہیں اھ پانی کے رنگ کی نفی میں یہ عبارت ظاہر ہے۔ اگر تو کہے ہوسکتا ہے کہ اجزاء باریک ہونے کی وجہ سے رنگ ظاہر نہ ہوتا ہو۔ میں کہتا ہُوں کہ ایسے ہرگز نہیں، کیونکہ آپ دیکھتے ہیں کہ بادل کے بخارات میں رنگ ظاہر ہوتا ہے اور یہ رنگ پانی کے اجزاء کا رنگ ہے حالانکہ یہ اجزاء برف کے اجزاء سے زیادہ باریک ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ برف اوپر سے گرتی ہے اور بخارات اوپر کو اُٹھتے ہیں اور باریک اگر علیحدہ ہو تو وہ نظر نہیں آتا تو اس کا رنگ کیسے نظر آئیگا اور چھوٹے اجزاء جب جمع ہوں تو نظر آتے ہیں تو ان کا رنگ بھی نظر آئے گا جیسا کہ بخارات اور دھوئیں میں بلکہ ذرات میں ایسا ہے جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ النمیقۃ الانقی کی پہلی فصل کے اواخر کے حواشی میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

اور صحیح یہ کہ وُہ ذی لون ہے، یہی امام فخر رازی وغیرہ کا مختار ہے جو کلام فقہا مسائل آب کثیر و آب مطلق وغیرہا

۱؎ حاشیہ سفطی علی مقدمۃ عشماویۃ
۲؎ شرح المواقف المرصد الرابع فی علوم الضروریۃ مطبعۃ السعادۃ مصر ۱/۱۴۳

www.alahazratnetwork.org

میں ذکرِ لون متواتر ہے اور ابن ماجہ نے ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الماء طھور لاینجسہ الا ما غلب علی ریحہ وطعمہ ولونہ[1] بیشک پانی پاک ہے اسے کوئی چیز نجس نہیں بناتی مگر وہ چیز جو پانی کی بُو اور ذائقہ اور رنگ پر غالب ہو جائے۔ (ت)

سنن دارقطنی میں ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

الماء طھور الا ما غلب علی طعمہ اوریحہ اولونہ[2] ہر پانی پاک کرنے والا ہے ماسوائے اس کے جس کے ذائقہ، بُو اور رنگ مغلوب ہو چکے ہوں۔ (ت)

امام طحاوی مرسل راشد بن سعد سے راوی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الماء لاینجسہ شیئ الا ما غلب علی ریحہ او طعمہ اولونہ[3] پانی کو کوئی چیز نجس نہیں بناتی مگر وہ چیز جو پانی کے رنگ، بُو یا ذائقہ پر غالب ہو جائے۔ (ت)

اقول اور اصل حقیقت ہے فلا ترد السریح (تو ریح کا ورود نہ ہو گا۔ ت) معہذا مقرر ہو چکا کہ ابصار عادی دنیاوی کے لئے مرئی کا ذی لون ہونا شرط ہے بلکہ مرئی نہیں مگر لون وضیا تو پانی بے لون کیونکر ہو سکتا ہے ولہذا ابن کمال پاشا نے اُس کے حقیقۃً ذی لون ہونے پر جزم کیا کما مرانفا (جیسا کہ ابھی گزرا۔ ت) پھر اُس کے رنگ میں اختلاف ہوا بعض نے کہا سپید ہے فاضل یوسف بن سعید سنبل مالکی نے حاشیہ عشماویہ میں یہی اختیار کیا اور اس پر تین دلیلیں لائے:

اول مشاہدہ۔

دوم حدیث کہ پانی کو دُودھ سے زیادہ سپید فرمایا۔

سوم برف جم کر کیسا سپید نظر آتا ہے۔

حیث قال فان قلت ما لون الماء الذی ھو قائم بذاتہ قلت المشاھد فیہ البیاض ویشھد لہ ما ورد فی بعض الاحادیث فی وصف جب کہا اگر تو کہے کہ پانی کا رنگ جو پانی میں پایا جاتا ہے وہ کیا ہے، تو میں کہتا ہوں کہ جو رنگ نظر آتا ہے وہ سفید ہے اور اس کی شہادت اس ایک حدیث

---

[1] سنن ابن ماجۃ باب الماء الذی لاینجس ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۴۰

[2] سنن الدارقطنی باب الماء المتغیر مدینہ منورہ حجاز ۱/۲۸

[3] شرح معانی الآثار باب الماء یقع فیہ النجاسۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۸

الماء من کونه اشد بیاضا من اللبن و مما یدل علی ان الماء لونه ابیض مشاهدة البیاض فی الثلج حین جموده و انعقاده علی وجه الارض اھ[1]۔

سے بھی ملتی ہے جس میں پانی کی صفت میں کہا گیا ہے کہ وہ دُودھ سے زیادہ سفید ہے اور اس حقیقت پر یہ بات بھی دلالت کرتی ہے کہ پانی جم کر جب برف کی صورت زمین پر گرتا ہے تو اس کا رنگ انتہائی سفید نظر آتا ہے اھ (ت)

اقول اولاً بلکہ شاہد کہ وہ سپید نہیں و لہذا آبی اُس رنگ کو کہتے ہیں کہ نیلگونی کی طرف مائل ہو۔

ثانیاً سپید کپڑے کا کوئی حصہ دھویا جائے جب تک خشک نہ ہو اس کا رنگ سیاہی مائل رہے گا، یہ پانی کا رنگ نہیں تو کیا ہے۔

ثالثاً دُودھ جس میں پانی زیادہ ملا ہو سپید نہیں رہتا نیلاہٹ لے آتا ہے۔

رابعاً بحرِ اسود و اخضر و احمر مشہور، اور اسی طرح ان کے رنگ مشہود ہیں اسود تو سیاہی ہے اور سبزی بھی ہلکی سیاہی ولہذا آسمان کو خضرا اور چرخِ اخضر کہتے ہیں اور خط کو سبزہ۔ سانولی رنگت کو حسن سبز اور سرخی بھی قریب سواد ہے اگر حرارت زیادہ عمل کرے سیاہ ہوجائے جس طرح بعد خشکی خون۔ گہری سرخی میں بالفعل سیاہی کی جھلک ہوتی ہے انگور سبز پھر سرخ پھر سیاہ ہوجاتا ہے۔

www.alahazratnetwork.org

خامساً حدیث مبارک دربارۂ کوثر اظہر ہے۔

سقانا اللہ تعالٰی منه بمنه و رأفته، و کرم حبیبه و قاسم نعمته، صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم وعلی اٰله وصحبه و امته، اٰمین۔

اللہ تعالٰی اپنے احسان اور مہربانی اور اپنے حبیب اور قاسم نعمت صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے آل واصحاب اور اُمت پرکرم سے ہمیں حوضِ کوثر سے سیراب فرمائے۔ آمین (ت)

اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مطلق پانی کا رنگ سپید ہو، اُسی حدیث میں اُس کی خوشبو مشک سے بہتر فرمائی۔ صحیحین میں عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

حوضی مسیرة شھر ماؤہ ابیض من اللبن وریحه اطیب من المسك[2]

میرا حوض ایک مہینے کی راہ تک ہے اُس کا پانی دُودھ سے زیادہ سپید ہے اور اس کی خوشبو مشک سے بہتر۔

---

[1] حاشیۃ مقدمۃ عشماویۃ

[2] جامع للبخاری کتاب الحوض قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۷۴

اور دوسری روایت میں فرمایا :

ابیض من الورق چاندی سے بڑھ کر اُجلا۔

حالانکہ پانی اصلاً بُو نہیں رکھتا، خود حاشیہ فاضل سفطی میں دو ورق بعد ہے :

قولہ اوریحہ قال ابن کمال باشا لابد من التجوز فی قولھم تغیر ریح الماء لان الماء لیس لہ رائحۃ ذاتیۃ فالمراد طرأ فیہ ریح لم یکن افادہ شیخنا الامیر اھ و قد اسمعناک نص العلامۃ الوزیر۔

ابن کمال پاشا نے کہا، پانی کی بُو بدلنے والے قول میں مجاز ماننا ضروری ہے کیونکہ اس کی اپنی کوئی بُو نہیں ہے لہٰذا اس قول سے وہ بُو مراد ہوتی ہے جو پانی پر طاری ہوتی ہے۔ ہمارے شیخ امیر صاحب نے یہ نہیں بتایا حالانکہ ہم نے آپ کو علّامہ وزیر صاحب کی تصریح بتادی ہے۔ (ت)

اس کی ضد جہنم ہے والعیاذ باللہ تعالٰی منہا جس کی آگ اندھیری رات کی طرح کالی ہے مالک و بیہقی ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اترونہا حمراء کنارکم ھذہ لھی اشد سواد من القار[2]

کیا تم اُسے اپنی اس آگ کی طرح سرخ سمجھتے ہو بیشک وہ تو تارکول سے بڑھ کر سیاہ ہے۔

اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آگ کا اصل رنگ سیاہ ہو یا ہر آگ ایسی ہی ہو خود حدیث کا ارشاد ہے کہ اُسے اس آگ سا سُرخ نہ جانو۔

سادساً بعد انجاد کوئی نیا رنگ پیدا ہونا اس پر دلیل نہیں کہ یہ اُس کا اصل رنگ ہے خشک ہونے پر خُون سیاہ ہوجاتا ہے اور مچھلی کی سرخ رطوبت سپید۔ اسی سے اُس پر استدلال کیا گیا کہ وہ خون نہیں۔

سابعاً ہوا کہ ضیاء سے مستنیر ہورہی ہے جب جسم شفاف کے اندر داخل ہوتی ہے اُس کے شفاف اور اس کے چمکدار ہونے سے وہاں ایک ہلکی روشنی پیدا ہوتی ہے جس سے سپیدی نظر آتی ہے جیسے موتی یا شیشے یا بلور کو خوب پیسیں تو اجزاء باریک ہوجانے سے ضیاء اُن کے مابین داخل ہوگی اور دقّتِ فصل کے باعث اُن باریک باریک اجزاء اور اُن میں ہر دو کے بیچ میں اجزائے ضیا کا امتیاز نہ ہوگا اور ایک رنگ کہ دھوپ سے میلا اور اُن کے اصلی رنگ سے اُجلا ہے محسوس ہوگا یہ وہ سپیدی و براقی ہے کہ اُن میں نظر آتی ہے یُوں ہی دریا کے

---

[1] حاشیۃ فاضل سفطی

[2] موطا امام مالک ماجاء فی صفۃ جہنم میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۷۴۳

www.alahazratnetwork.org

جھاگ بلکہ پیشاب کے بھی حالانکہ وہ یقیناً سپید نہیں اس کی سپیدی تو مرض ہے بلکہ آئینہ میں اگر درز پڑ جائے وہاں سپیدی معلوم ہوگی کہ اب تابندہ ہوا عمق میں داخل ہوئی یہی وجہ بھی ہُوئی اوس کے سپید نظر آنے کی ہے کہ شفاف ہے اور اجزا باریک اور چمکدار ہوا داخل۔

ثامنا شفیف اجرام کا قاعدہ ہے کہ شعاعیں اُن پر پڑکر واپس ہوتی ہیں ولہذا آئینہ میں اپنی اور اپنے پسِ پشت چیزوں کی صورت نظر آتی ہے کہ اس نے اشعۂ بصر کو واپس پلٹایا واپسی میں نگاہ جس جس چیز پر پڑی نظر آئی گمان ہوتا ہے کہ وہ صورتیں آئینے میں ہیں حالانکہ وہ اپنی جگہ ہیں نگاہ نے پلٹنے میں اُنھیں دیکھا ہے ولہذا آئینے میں دہنی جانب بائیں معلوم ہوتی ہے اور بائیں دہنی و لہذا شے آئینے سے جتنی دُور ہو اُسی قدر دُور دکھائی دیتی ہے اگرچہ سو گز فاصلہ ہو حالانکہ آئینہ کا دَل جَو بھر ہے سبب وہی ہے کہ پلٹتی نگاہ اُتنا ہی فاصلہ طے کرکے اُس تک پہنچتی ہے اب برف کے یہ باریک باریک متصل اجزا کہ شفاف ہیں نظر کی شعاعوں کو انہوں نے واپس دیا پلٹتی شعاعوں کی کرنیں اُن پر چمکیں اور دھوپ کی سی حالت پیدا کی جیسے پانی یا آئینے پر آفتاب چمکے اُس کا عکس دیوار پر کیسا سفید براق نظر آتا ہے زمین شور میں دُھوپ کی شدت میں دُور سے سراب نظر آنے کا بھی یہی باعث ہے خوب چمکتا جنبش کرتا پانی دکھائی دیتا ہے کہ اُس زمین میں اجزائے صقیلہ شفافہ دُور تک پھیلے ہوتے ہیں نگاہ کی شعاعیں اُن پر پڑکر واپس ہوئیں اور شعاع کا قاعدہ ہے کہ واپسی میں لرزتی ہے جیسے آئینے پر آفتاب چمکے دیوار پر اُس کا عکس جھل جھل کرتا نظر آتا ہے اور شعاعوں کے زاویے یہاں چھوٹے تھے کہ اُن کی ساقیں طویل ہیں کہ سراب دور ہی سے متخیل ہوتا ہے اور وتر اُسی قدر ہے جو ناظر کے قدم سے آنکھ تک ہے اور چھوٹے وتر پر ساقیں جتنی زیادہ دُور جاکر ملیں گی زاویہ[ع] خورد تر بنے گا اور زوایائے انعکاس ہمیشہ زوایائے شعاع کی برابر ہوتے ہیں اشعۂ بصریہ اُتنے ہی زاویوں پر پلٹتی ہیں جتنوں پر گئی تھیں ان دونوں امر کے اجتماع سے نگاہیں کہ اجزائے بعیدہ صقیلہ پر پڑی تھیں لرزتی جھل جھل کرتی چھوٹے زاویوں پر زمین سے مل مل پلٹیں لہذا وہاں چمکدار پانی جنبش کرتا متخیل ہوا واللہ تعالٰی اعلم۔

اقول ھذا طریق وان اخترنا طریق — میں کہتا ہوں یہ ایک راستہ ہے، اور اگر

ع مثلاً

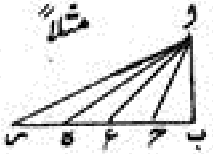

ا ح ب ۔ ا د ب ۔ ا ہ ب ۔ ا س ب مثلثوں میں زاویہ ب قائمہ اور سب میں مشترک ہے تو ہر ایک کے باقی دو زاویے ایک قائمہ کے برابر ہیں لیکن زوایائے ح ا ب ۔ د ا ب ۔ ہ ا ب ۔ س ا ب علی الترتیب بڑھتے گئے ہیں کہ ہر پہلا دوسرے کا جز ہے تو واجب کہ زوایائے ح ۔ د ۔ ہ ۔ س اُسی قدر چھوٹے ہوتے جائیں کہ ہر ایک اپنے زاویہ کا تاتمہ تک تمام ہے چھوٹے کا تمام بڑا ہوگا بڑے کا چھوٹا ۱۲ منہ غفرلہ (م)

العضد الذی قال انه الحق واقرہ السید وھو منع ان لابیاض فی الثلج وما ذکر معه والقول بان اختلاط الھواء المضیئ بالاجزاء الشفافة احد اسباب حدوث البیاض وان لم یکن ھناك مزاج یتبعه حدوث اللون قالا ولیس ذلك ابعد مما یقوله الحکماء۔

عضد صاحب کا راستہ اختیار کریں جنہوں نے کہا کہ یہ حق ہے اور سید صاحب نے بھی اس کی تائید کی وہ یہ کہ برف میں سفیدی نہ ہونے کا انکار ہے اور اس کے ساتھ مزید یہ قول کہ ہوا کی روشنی شفاف اجزاء میں سفیدی پیدا کرنے کا ایک سبب ہے اگرچہ یہاں کوئی ایسا مزاج نہیں جس کے بعد رنگ پیدا ہوتا ہو ان دونوں نے کہا کہ یہ بات حکماء کے قول سے بعید نہیں ہے۔ (ت)

(**اقول** ای السفھاء من بعض القدماء کما قدم وتبعھم ابن سینا والھیثم کما فی طوالع الانوار وشرح التجرید) فی کون الضوء شرطا لحدوث الالوان کلھا فاذا اخرج المصباح مثلا عن البیت المظلم انتفی الوان الاشیاء التی فیھا واذا اعید صارت ملونة بامثالھا لاستحالة اعادة المعدوم عندھم ولا شك ان ھذا ابعد من حدوث البیاض فی الاجزاء الشفافة بمخالطة الھواء من غیر مزاج اھ[1]

(میں کہتا ہوں کہ حکماء سے مراد قدماء میں سے بعض بیوقوف ہیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے جن کی پیروی ابن سینا اور ابن ہیثم نے کی ہے، جیسا کہ طوالع الانوار اور شرح تجرید ہے) یہ پیروی حکماء کے اس قول میں ہے جس میں حکماء نے تمام رنگوں کے پیدا ہونے میں روشنی کو شرط قرار دیا ہے مثلاً اگر رات کو اندھیرے میں کمرے سے چراغ کو نکال لیا جائے تو کمرے میں موجود تمام رنگدار چیزوں کا رنگ ختم ہو جائیگا اور جب دوبارہ چراغ کو کمرے میں داخل کیا جائے تو کمرے کی چیزیں پہلے رنگوں کی ہم شکل رنگدار ہوں گی، یہ اس لیے کہ ان کے نزدیک معدوم ہونے کے بعد کسی چیز کا اعادہ محال ہے (لہذا پہلا رنگ دوبارہ عود نہیں کرے گا بلکہ اس کی مثل نیا رنگ پیدا ہوگا) اور بیشک یہ بات شفاف اجزاء میں ہوا کے ملنے سے کسی مزاج کے بغیر سپیدی پیدا ہونے سے بھی زیادہ بعید ہے اھ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اقول وقولھم مردود بحدیث البزار والحاکم وصححه عن انس رضی اللہ تعالی عنه عن النبی صلی اللہ علیه وسلم

میں کہتا ہوں کہ ان کا یہ قول مردود ہے ایک حدیث کی بنا پر جس کو بزار اور حاکم نے صحیح طور پر روایت کیا ہے وہ یہ کہ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے

---

[1] شرح التجرید وطوالع الانوار

6/6

قال نار جہنم[عہ] سوداء مظلمة[1] وروی البیہقی فی البعث وابو القاسم الاصبہانی عنه قال تلا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم هذه الاٰية وقودها الناس والحجارة فقال اوقد علیها الف عام حتی احمرت والف عام حتی ابیضت والف عام حتی اسودت فھی سوداء مظلمة لایضیئ لهبها[2] وروی الترمذی وابن ماجة والبیہقی عن ابی هریرة رضی اللہ تعالٰی عنه عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم مثله وفی اٰخره فھی سوداء مظلمة کاللیل المظلم[3] جعل الترمذی وقفه اصح۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جہنم کی آگ انتہائی سیاہ ہے۔ اور بیہقی نے بعث میں روایت کیا جس کو ابو القاسم اصبہانی نے ان سے روایت کیا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے آیہ کریمہ وقودها الناس والحجارة (جہنم کا ایندھن کافر لوگ اور پتھر ہیں) تلاوت فرمائی اور اس پر آپ نے فرمایا کہ جہنم میں ایک ہزار سال آگ جلائی گئی تو سُرخ ہوئی پھر ایک ہزار سال حتی کہ سفید ہوئی پھر ایک ہزار سال حتی کہ سیاہ ہوگئی۔ پس جہنم کی آگ انتہائی سیاہ ہے جس کا شعلہ روشن نہ ہوگا۔ اسی حدیث کو ترمذی، ابن ماجہ اور بیہقی نے ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا لیکن اس کے آخری جملے میں ہے کہ وہ آگ انتہائی سیاہ جیسے اندھیری رات ہے ترمذی نے اس حدیث کے موقوف ہونے کو اصح کہا ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اقول والوقف فیه کالرفع اذا لم یکن اُخذ عن الاسرائیلیات فقد اثبت لها اللون مع الظلمة وعدم الضوء فاذن جوابنا

میں کہتا ہوں کہ اس معاملہ میں یہ حدیث موقوف بھی مرفوع کی طرح ہے بشرطیکہ اسرائیلیات سے ماخوذ نہ ہو۔ اس حدیث میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے

عـہ مسلمان کہ سرورِ ولادتِ اقدس حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں روشنی کرتے ہیں اُس کی بحث میں "براہین قاطعہ" میں یہ عبارت مولوی گنگوہی کی "جو روشنی زائد از حاجت ہے وہ نار جہنم کی روشنی دکھانے والی ہے" محض جہل وگزاف اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم تو فرمائیں کہ وہ کالی رات کی طرح اندھیری ہے مگر اس کو اس میں روشنی سوجھی۔ (م)

۱؎ کشف الاستار عن زوائد البزار کتاب صفۃ جہنم موسسۃ الرسالۃ بیروت ۴/ ۱۸۰
۲؎ شعب الایمان حدیث ۷۹۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۴۸۹
۳؎ جامع الترمذی ابواب صفۃ جہنم امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۸۳
سنن ابن ماجہ باب صفۃ النار ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۳۰

اظهر لثبوت ان بیاض الثلج حادث لم یکن فی الماء واللّٰه تعالٰی اعلم۔

جہنم کی آگ کے لئے اندھیری اور روشن نہ ہونے کے باوجود رنگ کا اثبات فرمایا۔ پس اب برف کی سفیدی کے ثبوت کے لئے جو کہ پانی میں نہ تھا، ہمارا جواب واضح ہے (ت)

اور بعض نے پانی کا رنگ سیاہ بتایا اور اس پر اس حدیث سے سند لائے کہ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے فرمایا:

واللّٰه یا ابن اختی ان کنا لننظر الی الهلال ثم الهلال ثم الهلال ثلثة اهلة فی شهرین وما اوقد فی ابیات النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم نار قلت یا خالة فما کان یعیشکم قالت الاسودان التمر والماء۔ رواه الشیخان[1] فی صحیحهما عن عروة عن ام المؤمنین رضی اللّٰه عنها۔

اے میرے بھانجے خدا کی قسم ہم ایک ہلال دیکھتے پھر دوسرا پھر تیسرا دو مہینوں میں تین چاند اور کاشانہ ہائے نبوت میں آگ روشن نہ ہوتی عروہ نے عرض کی اے خالہ پھر اہل بیت کرام مہینوں کیا کھاتے تھے؟ فرمایا: بس دو سیاہ چیزیں چھوہارے اور پانی (شیخین نے اپنی صحیحین میں عروہ سے ام المومنین رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔ ت)

www.alahazratnetwork.org

اقول وقد کثر ذلك فی الاحادیث وکلام العرب ومنها الحدیث المسلسل بالاضافة قال السفطی بعد ما ذکر حدیث ام المومنین بلفظ کنا نمکث لیالی ذوات العدد لا نوقد نارا فی حجر رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه واٰله وسلم وما هو الا الاسودان الماء والتمر اجیب بانها رضی اللّٰه تعالٰی عنها جعلت الماء اسود تغلیبا للتمر علی الماء لان التمر مطعوم والماء مشروب والمطعوم اشرف من المشروب او ان اٰنیة ما ئهم اذ ذاك کان یغلب علیها السواد

میں کہتا ہوں کہ احادیث اور عربوں کے کلام میں یہ مضمون بکثرت موجود ہے، اسی سلسلہ میں ایک حدیث جو مسلسل بالاضافت ہے سفطی نے حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کی حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ کہ ہم کئی راتیں بسر کرتے درانحالیکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حجروں میں آگ روشن نہ ہوتی اور (وہ خوراک) صرف دو سیاہ چیزیں پانی اور کھجور تھیں، کو بیان کرنے کے بعد کہا کہ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے کھجور کو غالب قرار دے کر پانی کو سیاہ فرمایا کیونکہ کھجور خوراک ہے اور پانی مشروب ہے اور خوراک کو مشروب پر فضیلت ہونے

---

[1] صحیح للبخاری کتاب الهبة قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۴۹

لکثرۃ دباغہا افادجمیع ذلک شیخنا العیدروس وقررہ شیخنا ایضا ومثلہ فی حاشیۃ شیخنا الامیر وقال بعض شیوخنا ان لونہ اسود مستدلا بظاھر ھذا الحدیث لکن الاول ھو المتجہ فتأمل[1] اھ

کی وجہ سے کھجور کی پانی پر غلبہ ہے، یا اس لئے پانی کو سیاہ فرمایا کہ اس وقت ان کے پانی والے برتن گہرے رنگ اور ہونے کی بنا پر غالب طور سیاہ ہوتے تھے اور کہا کہ یہ ساری بحث ہمیں شیخ عیدروس سے حاصل ہوئی اور اس کی ہمارے شیخ نے توثیق بھی کی اور اسی طرح ہمارے شیخ امیر کے حاشیہ میں بھی ہے اور ہمارے بعض شیوخ نے فرمایا کہ پانی کا رنگ سیاہ ہے انہوں نے اس حدیث کے ظاہر کو دلیل بنایا ہے۔ لیکن پہلی توجیہ ہی صحیح ہے غور کرو اھ (ت)

اقول اولاً التغلیب تجوّز فلا یصار الیہ مالم یثبت ان الماء لاسواد لہ **وثانیا** التغلیب فی الاسماء کالعمرین والقمرین دون وصفین متضادین فیقال لجید وردی جیدان وطویل وقصیر طویلان وعالم وجاھل عالمان وھل یستحسن لمن اکل لحما و شرب ماء ان یقول ماھما الا الاحمران اللحم والماء ومن تناول تمرا ولبنا یقول ماھما الا الاسودان التمر واللبن **وثالثا** قد قلتم ان الماء اذا وضع فی اناء اخضر فالخضرۃ لم تقم بالماء فکذلک سواد الشن ففیم التجوز بلادلیل۔

میں کہتا ہوں کہ اولاً تغلیب اگرچہ مجاز ہے مگر جب تک پانی کا سیاہ نہ ہونا واضح نہ ہوجائے اس وقت اس کی ضرورت نہیں ہے۔

اور ثانیاً تغلیب کا عمل ناموں (اسماء) جیسے قمرین (سورج اور چاند) اور عمرین (عمر فاروق اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما) میں جاری ہوتا ہے لیکن متضاد اوصاف میں جاری نہیں ہوتا تاکہ جیدان کہہ کر جید اور ردی مراد لیا جائے اور طویلان کہہ کر طویل اور چھوٹا مراد لیا جائے، اور عالمان کہہ کر عالم اور جاہل مراد لیا جائے۔ کیا گوشت کھانے اور پانی پینے والے کو یہ کہنا مناسب ہوگا وہ صرف احمران (دو سرخ) ہیں یا کھجور اور دودھ تناول کرنے پر یہ کہنا مناسب ہوگا، وہ صرف اسودان (دو سیاہ) ہیں۔ اور ثالثاً تم نے خود کہا ہے کہ جب پانی سبز برتن میں رکھا جائے تو سبزی پانی کو نہیں لگتی پس اسی طرح مشکیزہ کا سیاہ رنگ ہو تو اس میں پانی کو کیونکر سیاہ کہا جاسکتا ہے بغیر دلیل مجاز کیسے ہوسکتا ہے۔ (ت)

اقول حقیقت امر یہ ہے کہ پانی خالص سیاہ نہیں مگر اس کا رنگ سپید بھی نہیں میلا مائل بیک گونہ

www.alahazratnetwork.org

---

[1] حاشیۃ فاضل سفطی

سواد خفیف ہے اور وہ صاف سپید چیزوں کے مقابل آکر کھل جاتا ہے جیسا کہ ہم نے سفید کپڑے کا ایک حصہ دھونے اور دودھ میں پانی ملانے کی حالت بیان کی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

(۷) علماء کو اس اجماع اعنی قول تحقیق ناصالح نزاع کے بعد کہ سب پانیوں میں افضل وہ پانی ہے جو اُس بحرِ بے پایاں کرم ونعم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کی انگشتانِ مبارک سے بار ہا نکلا اور ہزاروں کو سیراب وطاہر کیا زمزم افضل ہے یا کوثر؟ شیخ الاسلام سراج الدین بلقینی شافعی نے فرمایا کہ زمزم افضل ہے کہ شبِ اسرا ملائکہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دلِ مبارک اُس سے دھویا حالانکہ وہ آبِ کوثر لاسکتے تھے اور اللہ عزوجل نے ایسے مقام پر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے اختیار نہ فرمایا مگر افضل شمس نے اس میں سراج کا اتباع کیا فتاوٰی علامہ شمس الدین محمد رملی شافعی میں ہے:

افضل المیاہ ما نبع من بین اصابعہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم وقد قال البلقینی ان ماء زمزم افضل من الکوثر لان بہ غسل صدر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولم یکن یغسل الا بافضل المیاہ اھ[1]

افضل ترین پانی وہ ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انگلیوں سے نکلا اور بلقینی نے فرمایا کہ زمزم کا پانی کوثر سے افضل ہے کیونکہ اس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سینہ مبارک دھویا گیا ہے اور اس کا دھونا افضل پانی سے ہی ہوسکتا تھا اھ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اس پر اعتراض ہوا کہ زمزم تو سیّدنا اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا ہوا اور کوثر ہمارے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تو لازم کہ کوثر ہی افضل ہو امام ابن حجر مکی نے جواب دیا کہ کلام دنیا میں ہے آخرت میں بیشک کوثر افضل ہے۔

اقول تو یہ قول ثالث یا دونوں قولوں کی توفیق ہوا۔ فتاوٰی فقہیہ کی عبارت یہ ہے:

(سئل) ایما افضل ماء زمزم او الکوثر (فاجاب) قال شیخ الاسلام البلقینی ماء زمزم افضل لان الملئکۃ غسلوا بہ قلبہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حین شقوہ لیلۃ الاسراء مع قدرتھم علی ماء الکوثر فاختیارہ فی ھذا المقام دلیل علی افضلیتہ

آپ سے پُوچھا گیا کہ کیا آبِ زمزم افضل ہے یا کوثر؟ تو اس کے جواب میں فرمایا: شیخ الاسلام بلقینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آبِ زمزم افضل ہے کیونکہ معراج کی رات اس سے فرشتوں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قلبِ مبارک کو کھول کر غسل دیا، تو کوثر کے استعمال پر قدرت کے باوجود زمزم کو ترجیح دینا اس کی افضلیت

---

[1] فتاوٰی علامہ شمس الدین رملی علی الفتاوی الکبرٰی کتاب الطہارۃ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۵

ولا يعارضه انه عطية الله تعالى لاسمٰعيل عليه الصلٰوة والسلام والكوثر عطية الله تعالى لنبينا صلى الله تعالى عليه وسلم لان الكلام فى عالم الدنيا لا الأخرة ولا مرية ان الكوثر فى الأخرة من اعظم مزايا نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم ومن ثم قال تعالٰى انا اعطينٰك الكوثر بنون العظمة الدالة على ذلك وبما قررته علم الجواب عما اعترض به على البلقيني اهـ[1]

کی دلیل ہے۔ زمزم کا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو اور کوثر کا ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالٰی کی طرف سے عطیہ ہونا اس کو معارض نہیں کیونکہ کلام دنیاوی فضیلت میں ہے اور آخرت کے لحاظ سے بلاشبہ کوثر کو بہت بڑا اعزاز ہے جو ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ملے گا اسی لئے اللہ تعالٰی نے انا اعطینٰک الکوثر کو اپنے لیے منسوب فرمایا جس پر نون متکلم دلالت کرتا ہے اور یہ بڑی عظمت ہے، اور میری تقریر سے بلقینی پر وارد ہونے والے اعتراض کا جواب بھی معلوم ہوگیا اھ (ت)

اس وقت اس مسئلہ پر کلام اپنے علما سے نظر فقیر میں نہیں اور وہ کہ فقیر کو ظاہر ہوا تفضیل کوثر ہے۔

فاقول وبالله التوفيق الافضل معنيان الاكثر ثوابا وهو فى المكلفين من يثاب اكثر و فى الاعمال ما الثواب عليه اكبر ولا مدخل لهذين فى زمزم والكوثر ان اول بالتعاطى اى ما تعاطيه اكثر ثوابا فالكوثر غير مقدور لنا فلا يتأتى التفاضل من هذا الوجه ايضا ولا معنى لان يقال ان ثوابه صلى الله تعالٰى عليه وسلم كان اكثر فى غسل الملئكة قلبه الكريم باحدهما۔

پس میں کہتا ہوں اور اللہ تعالٰی سے ہی توفیق حاصل ہے۔ افضل کے دو معنی ہیں، ایک ثواب کے لحاظ کثرت ہے یعنی انسانوں میں جس کو ثواب حاصل ہو، اور اعمال میں وہ عمل جس پر ثواب زیادہ مرتب ہو، اس معنی کی دونوں مذکورہ صورتیں زمزم اور کوثر میں نہیں پائی جاسکتیں اور اگر اس معنی کی یہاں یہ تاویل کی جائے کہ ان کے لین دین میں زیادہ ثواب ہے تو پھر کوثر میں یہ معنی نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ ہماری قدرت سے باہر ہے اس لیے دونوں میں افضلیت کا تقابل نہیں پایا جاسکتا اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان دونوں میں سے ایک کے ساتھ فرشتوں کا حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے قلب مبارک کو دھونا حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے لئے زیادہ ثواب ہے۔ (ت)

فاذن لا كلام فيه الا بمعنى الاعظم شانا والارفع مكانا عند الله تعالٰى و

اب صرف افضل کے دوسرے معنی میں بات ہوسکتی ہے اور وہ عنداللہ عظمتِ شان اور رفعتِ

www.alahazratnetwork.org

---

[1] فتاوٰی کبرٰی کتاب الطہارۃ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۲۵

حینئذ لایتم استدلال الامام البلقینی رحمه
الله تعالٰی الا اذا احطنا بالحکم الالٰهیة
فی غسل قلبه الکریم علیه افضل الصلاة و
التسلیم وعلمنا انهما کان سواء فی تحصیلها
ثم الله سبحٰنه اختار هذا فکان افضل
امان یکون شیئ اوفق واصلح العمل من
غیره فلا یستلزم کونه اجل قدرا واعظم
فخرا منه بالفضل الکلی علی انه صلی الله
تعالٰی علیه وسلم لایتشرف بغیره بل الکل
انما یتشرفون به والله تعالٰی یصیب برحمته
صلی الله تعالٰی علیه وسلم مایشاء من خلقه
لیرزقه فضلا کما اختار لولادته صلی الله
تعالٰی علیه وسلم شهر ربیع الاول دون
شهر رمضان ویوم الاثنین دون الجمعة
ومکان مولده صلی الله تعالٰی علیه وسلم
دون الکعبة والفضل بید الله یؤتیه
من یشاء والله ذوالفضل العظیم[له] اما
جواب الامام ابن حجر فغایة ما
یظهر فی توجیهه ان زمزم افضل
فی الدنیا لانه مقدور لنا فنثاب
علیه فیترتب علیه الفضل لنا
بخلاف الکوثر ان رزق الله تعالٰی
منه احدنا فی الدنیا فلفضل فیه

مقام ہے اور اس معنی پر امام بلقینی کا استدلال
تب ہی صحیح ہو سکتا ہے جب ہم حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے قلب مبارک کو دھونے کے بارے
میں اللہ تعالٰی کی حکمتوں کو پیش نظر رکھیں اور یہ
معلوم کرلیں کہ ان کے حاصل کرنے میں دونوں پانی
زمزم اور کوثر مساوی ہیں اس کے باوجود اللہ تعالٰی
نے زمزم کو پسند فرمایا لہٰذا افضل ہوا، اس لئے کہ
یہ اس کارروائی کے لئے زیادہ موافق اور زیادہ
صلاحیت والا تھا، اس لحاظ سے زمزم کا قدر و
منزلت کے اعتبار سے کلی طور پر اعظم ہونا لازم
نہیں آتا۔ علاوہ ازیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کو کسی دوسرے سے شرف حاصل نہیں ہوا بلکہ دوسروں
نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شرف پایا ہے
اللہ تعالٰی اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحمت سے نوازتا ہے تاکہ
اس کو فضیلت دے جیسا کہ آپ کی ولادت پاک
کے لئے رمضان کی بجائے ربیع الاول کو اور جمعہ
کی بجائے سوموار کے دن کو اور کعبہ کی بجائے آپ
کی جائے ولادت کو مشرف فرمایا۔ فضیلت کا مالک
اللہ تعالٰی ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے وہ بڑے
فضل والا ہے۔ لیکن امام ابن حجر کا جواب فضیلت
کی توجیہ میں بہت واضح ہے کہ زمزم دنیا میں افضل ہے
کیونکہ وہ ہمارے زیر تصرف ہے اور ہمیں اس پر

www.alahazratnetwork.org

له القرآن ٣/٧٣

اولتفضل من المولٰی سبحنہ وتعالٰی فھو یترتب علی الفضل وما یورث الفضل افضل اما الاٰخرۃ فلیست دار عمل فیذھب ھنالک ھذا الوجہ ویظھر فضل الکوثر لانہ من اعظم ما من اللہ تعالٰی بہ علی نبیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ثواب ملتا ہے جس سے بھی فضیلت میسر ہوتی ہے اور کوثر کا معاملہ اس کے خلاف ہے اگر دنیا میں کسی کو وہ نصیب ہو جائے تو وہ پانے والے کی فضیلت ہوگی یا اللہ تعالٰی کی طرف سے فضل ہوگا لامحالہ کوثر کسی فضیلت پر مرتب ہوگا، اور فضیلت دینے والا (زمزم) افضل ہوتا ہے، اور آخرت دارالعمل نہیں ہے تاکہ وہاں یہ وجہ پائی جائے اور وہاں کوثر کی فضیلت ظاہر ہوگی کیونکہ وہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر انعامات سے یہ بڑا انعام ہوگا۔ (ت)

اقول لوتم ھذا لکان کل ماء فی الدنیا افضل من الکوثر بعین الدلیل وھو کما تری بل الکلام کما علمت فی الارفع قدرا والاعظم فخرا وھذا لایختلف باختلاف الدار حتی یکون شیئ اجل قدرا عند اللہ تعالٰی من اٰخر فی الدنیا فاذا جاءت الاٰخرۃ انعکس الامر کلا بل لایظھر فی الاٰخرۃ الا ما ھو عندہ تعالٰی ھھنا فما کان افضل فی الاٰخرۃ کان افضل فی نفسہ وما کان افضل فی نفسہ کان افضل حیث کان وقد اعترفتم ان الکوثر افضل فی الاٰخرۃ فوجب ان یکون لہ الفضل دنیا واخری کیف وزمزم من میاہ الدنیا وھو من میاہ الاٰخرۃ وللاٰخرۃ اکبر درجٰت واکبر تفضیلا[1] **وایضا** ماؤہ من الجنۃ قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یغت فیہ میزابان

میں کہتا ہوں کہ اگر امام ابن حجر کی دلیل درست ہو تو اس سے لازم آئیگا کہ دنیا کے تمام پانی کوثر سے افضل ہو جائیں کیونکہ وہی دلیل یہاں پائی جاتی ہے حالانکہ یہ درست نہیں ہے بلکہ یہاں فضیلت قدر و فخر کی عظمت و بلندی قرار دی ہے اور فضیلت کا یہ معنی دنیا یا آخرت کے لحاظ سے نہیں بدلتا تاکہ دنیا میں ایک چیز دوسری کے مقابلہ میں عنداللہ بڑی قدر والی ہو اور جب آخرت برپا ہو تو معاملہ الٹ ہو جائے ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ آخرت میں عنداللہ وہی چیز قدر و منزلت والی ظاہر ہوگی جو یہاں دنیا میں بھی ایسی ہوگی۔ اور جو چیز آخرت میں افضل ہوگی وہ ذاتی طور پر افضل ہوگی اور جو چیز ذاتی طور پر افضل ہوگی وہ ہر جگہ افضل ہوگی اور جب آپ نے آخرت میں کوثر کے افضل ہونے کا اعتراف کرلیا تو ضروری ہے کہ وہ دنیا و آخرت دونوں میں افضل ہو، اور کیوں نہ ہو کہ زمزم دنیا کا پانی ہے اور کوثر

www.alahazratnetwork.org

---

[1] القرآن ۱۷/۲۱

یمد انه من الجنة احدهما من ذهب والأخر من ورق رواه مسلم عن ثوبان رضی الله تعالٰی عنه وقال صلی الله تعالٰی علیه وسلم الا ان سلعة الله غالیة الا ان سلعة الله الجنة ثم هو انفع لامته صلی الله تعالٰی علیه وسلم من شرب منه لم یظمأ ابدا ولم یسود وجهه ابدا وقد امتن الله سبحنه به علی افضل انبیائه صلی الله تعالٰی علیه وسلم فکان افضل رزقنا المولی سبحنه وتعالٰی الورود علیه ، و الشرب منه بید احب حبیب الیه ، صلی الله تعالٰی علیه وسلم ، ومجد وشرف وعظم وکرم ، وعلی اله الکرام ، وصحبه العظام ، وابنه الکریم وامته الکریمة خیر الامم ، وعلینا بهم ولهم وفیهم ومعهم یا من من علینا برسالہ وانعم ، والحمد لله رب العلمین حمدا یدوم بدوامه الادوم ، والله سبحنه وتعالٰی اعلم ، وعلمه جل مجده اتم ، وحکمه عز شانه احکم۔

آخرت کا پانی ہے اور آخرت کا درجہ اور فضیلت بڑی ہے، نیز کوثر کا پانی جنّت سے نکلتا ہے حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا کوثر میں دو میزاب (نالے) گرتے ہیں دونوں جنّت سے آکر گرتے ہیں ایک سونے کا اور دوسرا چاندی کا ہے۔ اس حدیث کو حضرت ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مسلم نے روایت کیا ہے، اور حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا غور کرو اللہ تعالٰی کا سامان گراں قیمت والا ہے اور اللہ تعالٰی کا سامان جنّت ہے پھر کوثر حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کی اُمت کے لیے وہاں زیادہ نفع مند ہے، جو بھی اسے نوش کرے گا کبھی پیاسا نہ ہوگا اور نہ ہی اس کا چہرہ کبھی سیاہ ہوگا، اور اللہ تعالٰی نے کوثر حضور افضل الانبیا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر احسان فرمایا ہے لہذا کوثر ہی سب سے افضل ہے۔ دعا ہے ہمیں اللہ تعالٰی اپنے حبیب علیہ الصلٰوۃ والسلام کے دستِ مبارک سے پلائے اور اس کوثر پر ورود ہمیں نصیب فرمائے۔ حضور پر اللہ تعالٰی کی رحمتیں، سلامتی، بزرگی، شرف وکرم نازل ہو اور آپ کی برگزیدہ آل پر اور بزرگوار صحابہ پر اور آپ کے سخی صاحبزادے اور آپ کی بہترین اُمت پر اور اُن کی معیت اور صدقے اور سبب سے ہم پر بھی، اے ہم پر اُن کو بھیج کر احسان فرمانے والے، الحمد للہ رب العلمین۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org